ابنِ صفی
جلد نمبر
12
جاسوسی دنیا
36- خطرناک دشمن
37- جنگل کی آگ
38- کچلی ہوئی لاش

مفرور قیدی

وہ ایک تاریک گلی میں گھستا چلا گیا۔ پولیس والے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں دبی ہوئی ٹارچوں کی رَوشنیاں اندھیرے میں آڑی ترچھی لکیریں ڈالتیں اور پھر غائب ہو جاتیں۔ یہاں کئی گلیاں تھیں اور وہ یہ نہیں دیکھ پائے تھے کہ مفرور کس گلی میں گھسا ہے۔ کئی کئی منزلوں کی سربفلک عمارتیں تاریک اور سنسان پڑی تھیں۔ البتہ کہیں کہیں آدھ کھلی کھڑکیوں میں گہرے نیلے رنگ کی روشنی دکھائی دے جاتی تھی۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی اور بستی پر اندھیرے کی حکمرانی تھی۔ سناٹے میں پولیس والوں کے وزنی جوتوں کی آوازیں ڈراؤنی قسم کی گونج پیدا کر رہی تھیں مگر مفرور خود کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔ شاید اسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ شہر کے کسی حصے میں وہ تھوڑی دیر کے لئے خود کو محفوظ سمجھ سکے گا۔ شاید وہ جانتا تھا کہ اس حصے کی گلیاں اس کا تعاقب کرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہیں۔

مفرور کے جسم پر جیل خانے کے قیدیوں کا سا لباس تھا اور چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی۔ سر کے بال بھی بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان میں شعلوں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھیں بڑی خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔

پولیس والوں نے سیٹیاں بجانی شروع کر دی تھیں۔ خطرے کی سیٹیاں شائد وہ اپنے قرب و جوار کے دوسرے ڈیوٹی والوں کو اپنی مدد کے لئے بلانا چاہتے تھے۔

مفرور ان سب سے بے پرواہ.... گندے پائپ کے سہارے عمارت کی اس منزل تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا جہاں اسے ایک کھڑکی میں نیلے رنگ کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ اتنی آسانی سے اس کھڑکی تک پہنچ گیا جیسے دن رات یہی کرتا رہا ہو۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ شاید یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ ایک طرف ایک بڑی سی مسہری تھی جس پر ایک نوجوان عورت سو رہی تھی۔ مفرور بہ آہستگی کمرے میں اتر گیا اور پھر اس نے کھڑکی سے جھانک کر نیچے کی طرف دیکھا۔ اب اس گلی میں بھی پولیس والوں کی ٹارچوں کی روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ اس نے کھڑکی بند کر دی اور پھر دوسری طرف مڑا ہی تھا کہ اس کا پیر ایک چھوٹی سی میز سے ٹکرا گیا۔ میز الٹ گئی۔ ساتھ ہی سونے والی عورت بھی جاگ پڑی۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں اور شاید وہ چیخنے ہی والی تھی کہ مفرور نے جھپٹ کر اُس کا منہ دبا دیا۔ اس کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر تھا۔

"اگر چیخیں تو گلا گھونٹ دوں گا۔" اس نے اس کی گردن پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

عورت نے ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ اس کی خوفزدہ آنکھیں مفرور کے ڈراؤنے چہرے پر جم گئی تھیں۔ وہ پلکیں تک نہیں جھپکا رہی تھی۔

"میں چوری کرنے نہیں آیا۔" مفرور نے آہستہ سے کہا۔ "جیل خانے سے بھاگا ہوں۔ ایک بہت بڑا آدمی ہوں۔ پولیس میرے تعاقب میں ہے۔ اگر تم خاموش رہیں تو میں تمہارا شکر گذار ہوں گا۔"

عورت بے حس و حرکت اس کے بازوؤں میں پڑی رہی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔

"بولو! کیا کہتی ہو! خاموش رہو گی۔" مفرور نے پوچھا۔

عورت نے اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دی۔ مفرور نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ ایک بے جان لاش کی طرح مسہری میں گر گئی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں اب بھی دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ باز کے پنجوں میں دبی ہوئی کسی ننھی منی سی چڑیا کی طرح ہانپ رہی تھی۔

"یہاں اور کون ہے؟" مفرور نے پوچھا۔

عورت نے پھر نفی میں گردن ہلا دی۔ منہ سے کچھ نہیں بولی۔

"تم اکیلی ہو؟"

اس بار اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" مفرور نے اطمینان کا سانس لیا اور گھنی مونچھوں کے نیچے اس کے ہونٹ ذرا سے پھیل گئے۔ شاید وہ مسکرا رہا تھا۔

اب عورت نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے تھے اور اس کی پلکیں جھپکنے لگی تھیں۔ دوسرے اعضاء بے حس و حرکت تھے۔

"اٹھو! مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔" مفرور نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

عورت چپ چاپ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"تمہارے یہاں کوئی مرد نہیں ہے؟" مفرور نے پوچھا۔

لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس دوران میں ایک لمحے کے لئے بھی اس کی آنکھیں مفرور کے چہرے سے نہیں ہٹیں۔

"کہاں ہے؟" مفرور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ لوگ تیسری منزل پر تھے۔ لیکن نیچے کا شور انہیں صاف سنائی دے رہا تھا۔

پولیس والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اور اب اُن میں اس بستی کے باشندوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

"لڑکی تم بولتی کیوں نہیں ہو۔" مفرور نے جھنجھلا کر کہا۔

"جی....!" عورت کے حلق سے مری مری سی آواز نکلی۔

"تمہارا آدمی کہاں ہے؟"

"ڈیوٹی پر ہے۔"

"کیا کرتا ہے؟"

"ڈاکٹر....!"

"اوہ اچھا....! غسل خانہ کدھر ہے؟"

عورت نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو....!" وہ اُسے شانے سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

وہ دونوں غسل خانے میں پہنچے۔ مفرور نے روشنی کر کے دروازہ بند کر دیا۔ عورت بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"ڈرو نہیں۔" مفرور قیدی مسکرا کر بولا۔ "میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اگر میں صحیح سلامت نکل گیا تو ہمیشہ تمہارا احسان یاد رکھوں گا۔ بُرے آدمی بھی کبھی نہ کبھی کام آ جاتے ہیں۔ بس تم یہیں میرے پاس کھڑی رہو۔"

اُس نے شیلف پر رکھا ہوا ڈاڑھی بنانے کا سامان اٹھایا.... اور پھر چند ہی منٹوں بعد وہ عورت اسے تحیر آمیز نظروں سے گھور رہی تھی۔ بے ترتیب بالوں کے جھنکاڑ صاف ہوتے ہی ایک دلکش خط و خال والا صحت مند چہرہ نمایاں ہو گیا تھا۔ مفرور نے اپنے سر کے بال بھی درست کئے اور ایک دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ عورت کی طرف مڑا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ! مگر میں ابھی تھوڑی تکلیف اور دوں گا۔ میرے کپڑے....!"

اُس نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔ "انہیں بھی ٹھکانے لگانا ہے۔ یقین رکھو میں تمہارے شوہر کے کپڑے واپس کر دوں گا۔"

عورت نے آہستہ سے غسل خانے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلا۔ وہ اسے ایک دوسرے کمرے میں لے آئی۔

"روشنی سے پہلے کھڑکیوں پر پردے کھینچ دو۔ وہ سور رات بھر یہیں سر ٹکراتے رہیں گے۔"

عورت نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ کر کمرے میں روشنی کر دی۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ یہاں ایک طرف چھوٹے بڑے کئی سوٹ کیس چنے ہوئے تھے اور سامنے ملبوسات کی الماری تھی جس میں قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس کے نیچے کئی عدد نئے پرانے جوتوں کی قطار تھی۔ مفرور نے آگے بڑھ کر ایک جوتے میں پیر ڈال دیا۔

"واہ.... وا۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "بالکل ٹھیک۔ شاید میرے ستارے ٹھیک ہو گئے ہیں۔ کاش کپڑے بھی مناسب ہوں۔"

"آپ کون ہیں۔" عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اوہ.... خیر شکر ہے کہ تم کچھ بولیں تو۔" اجنبی مسکرا پڑا۔ "میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کیونکہ تم ایک نیک دل عورت ہو۔ تم نے کبھی راہل کا نام سنا ہے۔"

"راہل....!" عورت کے ہونٹ ہلے اور پھر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"ڈرو نہیں! راہل اپنے محسنوں کو پوجتا ہے۔" مفرور قیدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر راہل

کے ہاتھ میں ایک ریوالور بھی ہوتا تو وہ تمہیں اتنی رات گئے تکلیف نہ دیتا۔"

اس نے ملبوسات کی الماری کھول لی اور کچھ کپڑے نکال کر دیکھے۔

"چلو غنیمت ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اپنا منہ پھیر کر کھڑی ہو جاؤ۔"

"اوں.... ہوں۔" مفرور سر ہلا کر بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ چلو یہی ٹھیک ہے۔ میں انہیں کپڑوں پر دوسرا لباس پہنوں گا۔"

لباس تبدیل کرنے میں اُسے بمشکل تمام پانچ یا چھ منٹ لگے۔

"مقدر ساتھ دے رہا ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔ "کپڑے گویا میری ہی ناپ کے ہیں۔ یہ کل شام تک تمہیں واپس مل جائیں گے۔"

اس نے فلٹ ہیٹ اتار کر اپنے سر پر جمائی اور قد آدم آئینے میں دیکھنے لگا۔

"بالکل ٹھیک۔" اس نے عورت کی طرف مڑ کر پوچھا۔ "کیا میں کوئی مفرور قیدی معلوم ہوتا ہوں۔"

"جی نہیں۔" عورت نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ پھر خواب گاہ میں آ گئے۔

"اچھا تو رخصت....!" مفرور اپنی پیشانی پر ہاتھ لے جا کر بولا۔ "میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"ٹھہریئے....!" عورت گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

مفرور دروازے کے قریب پہنچ کر رکا۔

"یہ ڈاکٹر کا پسندیدہ سوٹ ہے۔ شاید وہ پوچھیں۔"

"اوہ....!" مفرور سوچ میں پڑ گیا۔ "تو پھر کیا تم میری تجویز پر عمل کرو گی۔"

"تجویز...." عورت تھوک نگل کر رہ گئی۔

"دیکھو! اس بستی کا ایک ایک فلیٹ دیکھا جائے گا۔ اگر میں تمہیں کسی کرسی میں باندھ دوں تو...."

"جی....!" عورت گھبرا گئی۔

"اوہو! ڈرنے کی بات نہیں۔ جب پولیس یہاں آئے تو تم بلا خوف اسے بتا سکتی ہو کہ ایک

آدمی جس نے قیدیوں کا لباس پہن رکھا تھا یہاں آیا تھا.... اور اس نے تمہیں بے قابو کر کے شیو کیا۔ تمہارے شوہر کے کپڑے پہنے اور رفوچکر ہو گیا۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔"

عورت کچھ نہ بولی۔ اُس کے چہرے پر خوف اور الجھن کے ملے جلے آثار تھے۔

"بولو.... جلدی کرو.... سنو کتے کس قدر شور مچا رہے ہیں۔"

"آپ بحفاظت.... نکل.... جائیں گے۔" عورت کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"اب مجھے کوئی نہیں پا سکتا۔" مفرور کے لہجے میں خود اعتمادی تھی۔

"تو پھر....!"

"تمہیں منظور ہے۔" مفرور چہک کر بولا۔

عورت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر مفرور نے اسے ایک کرسی میں جکڑ دیا۔

"ہاں سنو! تمہارے منہ میں رومال ابھی ہونا چاہئے ورنہ قانون تم سے پوچھے گا کہ تم چیخیں کیوں نہیں۔"

عورت نے منہ کھول دیا۔ دو تین منٹ بعد وہ ہلکے سروں میں سیٹی بجاتا ہوا نیچے جانے کے لئے آہستہ آہستہ زینے طے کر رہا تھا۔

اندھیری گلیوں میں بھیڑ تھی اور کئی طرح کا شور رات کے سناٹے کو مجروح کر رہا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے پولیس والوں اور بستی کے باشندوں کی بھیڑ میں مل گیا کسی نے اس کی طرف دھیان تک نہ دیا۔ وہ لوگ تو دراصل ایک ایسے آدمی کی تلاش میں تھے جس کے جسم پر جیل خانے کے کپڑے تھے۔

مفرور بڑے اطمینان سے ایک ایک گلی میں گھستا پھر رہا تھا.... لیکن اب فرار کی ساری راہیں مسدود ہو چکی تھیں کیونکہ ہر گلی کے اختتام پر دو تین مسلح کانسٹیبل ضرور موجود تھے اور وہ لوگوں کو گلیوں سے نکل کر سڑک پر جانے سے روک رہے تھے۔

ایک گلی کے نکڑ پر اُسے صرف دو کانسٹیبل نظر آئے وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔

"کیا یہاں صرف دو ہی ہیں۔" اُس نے پُر رعب آواز میں پوچھا۔

وہ دونوں چونک کر اٹینشن ہو گئے۔

"ہماری کار کدھر گئی۔"

"ادھر تو کوئی گاڑی نہیں صاحب۔"

"اوہ تو ادھر ہو گی۔" وہ ایک کانسٹیبل کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ذرا جوان لپک کر ڈرائیور کو بولو ادھر لائے۔"

"کدھر ہے صاحب۔" اُس نے پوچھا۔

"وہ.... اُدھر.... جیمس اینڈ جعفری کمپنی کے سامنے۔"

پھر وہ کنکھیوں سے اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ جیسے ہی وہ چوراہے سے دوسری طرف مڑا اس نے پاس کھڑے ہوئے کانسٹیبل کی گردن پکڑ لی۔ ایک ہاتھ سے اس نے اس کا منہ دبایا اور دوسرے سے اس وقت تک اس کا گلا گھونٹتا رہا جب تک کہ اس کا دم نہیں نکل گیا۔ بستی کے دوسرے حصوں میں اب بھی شور ہو رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے مردہ کانسٹیبل کو زمین پر ڈال دیا اور پھر سیدھا ہو کر اتنی لاپروائی سے ہاتھ جھاڑنے لگا جیسے اس نے اپنے ڈرائنگ روم کی کوئی کرسی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھی ہو۔ پھر اس نے تیز قدموں سے چلتے ہوئے سڑک پار کی اور دوسرے کنارے کی عمارتوں کے سلسلے میں گم ہو گیا۔

ایک گھنٹے بعد وہ ایک ایسے ریستوران کے سامنے کھڑا تھا جسے شاید بند کیا جا رہا تھا لیکن ویٹر جو پردہ کھینچ کر دروازہ بند کرنے جا رہا تھا اُسے دیکھ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسکے پیر کانپنے لگے تھے۔

"کیا کوئی گاہک....!" کاؤنٹر کے پیچھے سے ایک گرجدار آواز آئی۔ "ریستوران بند ہو رہا ہے۔"

"ریستوران کے بچے اپنی شکل دکھاؤ۔" مفرور اندر پہنچ کر غرایا۔

کاؤنٹر کے پیچھے سے ایک چہرہ ابھرا جس کے قریب شراب کا گلاس تھا۔ لیکن مفرور کی صورت دیکھتے ہی گلاس فرش پر آ رہا۔ سناٹے میں شیشے کے ٹکڑوں کی کھنکناہٹ گونج کر رہ گئی۔

"آپ....؟" کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے منہ سے چیخ سی نکلی۔

"ہاں میں.... اور تم حرام زادو! یہاں گلچھرے اڑا رہے ہو۔"

"میں بتاؤں۔" وہ کاؤنٹر کے نیچے سے نکل کر کانپتا ہوا بولا۔ "سارا قصور اس نک چپٹے کا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں.... ویسے آپ کی مرضی۔ آج بھی میری جان آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ ایک تنومند اور خوفناک چہرے کا آدمی تھا لیکن مفرور کے سامنے اس طرح کانپ رہا تھا

جیسے اُسے موت نظر آ گئی ہو۔

"اور سب کہاں ہیں۔" مفرور نے پوچھا۔

"اوپر.... سب پریشان ہیں سردار۔" اس نے آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن وہ نک چپٹا! وہ بڑا سور کا بچہ ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ آپ کے دشمنوں کو کچھ ہو جائے۔ سردار بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"ہشت! بکو مت.... چلو....!"

وہ اُسے ایک دوسرے کمرے میں لایا جس کے داہنے سرے پر پہنچ کر اُس نے دیوار سے لگی ہوئی ایک کھونٹی اپنی طرف کھینچی کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ سامنے والی دیوار میں ایک چوکور سا شگاف نمودار ہو گیا.... اور پھر مفرور کے اُس میں داخل ہوتے ہی دیوار برابر ہو گئی۔

اسے ایک چھوٹی سی لفٹ اوپر کی طرف لے جا رہی تھی۔ لفٹ آخری منزل کے ایک وسیع کمرے میں پہنچ کر رک گئی۔ یہاں پہلے ہی سے دس بارہ آدمی مختلف قسم کے تفریحات میں مشغول تھے۔ کچھ شراب پی رہے تھے۔ کچھ تاش کھیل رہے تھے اور ان کے درمیان ایک مسخرا اچھل کود رہا تھا۔ لفٹ کے رکنے کی آواز نے ان پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا۔ ان میں سے ہر ایک نے غلط انداز میں نگاہیں لفٹ پر ڈالیں اور پھر مشغول ہو گئے.... لیکن جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا.... کئی ایک کے منہ سے خوفزدہ سی آوازیں نکل گئیں۔

مفرور دونوں ہاتھ کمر پر رکھے سینہ نکالے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

جو جہاں تھا وہیں رک گیا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آدمی نہیں پتھر کے بت ہوں۔ صرف ان کی پلکیں جھپک رہی تھیں۔

"یہ سب کس خوشی میں!" مفرور کی طنز آمیز آواز سناٹے میں لہرائی اور گونج کر رہ گئی۔ جواب میں کسی قسم کی آواز نہ سنائی دی گئی۔

"نمک حرام! تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔" مفرور پھر گرجا۔

"سس.... سردار....!" ایک نے کچھ کہنے کی ہمت کی۔

"شٹ اپ.... کارلے کر کون گیا تھا۔"

"میں....!" مجمع سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔ یہ بھی خاصا لحیم شحیم آدمی تھا اور اس

کے چہرے پر سب سے زیادہ بدنما چیز اس کی چپٹی ناک تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"تم کہاں مر گئے تھے۔" مفرور نے گرج کر کہا۔

"میں اشارے تو دے رہا تھا آپ کو۔" چپٹی ناک والے نے بھی اُسی لہجے میں کہا۔

مفرور نے ایک بار پھر اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

پاس کھڑے ہوئے دوسرے آدمی لرز گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اس کا کیا مطلب تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دوسرے لمحے میں وہ اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ خود سے نہ گرا سکے گا۔

"راہل....!" چپٹی ناک والے نے منہ بگاڑ کر کہا۔ "میں چوہا نہیں ہوں۔ میری ہڈیاں بھی چوڑی ہیں۔"

"میں تمہیں چوہے کی موت ماروں گا۔" راہل کا جملہ اس وقت پورا ہوا جب چپٹی ناک والا اس کی گرفت میں آکر اس کے سر سے بلند ہو چکا تھا۔ پھر سامنے کی دیوار دھماکے سے جھنجھنا اٹھی.... چپٹی ناک والے کی طویل چیخ اس وقت تک کمرے میں گونجتی رہی جب تک کہ اس کا دم نہیں نکل گیا۔ اُس نے ایک مرتے ہوئے کتے کی طرح اپنے ہاتھ پیر پھیلائے اور ٹھنڈا ہو گیا۔

"رحم! رحم....!" سب بیک وقت چیخے۔

"بیٹھ جاؤ۔" راہل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر ایک آدمی کو مخاطب کر کے بولا۔ "شہباز! ایک لارج وہسکی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ان سے کافی فاصلے پر بیٹھا وہسکی کی چسکیاں لے رہا تھا۔

اس دوران میں اس نے ایک بار بھی لاش کی طرف نہیں دیکھا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر یہ دوسرا قتل تھا لیکن راہل کا چہرہ پرسکون تھا۔

چھوٹی سی ولائتی چوہیا کے پچھلے پیروں میں ننھے ننھے گھونگھرو بندھے ہوئے تھے۔ پھدک رہی تھی۔ حمید اسے کافی عرصے سے تربیت دے رہا تھا۔ اور اب وہ باقاعدہ تھرکنے لگی تھی۔ اس کے اس کارنامے پر فریدی کو بھی حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ چوہوں کو ٹرینڈ کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔

حمید نے تھوڑی دیر بعد وائیلن ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن چوہیا اپنے پچھلے پیروں پر کھڑی تھوتھنی اوپر کو اٹھائے سر ہلاتی رہی۔ حمید میز پر ہاتھ ٹیک کر جھکا اور اس کے منہ کے قریب اپنا چہرہ لے جا کر بڑبڑانے لگا۔ "بس کر میری جان تیرے ننھے ننھے پیر دکھ جائیں گے۔ تو رقاصہ بہار ہے۔ تو ککو کی طرح پھوہڑ پن سے کولہے تو نہیں مٹکاتی اور.... سنہرے پانی میں چاندی سے پاؤں لٹکائے شفق نے تجھ کو سرے جوئبار دیکھا ہے وغیرہ وغیرہ.... اور میری جان میں شاعر نہیں ورنہ تم سے پوچھتا۔ کون سا گیت سنو گی انجم.... اور میں ناول نویس نہیں ورنہ تم کو امراؤ جان ادا بنا دیتا.... مگر آہ.... مجھے آج تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ تم نر ہو یا مادہ۔"

پھر خاموش ہو کر ادھر ادھر دیکھتے رہنے کے بعد بلند آواز میں بولا۔ "سنتی ہو میری جان! اب ہم تم بہت دور چلے جائیں گے۔ افق کے پار.... کیونکہ پچھلی رات راہل جیل خانے سے نکل بھاگا ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو کر اس دروازے کی طرف دیکھنے لگا، جو فریدی کے کمرے میں کھلتا تھا۔

اتنے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا اور چوہیا حمید کے کوٹ میں کود گئی۔

"صاحب! آپ ہی چل کر سمجھا دیئے۔" نوکر نے حمید سے کہا۔

"کیا مطلب....!"

"صاحب اُن سے ملنا نہیں چاہتے اس لئے کہلوا دیا ہے کہ گھر پر نہیں ہیں۔ لیکن وہ کہتی ہیں میں انتظار کروں گی۔"

"ہائیں....!" حمید چونک کر بولا۔ "میں انتظار کروں گی۔"

"جی ہاں وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئی ہیں اور صاحب اوپر ہیں۔"

"انہوں نے کیا کہا ہے۔"

"کہہ دو گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"اوپر کیا کر رہے ہیں۔"

"پتہ نہیں دروازے بند ہیں۔"

"حمید سمجھ گیا کہ فریدی اپنی تجربہ گاہ میں ہے اور وہ کسی عورت سے نہیں ملنا چاہتا لیکن وہ ملاقات ہی کر کے جانے پر اڑ گئی۔"

حمید نے سوچا کہ فریدی پر غصہ کرنے سے پہلے ذرا ایک نظر اس عورت کو بھی دیکھ لے۔ ہو سکتا ہے کہ فریدی اس عورت سے نہ ملنے میں حق بجانب ہو۔

اور پھر جب اس نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو اس کی عاقبت روشن ہو گئی۔ لڑکی بہت حسین تھی اور کچھ خوفزدہ سی نظر آ رہی تھی۔ حمید کی دانست میں فریدی سچ مچ حق بجانب تھا۔ کیونکہ وہ جوان اور حسین لڑکیوں سے ملنے سے کتراتا تھا۔ حتیٰ کہ اگر وہ کبھی کسی رقص گاہ میں اتفاقاً پھنس جاتا تو اُسے اپنے لئے ہم رقص منتخب کرنے کے سلسلے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے تھے۔ بہر حال وہ کسی بدصورت عورت ہی کا انتخاب کرتا تھا اور اگر کوئی ادھیڑ عمر کی مل گئی تو پھر کیا کہنا۔

حمید کو دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"فریدی صاحب تشریف نہیں رکھتے۔" حمید نے کہا۔

"اوہ....!" لڑکی کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔ "میں سمجھی تھی.... شائد۔"

"میں ان کا اسسٹنٹ ہوں۔"

"اوہ.... میں فریدی صاحب سے ملنا چاہتی ہوں.... کیا میں یہیں ان کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

حمید نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"میرے لائق کوئی خدمت۔"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ صرف فریدی صاحب ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔" لڑکی ہچکچا کر بولی۔

"تشریف رکھئے۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "آپ کھڑی کیوں ہیں۔"

"اوہ.... شکریہ۔"

"لیکن فریدی صاحب کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب واپس آئیں۔" حمید نے کہا۔ "آفس ٹائم بھی ہو گیا ہے اگر انہیں آنا ہوتا تو اب تک آ گئے ہوتے۔"

"اوہ.... تب تو.... تب تو ڈیڈی گئے۔" دفعتاً لڑکی کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اس نے

تھوڑے تامل کے بعد کہا۔ "میں چاہتی تھی کہ جلد کچھ کیا جائے۔"

"بات کیا ہے؟" حمید اس کے سامنے کے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"ڈیڈی کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"تو آپ پولیس کو اطلاع دیجئے.... مگر انہیں کون سا خطرہ لاحق ہے۔"

"اوہ.... بڑے پُر اسرار حالات ہیں...." وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ "میری بدقسمتی کہ فریدی صاحب موجود نہیں ہیں۔ میں جا رہی ہوں لیکن جیسے ہی وہ آئیں براہِ کرم! تھری نائین تھری پر فون کر دیجئے گا۔ میرا نام لوسی ہے۔ اُف میرے خدا میں کیا کروں۔"

"آپ مجھے بتائیے۔" حمید نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

"مجبوری ہے.... میں صرف ایک بار بتانا چاہتی ہوں۔ بہتیری تفصیلات ایسی ہیں جن کا دہرانا ٹھیک نہ ہوگا.... آپ مجھے فون کر دیجئے گا۔ شکریہ۔"

پھر اس نے حمید کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ کمپاؤنڈ میں اس کی چھوٹی سی آسٹن کھڑی تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی پھاٹک سے نکال لے گئی۔ حمید چند لمحے برآمدے میں کھڑا پھاٹک کی طرف گھورتا رہا پھر جیب سے چوہیا کو نکالا اور اسے اپنے چہرے کے قریب لے جا کر بولا۔ "سناڈارلنگ ان کا ڈیڈی خطرے میں ہے۔ تمہیں تو شاید اپنے ڈیڈی کا پتہ بھی یاد نہ ہو کہو تو تھری ناٹ تھری پر اُسے فون کر دوں کہ اگر فریدی صاحب سے گفتگو کرنی ہے تو اس کے لئے تمہاری والدہ محترمہ ہی زیادہ مناسب ہوں گی۔"

پھر اس نے چوہیا کو جیب میں ڈال کر اندر کی راہ لی۔ فریدی اب بھی تجربہ گاہ ہی میں تھا۔ وہ سیدھا اوپر چلا گیا۔ تجربہ گاہ کے سارے دروازے بند تھے اس نے ایک پر دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے آواز آئی۔

"وہی جانثار جس نے پچھلے سال آپ کو آئس کریم کھلائی تھی" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

اندر قدموں کی آواز سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ فریدی ایک ہاتھ میں شیشے کا ٹسٹ ٹیوب لئے کھڑا تھا۔

"کیا ہے؟" فریدی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"اطلاع ملی ہے کہ میدان صاف ہو گیا۔ وہ شیرنی دھاڑتی ہوئی واپس چلی گئی۔ جس کا ارادہ تھا

کہ آپ کو چیر پھاڑ کر ڈکاریں لیتی ہوئی اللہ کا شکر ادا کرے۔"

فریدی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی اور وہ حمید کی پھولتی پچکتی ہوئی جیب کی طرف دیکھنے لگا پھر آہستہ سے اس نے پوچھا۔ "کوئی فون تو نہیں آیا تھا۔"

حمید جھنجھلا کر رہ گیا۔ اُسے توقع تھی کہ فریدی اس لڑکی کے متعلق پوچھے گا۔

"جی نہیں کوئی فون نہیں آیا لیکن میں پوچھتا ہوں کہ آپ آئندہ نسلوں پر کون سا احسان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"یہ...." فریدی ٹسٹ ٹیوب کو حمید کی آنکھوں کے قریب گردش دیتا ہوا بولا۔ "کواری ہے۔"

"یعنی غیر شادی شدہ۔" حمید پلکیں جھپکا کر بولا۔

"تم ان لغویات کے علاوہ اور سوچ بھی کیا سکتے ہو۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"اچھا تو پھر کنواری اونٹ کی مینگنی کو کہتے ہیں۔"

"ابے کنواری نہیں کواری۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"کیا بات ہوئی؟ کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"او گدھے! وہ زہر ہے جس کی شناخت ناممکن ہے۔ اسے استعمال کرنے والے کی موت قدرتی سمجھی جاتی ہے۔"

"مجھے زہروں سے دلچسپی نہیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "میں تو لوسی کے ڈیڈی کے متعلق سوچ رہا ہوں جس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"خوب....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تو اس نے اپنا نام لوسی بتایا ہے۔"

"پھر کیا بتاتی۔"

"خیر آگے کہو۔" فریدی ٹسٹ ٹیوب کو ایک طرف رکھتا ہوا بولا۔

"آپ اس سے ملے کیوں نہیں۔"

"ضرورت نہیں سمجھی۔" فریدی نے اپنے داہنے شانے کو جنبش دے کر پوچھا۔

"کوئی پیغام چھوڑ گئی ہے۔"

"جب آپ گھر پر موجود ہوں تو اُسے تھری ناٹ تھری پر فون کر دیا جائے۔"

"خوب....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آدھے گھنٹے بعد اسی نمبر پر فون کر دینا۔ لوسی سے

کہنا کہ فریدی آج صبح سے بہت خائف ہے وہ راہل کے ڈر سے باہر نہیں نکل سکتا۔"

"کیا مطلب....!" حمید چونک کر بولا۔ جواباً فریدی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ پھر ٹسٹ ٹیوب پر جھک گیا۔ حمید اسے گھور رہا تھا۔

"اور ہاں....!" فریدی پھر سر اٹھا کر بولا۔ "لوسی سے یہ بھی کہنا کہ راہل ایک ہفتے سے زیادہ جیل کے باہر نہیں رہ سکتا۔ دل چاہے تو یہ ضرور کہہ دینا کہ راہل سے کہو.... یہ چالیس اتنی پرانی ہو گئی ہیں کہ ان سے بدبو آنے لگی ہے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو بخار تو نہیں ہے۔" حمید اپنی گدی سہلاتا ہوا بولا۔

"شکریہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ کرو۔"

❁

تھری ناٹ تھری کے فون کی گھنٹی بج رہی تھی، جس میز پر فون رکھا ہوا تھا وہ خالی تھی اور کمرے میں بھی کوئی نہیں تھا.... البتہ باہر کے بڑے کمرے میں آٹھ دس کلرک بیٹھے فائیلوں سے سر مار رہے تھے اور اسی کمرے کے دکھنی سرے پر لگے ہوئے پارٹیشن کے پیچھے ٹائپ رائٹروں کی کھڑکھڑاہٹ گونج رہی تھی۔ اندرونی کمرے کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی لیکن باہر بیٹھے ہوئے کلرکوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر ایک آدمی مغربی دروازے سے اندر داخل ہو کر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا فون والے کمرے میں چلا گیا۔

"ہیلو....!" اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوہ.... اچھا.... ذرا رکیے! میں بلواتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کو میز پر ڈال دیا اور اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر میز کی دراز کھولی اور اس میں سے کسی وزنی دھات کی دو گولیاں نکال کر منہ میں ڈال لیں۔ کئی سیکنڈ تک منہ چلا چلا کر انہیں کسی مناسب جگہ پر بٹھانے کی کوشش کرتا رہا پھر دوبارہ ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!" اس بار اس کی آواز عورتوں کی طرح سریلی تھی۔ "ہیلو! میں لوسی بول رہی ہوں.... اوہ بہت پریشان ہوں.... نہیں آئے۔ ارے.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... جی.... میں پھر نہیں سمجھی۔ دیکھئے مذاق نہ کیجئے.... میری یہ حالت ہے کہ شاید جلد ہی ہارٹ فیل ہو جائے۔ اُف میرے ڈیڈی.... جی.... آپ نہ جانے کیا کہہ رہے ہیں۔ شٹ اپ احمق ہیں۔

نہ جانے کیا بک رہے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا اور منہ سے گولیاں نکال کر جیب میں ڈالتا ہوا دروازے کی طرف جھپٹا۔ وہ کئی کمروں سے گذرتا ہوا بالکنی میں نکل آیا۔ اب وہ بڑی تیزی سے طویل بالکنی کے آخری سرے والی لفٹ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں لفٹ اُوپر کی طرف لے جا رہی تھی، چوتھی اور آخری منزل پر پہنچ کر اُس نے لفٹ رکوائی اور اس طرح کود کر باہر آیا جیسے لفٹ کے اندر اسے اپنی جان کا خطرہ رہا ہو۔

اس منزل پر صرف ایک ہی کمرہ تھا۔ اس نے جیب سے ایک کنجی نکالی اور مقفل دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوا۔

یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی سامان نہیں تھا۔ دیوار اور فرش سب ننگے تھے اس نے دروازہ بند کر کے اسے اندر سے مقفل کر دیا۔ پھر ایک گوشے میں اکڑوں بیٹھ کر دیوار سے ملے ہوئے ایک ٹائیل کو دونوں ہاتھوں سے دبانے لگا۔ دفعتاً کھٹاکے کی آواز آئی اور اس کے پشت کی دیوار کی سطح پر ایک عجیب وضع قطع کی مشین اُبھر آئی وہ اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

"سرجنٹ حمید کا فون۔" اس نے بظاہر اس مشین کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیا خبر ہے۔" مشین سے آواز آئی۔

"لوسی موجود نہیں تھی اس لئے میں نے ہی اس کا رول ادا کیا۔"

"ٹھہرو....!" مشین سے آواز آئی۔ "بھلا لوسی کا اس معاملے میں کیا تعلق۔"

"آپ کے حکم کے مطابق اسی کو بھیجا گیا تھا۔"

"بکواس! تم بالکل گدھے ہوتے جا رہے ہو۔ تمہیں روشی کے لئے کہا گیا تھا۔ لوسی کا بھی کوئی ڈیڈی نہیں تھا اور شاید فریدی جانتا ہے کہ لوسی کا تعلق کن لوگوں سے رہ چکا ہے۔"

"تب تو.... تب تو میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔" اُس نے کانپتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو۔" مشین سے غراتی ہوئی آواز آئی۔ "پیغام کیا تھا۔"

"یہی کہ وہ راہل کے خوف کی وجہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتا اور راہل ایک ہفتے سے زیادہ جیل سے باہر نہ رہ سکے گا۔"

"راہل کون ہے؟" مشین سے آواز آئی۔

"غالباً وہ ڈاکو جو پچھلی رات جیل سے فرار ہوا ہے۔"

"اس کا اس معاملے سے کیا تعلق۔" مشین سے آواز آئی۔

"مجھے علم نہیں۔"

"مسٹر پارکر۔" مشین سے آواز آئی۔

"یس باس....!" پارکر مشین کے سامنے اور زیادہ مؤدب ہو گیا۔

"تم فرم کے منیجر ہو۔"

"یس باس....!"

"لیکن تم گدھے ہو۔ آخر اس لڑکی نے فرم کا فون نمبر کیوں دیا۔"

"میں اس سے جواب طلب کروں گا۔" پارکر نے کہا۔

"بیکار ہے۔ اس لڑکی کو نمبر چار میں بھیج دو اور نمبر چار سے روشی کو بلالو۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے سارے آدمی قابل اعتماد ہوں گے۔"

"جی ہاں.... سب وفادار ہیں۔"

"اچھا تو پھر....!" مشین سے آواز آئی۔ "تمہاری فرم میں لوسی نام کی کوئی لڑکی کبھی تھی ہی نہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" پارکر نے مسکین صورت بنا کر کہا۔ "میں سمجھ گیا۔"

"جلدی کرو۔" مشین سے آواز آئی.... اور پھر اس بار دیوار خود بخود برابر ہو گئی۔ مشین غائب ہو چکی تھی اور دیوار کی چکنی اور سفید سطح کی طرح چمک رہی تھی۔

❁

سرجنٹ حمید نے ٹیلی فون ڈائریکٹری بند کر کے ایک طرف ڈال دی اور اب وہ پھر فریدی کی تجربہ گاہ کی طرف جا رہا تھا۔

"سنا آپ نے۔" حمید فریدی کو مخاطب کر کے بولا، جو غالباً اپنا مشغلہ ختم کر چکا تھا اور اب سگار جلانے کے لئے جیب میں لائٹر ٹٹول رہا تھا۔ وہ معنی خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"تھری ناٹ تھری، رگبی امپورٹرز کا نمبر ہے۔"

"رگبی امپورٹرز....!" فریدی ذہن پر زور دینے لگا۔

"اوہ وہی! کھیل کود کا سامان سپلائی کرنے والی فرم جس کے ذمے ہمارے ساڑھے سات سو روپے واجب الادا ہیں۔"

"اچھا....!" فریدی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے سگار سلگایا اور اپنے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو گھورنے لگا۔"

"تم شاید کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔" اس نے ناخنوں پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ راہل سے بُری طرح خائف ہو گئے ہیں اور اب خواہ مخواہ آپ کو ایک ایک قدم پر سازشوں کے جال دکھائی دیں گے۔ ضروری نہیں کہ آپ سے اندازے کی غلطی کبھی نہ ہو۔ آپ نے اس لڑکی کو مایوس کر کے بُرا کیا۔"

"کوشش کر دیکھو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم اس فرم میں اس نام کی کوئی لڑکی نہ پاؤ گے۔"

"جناب میں اس سے گفتگو کر کے آرہا ہوں۔"

"ہوں.... ہو سکتا ہے۔" فریدی نے بے تعلقانہ انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"آخر کس بناء پر آپ نے اسے راہل کی ساتھی تصور کر لیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔" فریدی نے سگار کی راکھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر یک بیک سر اٹھا کر بولا۔ "پھر یہ یاد آجانا معجزہ تو نہیں کہ میں ایک بار اُسے راہل کے ساتھ بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"بہر حال آپ راہل سے بھی بُری طرح خائف ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی اس طرح مسکرایا جیسے وہ کسی ناسمجھ بچے سے گفتگو کر رہا ہو۔ وہ ایک لمحے کے لئے رک کر بولا۔ "ویسے اگر تم راہل کو گرفتار کرنا چاہو تو وہ جاوید بلڈنگ کی چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ میں اس وقت بھی مل جائے گا۔ لیکن اگر تم سامنے کے دروازے سے گئے تو تمہیں مایوسی ہو گی کیونکہ اس میں ہمیشہ ایک بڑا سا گرد آلود قفل لٹکتا رہتا ہے۔"

"پھر....!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمہیں اس تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلے اسی عمارت کی نچلی منزل کے ایک ریستوران میں گھسنا پڑے گا اور اس کے عقبی کمرے سے ایک لفٹ تمہیں ٹھیک اس کمرے میں لے جائے گی

جہاں راہل کے سارے ساتھی اکٹھا ہوتے ہیں۔"

"اور اتنی معلومات رکھنے کے باوجود بھی آپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" فریدی بجھے ہوئے سگار کو دوبارہ سلگاتا ہوا بولا۔

"آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں، بہت کچھ۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "یہ باتوں کا نہیں کام کا وقت ہے۔ میں تمہیں جلد ہی سب کچھ بتاؤں گا۔ ویسے فی الحال ایک ہلکا اشارہ دے سکتا ہوں.... راہل کو میں نے ہی جیل سے نکلوایا ہے۔"

"کیوں؟" حمید چونک کر بولا۔

"یہی تو میں تمہیں پھر کسی وقت بتاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "راہل یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جیلر کو پھانس کر اپنا کام بنالیا۔ معاملہ تیس ہزار روپیوں پر طے ہوا تھا۔ اب راہل کو اس کی ادائیگی کی فکر ہو گی.... فی الحال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ روپیہ کیونکر مہیا کرتا ہے۔"

"مجھے آپ پاگل بنادیں گے۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیوں....؟"

"ارے آپ نے محض روپیہ مہیا کرنے کا طریقہ دیکھنے کے لئے راہل کو جیل سے نکلوادیا۔"

"نہیں فرزند! ابھی میں جوان ہوں مجھ پر بڑھاپے نے حملہ نہیں کیا۔"

"پھر بھی.... میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"اوہو! فی الحال اس تذکرے کو رہنے دو۔" فریدی اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "کیا تم رگبی امپورٹرز کے دفتر جا کر لوسی کی خبر نہ لو گے۔"

"ٹھیک یاد آیا۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "وہ لڑکی.... ہائے۔"

"عشق نہیں فرمائیں گے آپ؟" فریدی اسے گھور کر بولا۔

بے بسی کی موت

جاوید بلڈنگ کی چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ سے ایک آدمی برآمد ہوا۔ جس کی ظاہری

شان و شوکت متمول آدمیوں جیسی تھی۔ اس نے دروازے کو مقفل کیا اور آہستہ آہستہ گنگناتا ہوا زینے طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیچے فٹ پاتھ پر تھا۔

رات سرد اور تاریک تھی اس نے پر رونق سڑک پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر سامنے کی دوکان کے شوکیس کی طرف دیکھنے لگا جس میں ایک عورت کا ایک آدھا مجسمہ ریشم کے بلاؤز کا پرچار کر رہا تھا.... اس نے بڑے پُر اطمینان انداز میں جیب سے سگریٹ کیس نکالا اور سگریٹ منتخب کر کے ہونٹوں میں دبایا ہی تھا کہ اسے ہاتھ اٹھا کر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی رکوانی پڑی۔

"راجرس اسٹریٹ" اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ پھر جھک کر سگریٹ سلگانے لگا.... ٹیکسی چل پڑی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد راجرس اسٹریٹ کی ایک عالیشان عمارت کے سامنے کھڑا تھا لیکن شاید اس سے بے خبر تھا کہ ایک دوسری کار بھی اس کی ٹیکسی کے تعاقب میں یہاں تک آئی ہے۔

عمارت کے پھاٹک کے داہنے ستون پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر تحریر تھا۔ "سر جگدیش ورما" وہ بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔

جس سے وہ ملاقات کا متمنی تھا شاید وہ عمارت کے اندر موجود تھا کیونکہ اس کا ملاقاتی کارڈ لے جانے والے نوکر نے بڑے مؤدبانہ انداز میں ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

کمرہ خالی تھا۔ وہ چپ چاپ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر جب ایک سگریٹ سلگانے جا رہا تھا داہنے ہاتھ کے دروازے سے ایک ادھیڑ عمر مگر وجیہہ آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"میرا خیال ہے" اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں پہلی بار آپ سے شرف ملاقات حاصل کر رہا ہوں۔ فرمایئے میرے لائق کوئی خدمت۔"

"اوہو! سر جگدیش۔" ملاقاتی نے بے تکلفی سے ہنس کر کہا۔ "مجھے اتنی جلدی بھول گئے۔"

سر جگدیش کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ وہ ملاقاتی کو گھور رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر ایسے آثار تھے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس جملے پر بداخلاق ہو جائے گا۔

"مجھے یقین ہے کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔" سر جگدیش نے نرم لہجے میں کہا۔

"اس صورت میں نہ دیکھا ہو گا۔" ملاقاتی پھر ہنسا۔ "جیل سے بھاگے ہوئے جیالوں کو اپنی

شکل بگاڑنی ہی پڑتی ہے۔"

"اوہ.... مائی گارڈ۔" سر جگدیش نے تھکی تھکی سی آواز میں کہا۔ "راہل۔" اور پھر وہ اس طرح ایک صوفے میں گر گیا جیسے اس کے پیروں میں کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"ہاں.... آں!" راہل نے لاپروائی سے کہا۔ "میں جیل میں رہ کر پھانسی کا انتظار تو کر نہیں سکتا تھا۔"

"لیکن.... لیکن....!" سر جگدیش ہکلایا۔

"مجھے تیس لاکھ روپوں کی سخت ضرورت ہے۔" راہل اس کی بدلتی ہوئی حالت کو نظر انداز کر کے بولا۔

"تیس لاکھ....!" سر جگدیش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ بہت زیادہ ہے.... نہیں.... نہیں.... میری حیثیت سے زیادہ۔"

"شرم! سر جگدیش! ایک شریف آدمی کو جھوٹ نہ بولنا چاہئے۔ تیس لاکھ تمہارے لئے بڑی بات نہیں۔"

"راہل یہ بہت زیادہ ہے.... میں مجبور ہوں۔"

"چلو اچھا اسے قرض ہی سمجھ لو۔" راہل مسکرا کر بولا۔ "تم مجھے جتنا ہر ماہ ادا کرتے ہو اس وقت تک کے لئے بند کر دینا جب تک کہ تیس ہزار کا حساب نہ صاف ہو جائے۔"

"نہیں.... نہیں! میں یکمشت اتنی رقم مہیا نہیں کر سکتا۔"

"سوچ لو سر جگدیش! تمہارا آنے والا بڑھاپا بڑا داغدار ہو گا۔"

"اوہ.... راہل تم سمجھتے کیوں نہیں.... یہ رقم بہت زیادہ ہے۔"

"لیکن وہ گناہ۔" راہل بے دردی سے ہنسا۔

"ٹھہرو! مجھے سوچنے دو۔"

"مجھے روپیہ اسی وقت چاہئے۔" راہل نے کہا۔

"کل.... اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔" سر جگدیش نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"کس وقت....!"

"شام کو۔"

"اچھا تو منٹو پارک میں میرا آدمی موجود رہے گا.... شب بخیر۔" راہل کمرے سے نکل گیا لیکن اسے رخصت ہوتے ہوئے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سر جگدیش کو ایک دوسرے ملاقاتی کے کارڈ سے دوچار ہونا پڑا جس پر تحریر تھا "اے۔ کے فریدی انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی۔"

سر جگدیش کے چہرے پر الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ لیکن اس نے فریدی کو بلوانے میں دیر نہیں کی۔ دوسرے لمحے میں اس کے سامنے ایک مناسب قد و قامت کا خوش رو نوجوان کھڑا تھا۔ سر جگدیش اُسے ستائشی نظروں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" فریدی ایک صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "لیکن جب آپ یہ محسوس کریں گے کہ قانون آپ کی مدد کا محتاج ہے تو آپ کو یقیناً خوشی ہو گی۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔"

"کیا ابھی یہاں راہل آیا تھا۔" فریدی نے بے ساختہ پوچھا۔

"بھلا راہل یہاں کیوں آنے لگا۔"

"دیکھئے سر جگدیش آپ ایک معزز آدمی ہیں اور ساتھ ہی قانون دان بھی۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کسی مفرور قیدی کو پناہ دینا کس حد تک خطرناک ہے۔"

"مگر.... میں نے.... میں نے کسی مفرور قیدی کو پناہ نہیں دی۔"

فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ سر جگدیش کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور وہ کسی خوفزدہ بچے کی طرح بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"میرے محکمے کے آدمیوں نے کچھ دیر قبل راہل کو آپ کی کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا تھا اور میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی یہیں ہے۔ یقین کیجئے مجھے صرف اس کی گرفتاری سے غرض ہے اس سے دلچسپی نہیں کہ وہ کہاں سے برآمد ہوا۔"

سر جگدیش کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

"دیکھئے سر جگدیش....!" فریدی نرمی سے بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ آپ جیسے معزز آدمی نے اسے خوشی سے پناہ نہ دی ہو گی۔"

"میں نے اُسے پناہ نہیں دی۔" سر جگدیش بے ساختہ بولا۔

"کیا وہ آپ کو بلیک میل کر رہا ہے۔"

"جی.... جج....!" سر جگدیش کانپنے لگا۔

"بہر حال میرا خیال ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اب بتائیے کہ وہ کہاں ہے؟"

"وہ یہاں کچھ دیر قبل آیا تھا اور آپ کے آنے سے دس منٹ پہلے چلا گیا۔"

"چلا گیا۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔ "لیکن کسی نے اُسے یہاں سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"یقین کیجئے وہ چلا گیا۔ ویسے آپ تلاشی لے سکتے ہیں۔"

فریدی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "سر جگدیش آپ ایک اچھے اور نیک نام آدمی ہیں.... اس لئے میں آپ کو یہ بتانے پر مجبور نہ کروں گا کہ راہل آپ کو کیوں بلیک میل کر رہا ہے لیکن آپ کو قانون کا ہاتھ بٹانا ہی پڑے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" جگدیش نے آہستہ سے کہا۔

"اگر آپ راہل کے ٹھکانے سے واقف ہوں تو مجھے مطلع کیجئے۔"

"آفیسر! یقین کیجئے کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن اتنا بتا سکتا ہوں کہ کل شام کو اس کا کوئی آدمی منٹو پارک میں مجھ سے تیس لاکھ روپے وصول کرے گا۔"

"تیس لاکھ....!" فریدی چونک کر بولا۔ "بہت بڑی رقم ہے۔"

"مجبوری۔" سر جگدیش مضمحل آواز میں بولا۔

"خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ کی اطلاعات کا شکریہ۔"

انسپکٹر فریدی سر جگدیش کو حیران و ششدر چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ حیرت کی بات بھی تھی کیونکہ اس نے اسے بلیک میلنگ کی وجہ بتانے پر مجبور نہیں کیا تھا۔

❁

سر جنٹ حمید ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک خوشگوار رات گزار رہا تھا۔ اس کی میز پر ایک دوسرا آدمی بھی تھا.... یہ رگبی امپورٹرز کا اینگلو انڈین منیجر مسٹر پارکر تھا۔ دونوں وہسکی پی رہے تھے۔

"مسٹر پارکر....!" حمید لچک کر بولا۔ "میں تو مر گیا.... ہائے۔"

"میں بھی مر گیا.... میرے پیارے.... ہائے۔" پارکر نے اس کی نقل اتاری۔

"کبھی تمہیں کسی سے عشق بھی ہوا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں! وہ میری بیوی کی خالہ تھی۔" پارکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تمہاری فرم میں تو بڑی زوردار لڑکیاں ہوں گی۔"

"ہاں ہیں تو....!"

"ان میں سے کسی کو چاہتے ہو۔"

"نہیں کسی کو نہیں.... وہ سب عاشق دار ہیں۔"

"عاشق دار.... کیا۔"

"سب عاشق رکھتی ہیں۔"

"کوئی اینگلو انڈین بھی ہے۔" حمید نے پوچھا۔ "اینگلو انڈین لڑکیاں بڑی دلکش ہوتی ہیں۔"

"اوں ہوں.... مجھے تو کالی لڑکیاں پسند ہیں۔ بالکل کالی۔"

"تم بہت ڈر ڈر کر پیتے ہو۔" حمید اس کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر بولا۔

"ہشت....!" پارکر اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "مجھ سے بڑا پیکڑ اس شہر میں نہ ہوگا۔"

حمید نے اس کے خالی گلاس میں چوتھائی بوتل ڈال دی۔

"پیکڑ تو خالص پیتے ہیں۔" حمید رک رک کر بولا۔ "مجھے نشہ ہو رہا ہے اور جب مجھے بھی نشہ ہوتا ہے تو ہر چیز گڈمڈ دکھائی دیتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہارے پیر سر پر رکھے ہوں۔ اف فوہ آج تم بڑی عمدہ بلابلیاں دکھائی دے رہی ہیں۔"

پارکر ادھر ہی دیکھنے لگا جدھر حمید نے اشارہ کیا تھا۔ اس دوران میں حمید کے داہنے ہاتھ نے ایک دوسری حرکت کی۔ پارکر کو پتہ بھی نہ چلا ایک سفید رنگ کے سفوف نے اس کی شراب کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔

"مگر ان میں ایک بھی کالی نہیں۔" پارکر نے حمید کی طرف مڑ کر کہا اور پھر اپنے گلاس کی طرف متوجہ ہو گیا.... ابھی گلاس ہونٹوں تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک آدمی نے ٹھوکر کھائی اور اس پر آ رہا۔ گلاس ہاتھ سے گر کر چور چور ہو گیا۔

"معاف کیجئے گا۔" وہ آدمی گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے دراصل چکر آ گیا تھا۔"

پارکر اسے چند لمحے حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "کوئی بات نہیں۔"

اجنبی ایک بار پھر معافی مانگ کر آگے بڑھ گیا.... لیکن سارجنٹ حمید کی نظریں عجیب انداز میں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔

"اچھا دوست.... اب مجھے اجازت دو۔" پارکر اٹھتا ہوا بولا۔ "میرے آفس میں لوسی نام کی کوئی لڑکی کبھی نہیں تھی۔ آج کل کی لڑکیاں بڑی سور ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ تمہاری جیب کاٹیں گی اور کسی مویشی خانے کا پتہ بتا دیں گی۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ اب کبھی کسی اینگلو انڈین سے عشق نہ کرنا.... کیا سمجھے.... ہمیشہ کالی لڑکیاں.... کالی لڑکیاں.... کالی لڑکی ایک کالی لڑکی وہ.... اور کالی لڑکی تین.... ناؤ گڈ بائی۔"

پارکر بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔ حمید نے اسے کلب کی عمارت سے باہر جاتے دیکھا لیکن وہ اجنبی ابھی ہال ہی میں موجود تھا جس نے پارکر پہ گر کر اس کی ساری اسکیم خاک میں ملا دی تھی۔

اسے یقین تھا کہ اس نے دیدہ دانستہ ٹھوکر کھائی تھی شاید وہ خاص طور سے اس کی حرکتوں کو دیکھتا رہا تھا.... اور پھر اسے پارکر کا رویہ بھی یاد آ گیا۔ اس نے اس واقعے کے بعد اجنبی کو ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے وہ نہ صرف اُسے پہچانتا رہا ہو بلکہ اس سے بے تکلف بھی رہا ہو۔ لیکن پھر اجنبی کا رویہ دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔

حمید نے اجنبی کو باہر جاتے دیکھا اس نے فوراً ہی فیصلہ کیا کہ اُسے اُس کا تعاقب کرنا چاہئے۔ لیکن وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ اس نے اپنے داہنے شانے پر کسی کا ہاتھ محسوس کیا۔ وہ چونک کر مڑا۔ فریدی کی ملامت آمیز نظریں اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھئے۔" فریدی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔ حمید بیٹھ گیا۔

"دیکھئے میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔" حمید نے کہا۔

"بیٹھئے بیٹھئے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی مصروفیات کا علم ہے۔"

دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو تیز نظروں سے گھورتے رہے پھر فریدی بولا۔ "تمہاری جلد بازی کی عادت سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ آخر اس کی شراب میں خواب آور دوا ملانے کی کیا ضرورت تھی اس نے تمہیں بتا دیا تھا کہ اس کے آفس میں لوسی نام کی کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔"

"مجھے اس کے بیان پر شبہ تھا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"خوب! اور تم اسے بیہوش کر کے اپنا شبہ دور کرنا چاہتے تھے۔ کیا اسی پر لوسی ہونے کا شبہ تھا۔"

"جہنم میں گئی لوسی۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "مجھے مت بور کیجئے۔"

"اور دوسری بات یہ کہ آج پھر تم نے شراب پی ہے۔" فریدی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"زہر تو نہیں پیا۔ میں کسی دن پیتے پیتے مر جاؤں گا۔ مگر نہیں میں جینا چاہتا ہوں اپنی محبوبہ کی خاطر۔"

اس نے جیب سے سفید رنگ کی چوہیا نکال کر ہتھیلی پر رکھ لی۔ پھر اُسے مخاطب کر کے بولا

"تم بہت اچھی ہو میری جان۔ میں تمہارے لئے جیوں گا بس....!"

"یہ کیا بیہودگی ہے۔" فریدی چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ صرف ایک چوہیا ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے سینکڑوں سانپ کیوں پال رکھے ہیں۔ آپ کے پاس درجنوں کتے ہیں۔ آپ بھانت بھانت کے پرندے کیوں اکٹھا کرتے ہیں۔"

"بکو مت! احمق کہیں کے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ پھر وہ حمید کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

حمید کے ہونٹوں پر بڑی نشیلی سی مسکراہٹ تھی۔

❀

رنگی امپورٹرز کے دفتر کے اوپر والے کمرے میں جہاں ایک پُر اسرار مشین فٹ تھی۔ وہی اجنبی کھڑا ہوا تھا جس نے ہائی سرکل نائٹ کلب میں پارکر کو حمید کی شراب پینے سے باز رکھا تھا۔ سامنے والی دیوار پر مشین ابھری ہوئی تھی۔

"ہاں تو مسٹر ضرغام....!" مشین سے آواز آئی۔ "یہ پارکر پرلے سرے کا گدھا ہے۔"

"جی ہاں! اگر میں دفعتاً دخل انداز نہ ہوتا تو اس نے وہ شراب پی ہی لی ہوتی۔" ضرغام نے کہا۔

"دیکھو اب اس فریدی کو ٹھکانے ہی لگا دینا چاہئے کیونکہ یہ آہستہ آہستہ ہماری راہ کو لگ رہا ہے۔"

"جب کہئے۔ اسے مار ڈالنا مشکل نہیں۔ میں تو آج ہی اس کا خاتمہ کر سکتا تھا۔"

"نہیں مسٹر ضرغام۔ ایسا نہ کہو۔ اس کا داہنا ہاتھ بڑا خطرناک ہے چاہے وہ خالی ہو چاہے اس میں ریوالور دبا ہوا ہو۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کیجئے۔" ضرغام بولا۔

"میں جانتا ہوں! تم بہت مناسب آدمی ہو۔" مشین سے آواز آئی۔

"شاید یہ آفس تمہیں کو سنبھالنا پڑے۔"

"کیا میں وجہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔" ضرغام نے کہا۔

"کیوں نہیں۔" مشین سے آواز آئی۔ "میں ہوشیار آدمیوں کی بدتمیزی بھی برداشت کر لیتا ہوں۔ پارکر بیوقوف ہے۔ تم جانتے ہو کہ بیوقوف آدمی کتنا مخدوش ہوتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔" ضرغام نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔

"تم بہت دانش مند آدمی ہو۔ میں ایسے آدمیوں کی قدر کرتا ہوں.... اچھا خیر۔ رائفلوں کی سپلائی کب شروع کرو گے۔"

"آپ سن کر خوش ہوں گے۔" ضرغام فخر سے سینہ تان کر بولا۔ "میں نے ایک دوسرا راستہ دریافت کر لیا ہے۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ اس تک کسی کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ میں نے اپنے آدمی کام پر لگا دیئے ہیں۔ کیا آپ کے سامنے نقشہ موجود ہے۔"

"ہاں.... ہاں! میں دیکھ چکا ہوں تم بتاؤ۔" مشین سے آواز آئی۔

"تالا چاری کے جنگل کے اوپر دیکھئے۔ اوپر کی طرف رتن لام سے چار میل مشرقی جانب ایک پہاڑی نالا ہے۔ اس سے مغربی جانب کی دشوار گزار چٹانوں میں ایک رخنہ بنالیا ہے لوگوں کا خیال ہے وہ نالا چٹانوں کی دوسری طرف تک اسی دراڑ میں بہتا ہے۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ وہ نالا تھوڑی دور چل کر ایک گہری کھڈ میں گر جاتا ہے اور بقیہ دراڑ بالکل خشک ہے۔ جو تنگانہ کے مقام پر پہنچ کر گھنی جھاڑیوں میں چھپ گئی ہے۔ کہئے یہ راستہ کیسا ہے۔"

"بہت اچھے! بہت اچھے۔" مشین سے آواز آئی۔ "تم بہت جلد ایک بڑا رتبہ حاصل کرنے والے ہو۔ اس سے زیادہ فی الحال اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اچھا پارکر کو یہاں لے آؤ۔ اور پھر دروازہ باہر سے مقفل کر دو۔ اور ہاں ایک بڑا صندوق بھی تیار رکھنا۔"

تھوڑی دیر بعد پارکر اس کمرے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت خوفزدہ انداز میں چونک کر پیچھے کی طرف مڑا جب اس نے باہر قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنی۔

"مسٹر پارکر....!" مشین سے آواز آئی۔

"یس باس! یس باس...." وہ گھبراہٹ میں فرش کی طرف جھکتا چلا گیا۔

"تم بہت نیک آدمی ہو۔"

"او... ہو... ہو! لیس باس۔"

"اور نیک آدمی کی جگہ جنت ہے۔" مشین سے آواز آئی۔

"ہائیں۔" پارکر لرزتا ہوا بولا۔ "میرا قصور۔"

"کچھ نہیں! میں تم سے بہت خوش ہوں اسلئے تمہیں پنشن دی جاتی ہے۔ آج سے آرام کرو۔"

پارکر چیخ مار کر دروازے کی طرف بھاگا اور بدحواسی میں دروازے پر گھونسے مارنے لگا۔

"ٹھہرو! ڈرو نہیں۔" مشین سے آواز آئی لہجہ نرم تھا۔ "تم بہت آرام سے مرو گے۔ ہر شخص پر سکون موت کی تمنا کرتا ہے۔ خائف ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت آرام سے دم نکلے گا۔"

دفعتاً مشین کے ایک سوراخ سے دھواں نکلنے لگا۔ پارکر چیخ مار کر مشین کی طرف جھپٹا لیکن اسی سوراخ سے لاتعداد چنگاریاں نکل کر اس کے منہ پر پڑیں۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔

کمرہ دھوئیں سے بھرتا جا رہا تھا اور پارکر کھانس کھانس کر پچھاڑیں کھا رہا تھا۔ پھر اس کے گرد دھوئیں کی تہہ اتنی گہری ہو گئی کہ وہ اس میں چھپ گیا۔ اب اُسے کھانسی بھی نہیں آرہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے خود ہی اپنا گلا گھونٹ رہا تھا اور اس کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔

کمرے کا دھواں پھر مشین کے اُسی سوراخ کی طرف واپس جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کی اُجلی دیواریں پہلے کی طرح چمکنے لگیں۔ پارکر چاروں خانے چت فرش پر پڑا تھا۔

خوفناک سازش

فریدی مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا اور وہ پچھلی رات ہی سے حمید سے ناراض تھا۔ رک کر حمید کی طرف مڑا جو نہایت انہماک سے اپنی پالتو چوہیا کے سر پر انگلی پھیر رہا تھا۔

"تم نے اپنی حرکت سے انہیں ہوشیار کر دیا۔"

"دیکھئے جناب۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے اس سلسلے میں مجھے کوئی خاص ہدا نہیں دی تھی۔"

"کیا میرا اتنا کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ راہل میرے ہی ایماء پر جیل سے نکالا گیا ہے۔ راہل کوئی معمولی مجرم نہیں تھا اس نے درجنوں قتل کئے تھے اور فرار کے بعد بھی اس نے

کانسٹیبل کی جان لے لی اور وہ نہ جانے کتنے خون اور کرے گا۔"

"اور وہ سارے خون آپ کی گردن پر ہوں گے۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "بہر حال میں آپ کے سر میں تو بیٹھا نہیں رہتا۔ مجھے کیا معلوم کہ آپ کی کیا اسکیم ہے اور سنئے! میں آج صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جب تک مجھے پورے حالات سے باخبر نہ رکھا جائے گا میں کسی کام میں ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

فریدی پھر ٹہلنے لگا۔ چوہیا حمید کی جیب میں کود گئی تھی اور اب وہ اپنے پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" فریدی رک کر آہستہ سے بولا۔ "میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نے دانتوں میں پائپ دبایا اور اُسے سلگانے لگا۔

"کیا تم بھول گئے کہ راہل کن حالات میں گرفتار ہوا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے، وہ ایسے ٹرک پر بیٹھا ہوا پایا گیا تھا جس میں رائفلیں بھری ہوئی تھیں۔"

"ٹھیک! اور گرفتار ہو جانے کے بعد انتہائی تشدد کے باوجود بھی اس کے متعلق کوئی تسلی بخش بیان نہیں دیا تھا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ شمالی مشرقی علاقے کے کچھ قبائل نے مسلح بغاوت کر دی ہے اور دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے ان پر ابھی تک قابو نہیں پایا جا سکا۔"

"تو وہ رائفلیں....!" حمید بول پڑا۔

"سنتے جاؤ۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "راہل اس ٹرک سمیت گرفتار کر لیا گیا تھا چونکہ وہ بہت بڑے بدمعاشوں میں سے تھا اس لئے یہی سوچا گیا کہ وہ شاید کسی بڑے ڈاکے کا اہتمام کر رہا تھا۔ لیکن کچھ دن بعد کم از کم مجھے اپنا خیال تبدیل کر دینا پڑا۔ آج سے ایک ماہ قبل میں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں کرنل رگھوبیر کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آفیسر باغی قبائلیوں کے کچھ اسلحے لایا جن میں ایک رائفل بھی تھی اور وہ ہو بہو اسی ساخت کی تھی جس ساخت کی رائفلیں راہل کے ٹرک میں پائی گئی تھیں۔"

"اوہ....!" حمید آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ راہل ہی قبائلیوں کو اسلحہ سپلائی کر رہا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی کے لئے کام کر رہا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے پہلے میں نے بھی یہی سمجھا تھا لیکن اب یہ خیال قطعی بدل دیا ہے۔ اگر وہ اس کا ذاتی کام ہوتا تو اسے سر جگدیش کو بلیک میل نہ کرنا پڑتا۔"

"سر جگدیش تو بڑا نیک آدمی ہے۔ آخر اسے کس معاملے میں بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔"

"ایک قطعی غیر اہم معاملہ۔" فریدی نے کہا۔ "سر جگدیش کو اپنی بیوی کی بہن سے عشق ہو گیا تھا۔ ویسا عشق جس کے تم قائل ہو۔ بہر حال راہل کے پاس ان دونوں کی ایک تصویر ہے جس سے سر جگدیش کی نیک نامی پر دھبہ لگ سکتا ہے۔ راہل اسے سالہا سال سے بلیک میل کر رہا ہے۔ سر جگدیش اس کا منہ بند رکھنے کے لئے اُسے ہر ماہ ایک اچھی خاصی رقم دیتا ہے۔"

"کیا سر جگدیش نے آپ کو بتایا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں اس تذکرے کو یہیں چھوڑو۔ کیونکہ یہ قطعی غیر اہم ہے۔ میں تو اُن رائفلوں کی بات کر رہا تھا.... ہاں تو مجھے یقین ہے کہ راہل کسی دوسرے آدمی کے لئے یہ کام کر رہا تھا اور اب ہمیں اس آدمی کی تلاش ہے۔ راہل ایک چھوٹی مچھلی ہے، جو اس بڑی مچھلی کو پھنسانے کے لئے چارے کے طور پر پھینکی گئی ہے۔"

"آپ کو یہ ساری باتیں پہلے ہی بتانی چاہئے تھیں۔" حمید نے کہا۔ "کیا یہ معاملہ ہمارے محکمے کے علم میں ہے۔"

"صرف تین آدمی جانتے ہیں۔ میں، ڈی آئی جی اور آئی جی! چوتھے تم ہو۔ ان دونوں آفیسروں کے علم میں لائے بغیر راہل کا فرار ناممکن ہو جاتا۔"

"ہوں.... اور ابھی تک اس بڑی مچھلی پر آپ کی نظر نہیں پڑی۔"

"نہیں!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "وہ بڑی مچھلی فی الحال ٹیڑھی کھیر ہے۔ راہل بھی بہت زیادہ احتیاط برت رہا ہے۔ اس نے ابھی تک اس بڑی مچھلی کی طرف رخ نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ اب وہ بڑی مچھلی ہی محتاط ہو گئی ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تب تو راہل کو جیل سے نکالنا ہی بیکار ثابت ہوا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے بھی یہی سوچنا پڑ رہا ہے۔" فریدی بولا۔ "خیر دو چار دن اور دیکھتا ہوں۔ اُس کے

بعد راہل کو پھر اس کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔"

"لیکن ان دو چار دنوں میں وہ دو چار کیا درجنوں خون کر ڈالے گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر ٹہلنے لگا۔ حمید نے پچھلے کئی ماہ سے اُسے اتنا متفکر نہیں دیکھا تھا جتنا وہ ان دنوں تھا۔

❁

رنگمی امپورٹرز کے دفتر میں دو کلرک گفتگو کر رہے تھے۔

"سنا ہے مسٹر پارکر ایک طویل رخصت پر اچانک انگلینڈ چلے گئے ہیں۔"

"اوہو! یہ کب۔"

"غالباً یہ پچھلی رات کی بات ہے اور اب مسٹر ضرغام نمبر چار والے اس آفس کی دیکھ بھال کریں گے۔"

"ضرغام! خدا محفوظ رکھے۔ وہ تو بڑا سخت آدمی ہے۔"

اچانک گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ ضرغام آفس میں داخل ہو کر منیجر کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ یہ ایک گٹھیلے جسم کا پست قد آدمی تھا اور اس کے خدوخال اس کی سفاک طبیعت کی غمازی کر رہے تھے۔

وہ چند منٹ تک بے حس و حرکت پارکر کی کرسی پر بیٹھا رہا پھر اس نے گھنٹی بجائی دوسرے لمحے میں چپراسی اندر آیا۔

"ان دونوں آدمیوں کو بھیج دو جو ابھی دروازے کے پاس کھڑے تھے۔" اس نے چپراسی سے کہا۔

چپراسی چلا گیا اور ضرغام پارکر کی تصویر کی طرف دیکھنے لگا جو سامنے ہی لگی ہوئی تھی۔ ضرغام نے خود پچھلی رات کو پارکر کی لاش ٹھکانے لگائی تھی۔ لیکن اس وقت اس کی تصویر پر نظر پڑتے ہی اس نے جھرجھری لی۔ مطلوبہ آدمی کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ ضرغام نے ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے کچھ لکھنے میں مشغول ہو گیا۔

ان میں سے ایک کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور دوسرا کچھ حوصلہ مند نظر آ رہا تھا۔ ضرغام قلم رکھ کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے باری باری سے دونوں کے چہروں کو

دیکھ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"تم دونوں یہاں کب سے ہو؟" ضرغام نے پوچھا۔

"میں تین سال سے اور یہ دو سال سے۔" ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارے نام۔"

"میں ارجن ہوں اور یہ جمیل۔" اسی نے پھر جواب دیا۔

"تعلیم....!"

"ہم دونوں گریجویٹ ہیں۔"

"تجربہ۔" ضرغام نے انہیں گھور کر کہا۔ "سوچ سمجھ کر جواب دینا۔"

"میں نے ایک قتل کیا تھا۔" ارجن لاپروائی سے بولا۔

"خوب اور تم....!"

"میں نے۔" جمیل ہچکچایا۔ "میں نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ میں نے ایک حرامی نوزائیدہ بچے کا گلا گھونٹ دیا تھا۔"

"ہوں.... اچھا.... آج رات تمہیں سفر کرنا ہوگا۔ شمال مشرقی علاقے کا۔ گونگال کے اسٹیشن پر ایک سیاہ رنگ کی وین جس پر سور کا سر بنا ہوگا تمہیں کام پر لے جائے گی۔ کیشئر سے دو دو ہزار روپے لے لو۔ یہ سفر خرچ ہے۔ معزز آدمیوں کی طرح سفر کرنا۔"

ضرغام نے دو کاغذات کی طرف بڑھا دیئے اور وہ انہیں لے کر ضرغام کو سلام کرتے ہوئے باہر چلے گئے۔

ضرغام تھوڑی دیر تک خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا دوسرے لمحے میں وہ کسی کو ڈائیل کر رہا تھا۔ "ہیلو.... کون.... بھیڑیئے کو فون پر بلاؤ.... ہیلو.... کون بھیڑیئے! اچھا.... میں سور بول رہا ہوں۔ آر.... آتی.... ہاں میں اب میں یہیں ہوں.... دیکھو دو آدمی بھیج دو.... اپنی ہی طرح کے.... سمجھے! بہت خوب۔"

❁

سرجنٹ حمید جاوید بلڈنگ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا سن سٹ ریستوران کی نگرانی کر رہا تھا۔ اُسے دراصل فریدی کے قول کی تصدیق کرنی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اسے اندر سے بھی دیکھ چکا

تھا۔ اس ریستوران میں صرف دو کمرے تھے۔ ایک باہر کا بڑا کمرہ جہاں گاہک بیٹھتے تھے اور دوسرا اندرونی کمرہ جسے دو حصوں میں بانٹ کر ایک حصے میں باورچی خانہ بنا دیا گیا تھا اور دوسرے میں.... دوسرے تک حمید کی نظروں کی بھی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کا دروازہ بند تھا۔

حمید اس وقت ایسی جگہ پر کھڑا تھا جہاں سے نہ صرف باہری کمرہ بلکہ اندرونی کمرہ کا دروازہ بھی صاف نظر آرہا تھا۔ گاہکوں کے بیٹھنے کا کمرہ بالکل خالی تھا اور حقیقتاً یہ ایک ایسا ہی موقع تھا جب حالات سازگار ہی رہنے کی بناء پر فریدی کے قول کی تصدیق کی جاسکتی تھی۔

اسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اندرونی کمرے کا دروازہ کھلا اور دو خوش پوش آدمی برآمد ہوئے۔ حمید الیکٹرک پول پر پیر رکھ کر اس طرح جھکا جیسے وہ اپنے جوتے کے فیتے باندھ رہا ہو۔ حالانکہ وہ اس وقت میک اپ میں تھا لیکن پھر بھی وہ کسی احتیاطی تدبیر کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ دونوں ریستوران سے نکل کر فٹ پاتھ پر آئے۔ حمید فیتے باندھ کر چل پڑا۔ قریب ہی ایک بک ڈپو تھا جس کے سامنے اس نے اپنی موٹر سائیکل کھڑی کی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ایک شوکیس پر جھک گیا جس میں کتابیں لگی ہوئی تھیں۔ اس شوکیس کے مقابل ایک الماری تھی جس میں ایک بڑا سا آئینہ نصب تھا۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا وہ دونوں اس آئینے میں صاف نظر آرہے تھے۔

انہوں نے ایک ٹیکسی رکوائی.... اور پھر جب ٹیکسی کافی دور نکل گئی تو حمید نے اپنی موٹر سائیکل سنبھالی۔ بہرحال اس دوڑ دھوپ کا یہ نتیجہ نکلا کہ حمید کو مایوسی نہیں ہوئی۔ ان دونوں کی منزل رنگی امپورٹرز کا آفس تھا.... اور رنگی امپورٹرز کا آفس ایسا نہ تھا جسے حمید آسانی سے نظرانداز کر دیتا۔ اُسے رکنا پڑا کیونکہ خالی ٹیکسی دفتر کے سامنے اب بھی کھڑی ہوئی تھی۔ حمید ان کا منتظر رہا۔ وہ جلد ہی واپس آگئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا جس کے اٹھانے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کافی وزنی ہو۔

ٹیکسی پھر چل پڑی.... حمید بدستور اس کے تعاقب میں رہا۔ اب یہ ٹیکسی ماڈرن الیکٹرک سپلائی کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں اترے، کرایہ ادا کیا اور اندر چلے گئے۔ حمید سوچ میں پڑ گیا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا وہ لوگ یہاں کسی کام سے آئے ہیں یا اس الیکٹرک

سپلائی کمپنی کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہے۔

مختلف قسم کی الجھنوں میں پندرہ بیس منٹ گذر گئے اور حمید اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ الجھن اس کے لئے بڑی سود مند ثابت ہوئی اگر وہ وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیتا تو خدا ہی جانے کیا ہوتا۔

بہر حال شاید بیس منٹ بعد اُس نے ان دونوں کو پھر دیکھا اور اس بار سچ مچ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ دونوں ذی حیثیت آدمی معمولی قلیوں کی نیلی وردی میں ملبوس الیکٹرک کمپنی سے بر آمد ہوئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں وہی سوٹ کیس اب بھی تھا جسے لے کر وہ رنگی امپورٹرز کے دفتر سے چلے تھے۔ باہر سڑک پر الیکٹرک سپلائی کمپنی کی سیاہ رنگ کی وین کھڑی تھی۔ سوٹ کیس اس میں رکھ دیا گیا اور وہ دونوں اگلی نشست پر جا بیٹھے۔ انہیں میں سے ایک وین کو ڈرائیور کر رہا تھا۔

حمید کی موٹر سائیکل پھر ان کے پیچھے لگ گئی۔

تھوڑی دیر بعد الیکٹرک سپلائی کمپنی کی وین، ہائی سرکل نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

ساری بات حمید سمجھ میں آگئی۔ آج ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک عظیم الشان دعوت تھی جو شہر کے ایک بڑے سرمایہ دار کی طرف سے ایک صوبے کے وزیر اعلیٰ کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ شہر کی مقتدر ہستیاں مدعو تھیں۔ کلب کی عمارت سجائی جا رہی تھی۔ غالباً الیکٹرک سپلائی کمپنی کو روشنی کے انتظام کا ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ لیکن راہل کے آدمی؟.... اس کا سر چکرا گیا.... دوسرے لمحے میں وہ ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کی طرف بھاگ رہا تھا۔

❋

رات بڑی خوشگوار تھی اور ہائی سرکل نائٹ کلب کی عمارت، نیلی پیلی، سبز اور سرخ روشنیوں میں نہائی ہوئی کھڑی تھی۔ عمارت کے اندر ایک صوبے کے وزیر اعلیٰ تشریف رکھتے تھے۔ ان کے گرد شہر کی مقتدر ہستیوں کا ہجوم تھا اور کمپاؤنڈ کے چپے چپے پر پولیس تھی لیکن الیکٹرک سپلائی کمپنی کے دونوں مستریوں پر کسی کی نظر نہیں تھی.... لیکن نہیں....! ان میں ایک آدمی ایسا تھا جس نے شروع ہی سے ان پر نظر رکھی تھی۔ یہ سرجنٹ حمید تھا۔

وہ دونوں اس بات سے قطعی بے خبر تھے.... اور انہوں نے بھی وہ کام نہیں شروع کیا تھا جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے۔ جب سارے مہمان آچکے اور انہیں اطمینان ہو گیا کہ اب کمپاؤنڈ میں کسی کا داخلہ نہیں ہوگا تو انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا.... اور یہی وہ وقفہ تھا جس میں وہ سرجنٹ حمید کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ چونکہ اُس نے صبح ہی سے ان پر نظر رکھی تھی لہٰذا ان کے غائب ہوتے ہی وہ گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ وہ اکیلا کیا کرتا۔ اس نے تو دوپہر ہی کو فریدی سے فون پر سارا حال کہہ دیا تھا۔ لیکن فریدی نے اس کے جواب میں اسے ہدایت دی تھی کہ وہ خاموشی سے ان پر نظر رکھے۔ محکمے کے کسی دوسرے آدمی سے ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں.... اور اب اس وقت جب وہ تھوڑی دیر کے لئے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اُسے فریدی پر بُری طرح تاؤ آنے لگا۔ تاؤ آنے کی ایک دوسری وجہ اور بھی تھی۔ فریدی بھی اس دعوت میں مدعو کیا گیا تھا۔ اور اس وقت حمید کے خیال کے مطابق اندر گلچھڑے اڑا رہا تھا۔ اندر بڑی بڑی حسین لڑکیاں تھیں اور دنیا کی ہر حسین لڑکی کا حقدار حمید باہر جھک مار رہا تھا۔

اس جھک مارنے کے دوران میں اُسے دونوں آدمیوں کا سوٹ کیس یاد آیا جسے انہوں نے کمپاؤنڈ میں ایک کونے میں اُگی ہوئی مالتی کی بے ترتیب جھاڑیوں میں چھپا دیا تھا۔ حمید نے سوچا کیوں نہ چل کر اس سوٹ کیس کی تلاشی لی جائے۔ آخر وہ اس میں کیا لئے پھر رہے ہیں۔

یہ جھاڑیاں کچھ ایسی جگہ پر تھیں جہاں بالکل اندھیرا تھا اور یہ جگہ عمارت سے کافی دور تھی۔ حمید چہار دیواری سے چپکا ہوا ان کی طرف بڑھنے لگا لیکن وہ ان کے قریب پہنچ کر بھی اندر نہ گھس سکا کیونکہ وہ دونوں جھاڑیوں میں موجود تھے ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "تمہیں دھوکا تو نہیں ہوا.... کار اسی کی تھی نا۔"

"یار تم مجھے بچہ کیوں سمجھتے ہو۔" دوسرا بولا۔ "اتنی کاروں میں ایک کے علاوہ دوسری کیڈیلاک نہیں ہے۔"

حمید کے کان کھڑے ہو گئے۔

"خیر! اچھا تو دیکھو۔" پہلے نے کہا۔ "جیسے ہی میں ٹاور کے پاس والے درخت سے سرخ روشنی دکھاؤں تم پھرتی سے سوئچ دبا کر نکل بھاگنا۔"

"اور تمہارا کیا بنے گا؟" دوسرا بولا۔

"اس کی فکر نہ کرو! دھماکے کے بعد کسی کے بھی ہوش بجا نہ رہیں گے۔ میں نکل آؤں گا۔"

"اچھا تو فتح....!" دوسرے نے کہا۔

"فتح....!" پہلا بولا اور جھاڑیوں سے رینگ کر دوسری طرف چلا گیا۔

دفعتاً ایک خیال بجلی کی طرح حمید کے ذہن میں کوندگیا اور اس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ وہ بڑی تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹا۔ یہ حقیقت تھی کہ سینکڑوں کاروں میں ایک کے علاوہ دوسری کیڈیلاک نہیں تھی.... اور یہ کیڈی لاک فریدی کی تھی۔

کچھ کاریں اندر کمپاؤنڈ میں تھیں اور کچھ باہر سڑک پر تھیں۔ فریدی کی کیڈی اندر ہی تھی اور ایسی جگہ کھڑی تھی جہاں دوسری کاریں بھی تھیں لیکن کیڈی اندھیرے میں تھی۔ پائیں باغ کی دیوار سے بالکل ملی ہوئی۔

حمید کو ایک مستری دکھائی دیا جو ٹاور کے قریب والے درخت کی طرف جا رہا تھا۔ سوچنے سمجھنے کے لئے وقت کم تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اس وقت تک اس مستری کو دیکھتا رہا جب تک کہ وہ کافی دور نہیں نکل گیا۔ پھر وہ اس طرف چل پڑا جدھر کیڈی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے تو کیڈی کے اندر اچھی طرح دیکھ بھال کی۔ لیکن جب کوئی چیز نہ ملی تو وہ بے تحاشہ زمین پر لیٹ کر اس کے نیچے رینگ گیا۔ اس کی چھوٹی سی ٹارچ اس کے ہاتھ میں تھی۔

اور پھر اسے جو کچھ نظر آیا اس نے اس کی رگوں کا خون منجمد کر دیا۔ کیڈی کے نیچے ڈائنا میٹ رکھا ہوا تھا اور اس سے لگے ہوئے تار کا سلسلہ شاید اس جھاڑی تک چلا گیا تھا جہاں اس نے کچھ دیر قبل ان دو خطرناک آدمیوں کی گفتگو سنی تھی۔

کافی ٹھنڈک ہونے کے باوجود بھی اس کی پیشانی سے پسینے کے قطرات ٹپک رہے تھے اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈائنا میٹ کا تار الگ کر دیا اور پھر سوچنے لگا کہ اُسے ہٹا کر کہاں لے جائے۔ دفعتاً اسے یاد آیا کہ کیڈی کی سٹپنی کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ وہ ڈائنا میٹ کو احتیاط سے اپنے ہاتھوں پر سنبھالے ہوئے باہر رینگ آیا۔ اسٹپنی کھولی اور اُسے بہ آہستگی ایک طرف رکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

"کیا وہ اُن دونوں کو پکڑ لے؟" یہ سوال بڑی شدت سے اس کے ذہن میں گونج رہا تھا لیکن وہ فریدی سے مشورہ لئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس نے بڑی سختی سے اُسے کسی ایسے اقدام

سے روک دیا تھا جو اُس کے مشورے کے بغیر کیا جائے۔

دعوت ختم ہوئی۔ کاریں ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگیں۔ جب فریدی اپنی کیڈی پر بیٹھا تو ٹاور کے قریب والے درخت پر ایک سرخ رنگ کا بلب بار بار جلنے اور بجھنے لگا۔ حمید یہ تماشا دیکھنے کے لئے رک گیا تھا۔ بلب جلتا اور بجھتا ہی رہا۔ لیکن فریدی کی کیڈی فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے باہر نکل گئی۔

حمید کا دل چاہا کہ چونی والے فلم بینوں کی طرح تالیاں پیٹنا شروع کر دے۔ اس نے خود اپنی پیٹھ ٹھونکنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور ٹاور کے قریب والے درخت سے ایک لاش زمین پر آگری۔ یہ الیکٹرک سپلائی کمپنی والے مستری کی لاش تھی۔ لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔

حمید بے تحاشہ اس جھاڑی کی طرف بھاگ رہا تھا جہاں دوسرا مستری تھا.... اور وہاں پہنچ کر اُسے دوسری لاش نظر آئی۔ دوسرے مستری کو کسی نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا نہ تو وہاں ڈائنا میٹ کا تار تھا اور نہ وہ بیٹری تھی جس کے ذریعہ ڈائنا میٹ سے فریدی کی کار اڑائی جانے والی تھی۔

گلا گھونٹنے والی

دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی۔ سرجنٹ حمید بے چینی سے فریدی کے کمرے کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ فریدی بیدار ہو گیا ہو گا۔ وہ دراصل اس لئے بے چین تھا کہ جلد از جلد فریدی کو اپنی کارگزاریوں کی اطلاع دے سکے۔ پچھلی رات جب وہ واپس آیا تھا تو فریدی موجود نہیں تھا اس نے اس کا انتظار بھی کیا تھا لیکن وہ دیر تک اپنی نیند پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

اب صبح وہ چاہتا تھا کہ فریدی کے منہ سے اپنے لئے تعریفی جملے سن سکے۔ آخر جب معاملہ برداشت کی حد سے تجاوز کر گیا تو اس نے فریدی کی خواب گاہ کے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ اندر سے مقفل نہیں تھا اس لئے بڑی آہستگی سے دروازے کو پیچھے کی طرف دھکیل دیا.... لیکن.... فریدی اندر موجود نہیں تھا.... بستر بے شکن تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے فریدی پچھلی رات اس پر لیٹا ہی نہیں۔

تکئے پر ایک لفافہ پڑا تھا۔ حمید نے جھک کر اُسے اٹھایا اور اس پر اپنا نام دیکھ کر اُسے چاک کرنے لگا۔

تحریر فریدی ہی کی تھی۔ اُس نے لکھا تھا۔

"حمید ڈیئر!

تمہارا بہت بہت شکریہ! تم نے پچھلی رات میری جان بچائی اور میں اس بات سے بھی خوش ہوں کہ تم نے یہ کام بڑی راز داری اور ہوشیاری سے انجام دیا۔ میں فی الحال کچھ دنوں کے لئے باہر جارہا ہوں اور پوچھو تو تمہارا اہم رول اسی نقطے سے شروع ہورہا ہے۔ غالباً تم سمجھ گئے ہو گے۔ وہ مجھ تک پہنچنے کے لئے تمہارا تعاقب کریں گے، لیکن تم قطعی ہراساں نہ ہونا۔ تمہارے لئے میک اپ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں۔

کل واقعی تم نے کمال کردیا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد تم ہی میری جگہ لو گے۔

امید ہے کہ تمہاری چوہیا بعافیت ہو گی اس کے لئے ایک بوسہ اڑا رہا ہوں۔"

حمید نے خط پڑھ کر بڑے ڈرامائی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور یک بیک اس کے چہرے پر اس قسم کی سنجیدگی برسنے لگی جیسے وہ یک بیک بوڑھا ہو گیا ہو۔ اس نے معنی خیز انداز میں دوبارہ اپنے سر کو جنبش دی اور ایک پُر وقار بوڑھے کی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے حقیقتاً ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ سچ مچ فریدی کے بعد دنیا کا دوسرا سب سے بڑا سراغ رساں ہے۔

اس پر یہ حماقت آمیز سنجیدگی کافی دیر تک طاری رہی اور وہ ہر لحظہ کسی جاسوسی ناول کے آئیڈیل سراغ رساں کی طرح عجیب عجیب حرکتیں کرتا رہا۔

پھر اس نے صبح کا اخبار اٹھایا۔ پچھلی رات کے عجیب و غریب حادثہ کی خبر سرورق پر ہی موجود تھی۔ اخبار کے رپورٹر کی خیال آرائیاں بڑی دلچسپ تھیں۔ لیکن وہ کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچا تھا۔ ماڈرن الیکٹرک سپلائی کمپنی کے کارکنوں کو بھی اس حادثے پر حیرت تھی۔ انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ وہ دونوں مستری انہیں کی کمپنی کے متعلق تھے۔

اچانک حمید ایک نئی الجھن میں مبتلا ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی کو پورے واقعات کا علم کیونکر ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مستریوں کے قتل کی واردات کا علم اُسے رات ہی کے کسی حصے میں بعد

کو ہو گیا ہو۔ لیکن اُسے ڈائنامیٹ کا حال کیونکر معلوم ہوا۔ وہ تو اس وقت عمارت کے اندر تھا۔

حمید اٹھ کر گیراج کی طرف بھاگا۔ کیڈی کھڑی تھی۔ اس نے اسٹپنی کھولی۔ ڈائنامیٹ ٹھیک اسی جگہ پر موجود تھا جہاں اس نے اُسے پچھلی رات کو رکھا تھا۔

"عجیب بات ہے۔" حمید گردن جھٹک کر آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اس نے اسٹپنی کو پھر مقفل کردیا۔"

❁

کنکسن لین کی ایک عمارت میں جہاں زیادہ تر شہر کے متمول لوگ آباد تھے لوسی حیران و ششدر کھڑی تھی اور اس کے سامنے ایک سجیلا اینگلو انڈین کھڑا اُسے احمقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

"مادام لوسی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں پھر کہتا ہوں کہ آپ خطرے میں ہیں۔"

"میں سمجھتی ہوں۔" لوسی مضطربانہ انداز میں بولی۔ "میں جانتی ہوں! مسٹر پارکر کی طویل رخصت۔ مجھے یقین ہے کہ اُن سے ضرور کوئی غلطی ہوئی اور جس سے کوئی غلط سرزد ہوتی ہے وہ ایک طویل رخصت پر روانہ کردیا جاتا ہے.... مگر میں....!"

"کیا آپ سے غلطی نہیں ہوئی۔" اُس نے پوچھا۔

"نہیں مسٹر لوتھر! میری دانست میں تو نہیں۔" لوسی نے کہا۔

"پھر آپ پر پابندی کیوں لگائی گئی ہے۔" لوتھر بولا۔ "مجھ سے سنئے! آپ نے اس سراغ رساں کو آفس کا فون نمبر دیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی۔"

"اوہ.... میں نے.... میں نے مسٹر پارکر کی ہدایت پر عمل کیا۔"

"لیکن مسٹر پارکر اس کا ثبوت پیش کرنے کیلئے طویل رخصت پر سے واپس نہیں آئیں گے۔"

"پھر میں کیا کروں۔" لوسی مایوسی سے بولی۔

"میں نہیں جانتا کہ کب آپ پر کوئی افتاد پڑے۔" لوتھر متوحش لہجے میں بولا۔ "لیکن مادام لوسی آپ مجھے اپنے خادموں میں سے پائیں گی۔ حالانکہ آپ مجھے ہمیشہ بدگوشت سمجھتی رہی ہیں۔"

"اوہ.... نہیں مسٹر لوتھر.... میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

"بس عزت ہی۔" لوتھر مایوسی سے بولا۔

"میں سمجھی۔" لوسی ذرا سا مسکرائی۔ "ٹھیک ہے! میں طویل رخصت پر پہنچنے کے بعد آپ کو شادی کی دعوت دوں گی۔"

"میری زندگی میں کوئی آپ کو آنکھ بھی نہیں دکھا سکتا مادام۔" لوتھر اکڑ کر بولا۔ "میں شام تک آپ کو یہاں سے نکال دوں گا۔ مطمئن رہئے۔ عمارت کی نگرانی کے لئے کوئی نہ کوئی باہر ضرور ہوگا۔ ضرغام خطرناک آدمی ہے اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے جنگلی سور یاد آجاتے ہیں۔"

"میں نے سنا ہے کہ وہ مسٹر پارکر کی جگہ کام کر رہا ہے۔" لوسی نے کہا۔

"یہ سچ ہے۔" لوتھر نے کہا۔ "اچھا مادام! اب میں چلا۔ شام کو یاد رکھئے گا۔ میں کسی کے قدموں کی آہٹ بھی سن رہا ہوں۔"

لوتھر دروازے سے گذر کر کمروں میں گم ہو گیا۔

لوسی بھی قدموں کی آہٹ سن رہی تھی۔ آہٹیں نزدیک ہوتی گئیں۔ پھر سامنے والے دروازے میں ایک صحت مند اور نوجوان لڑکی دکھائی دی۔ یہ بھی اینگلو انڈین ہی تھی اور لوسی سے کہیں زیادہ حسین تھی۔

"روشی....!" لوسی نے حیرت سے کہا۔ "تم یہاں کہاں؟"

"لوسی ڈیئر۔" روشی پُر جوش لہجے میں چیخی۔ "تم بھی یہیں ہو..... میں دراصل فی الحال تمہاری جگہ پر کام کر رہی ہوں۔ حالات ٹھیک ہو جانے پر میں پھر واپس چلی جاؤں گی۔ لیکن مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ تم بھی اس عمارت میں ہو۔ چلو اچھا ہے۔ مجھے یہیں قیام کرنے کو کہا گیا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے۔" لوسی ہنس پڑی۔ "تنہائی تو رفع ہوئی۔"

"اوہ.... مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔" روشی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میں نے بھی ناشتہ نہیں کیا۔" لوسی بولی۔

ناشتہ کر چکنے کے بعد وہ دونوں پھر اُسی کمرے میں آبیٹھیں جس میں ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

"یہ شہر مجھے بہت پسند ہے۔" روشی کہہ رہی تھی۔

لوسی کچھ مضمحل سی نظر آرہی تھی۔ روشی نے دلچسپ باتیں چھیڑ دی تھیں۔ لوسی کبھی کبھی ہنس دیتی تھی لیکن اس کی یہ ہنسی بالکل بے جان ہوتی تھی۔

"تم کچھ مغموم نظر آرہی ہو۔" روشی نے کہا۔

"نہیں تو....!" لوسی زبردستی ہنس پڑی۔

"چھوڑو بھی۔" روشی نے ایک کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ "جوانی کے لئے اداسی زہر ہے۔ تم تو

بہت ہنس مکھ لڑکی تھیں۔"

"میں اب بھی ہوں۔" لوسی بولی۔

روشی نے اپنے بیگ سے سگریٹ کیس نکال کر لوسی کی طرف بڑھایا۔

"اوہ شکریہ!" لوسی ایک سگریٹ لیتی ہوئی بولی۔ "تم ہمیشہ اچھے سگریٹ پیتی ہو۔"

روشی ذرا سی مسکرائی وہ بیگ سے آئینہ نکال کر اپنے بھنوؤں کے زائد بال چننے لگی تھی۔

"واقعی عمدہ سگریٹ ہیں۔" لوسی دو تین گہرے گہرے کش لے کر بولی۔ "بازار میں تو یہ انڈ نہیں ملتا۔"

"میرا ایک دوست وی آنا سے لایا ہے۔" روشی نے لاپروائی سے کہا۔ کچھ دیر تک خاموشی ہی پھر روشی نے آئینہ سامنے کئے ہوئے لوسی کو کن آنکھوں سے دیکھا لوسی اونگھ رہی تھی۔ اس نے اپنی بوجھل پلکیں اٹھاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"شائد مجھے نیند آرہی ہے۔"

"تمباکو ذرا سخت ہے۔" روشی مسکرا کر بولی۔ "تم پورا مت پیو ورنہ چکر آجائے گا۔"

"اوہ تو کیا تم مجھے کمزور سمجھتی ہو۔" لوسی نے سوئی سوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "میں پورا پیوؤں گی۔"

اس نے پھر ایک گہرا کش لیا۔ پھر وہ پے درپے گہرے گہرے کش لیتی گئی چند لمحوں بعد اس کی گردن ڈھلک گئی اور دونوں ہاتھ کرسی کے نیچے جھول گئے گہری سانسوں کے ساتھ اس کا سینہ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔

روشی نے اپنا سامان سمیٹ کر بیگ میں رکھا اور پھر پوری عمارت کا چکر لگا آئی۔

اس کا چہرہ بڑا پُر سکون نظر آرہا تھا۔ دوبارہ بیگ کھول کر اس نے ایک بڑا سا ریشمی رومال نکالا.... اور پھر بے ہوش لوسی کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

دوسرے لمحے میں وہ اُسی رومال سے لوسی کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

لوسی ایک بار تڑپی۔ اس کا منہ کھل گیا اور آنکھیں اُبل پڑیں۔ لیکن چہرہ بے جان تھا۔ وہ ربڑ کی اس گڑیا سے بہت مشابہ تھی جس کا پیٹ دباتے ہی منہ کھل جاتا ہے اور آنکھیں پھیل جاتی ہیں۔ روشی ایک جھٹکے کے ساتھ الگ ہٹ گئی۔

لوسی کے سینے کا تموج ختم ہو گیا تھا اور اس کی گردن اب بھی ڈھلکی ہوئی تھی۔ روشی نے

نہایت اطمینان سے اسی رومال سے اپنے لباس کی شکنیں درست کیں اور اسے بیگ میں رکھ لیا۔
پھر تھوڑی دیر بعد وہ دوسرے کمرے میں کسی کو فون کر رہی تھی۔

✿

آرلکچو کی رقص گاہ قہقہوں اور سیٹیوں جیسی سریلی آوازوں سے گونج رہی تھی۔ ابھی رقص شروع ہونے میں دیر تھی۔ موسم آج پچھلے دنوں کی نسبت زیادہ بہتر تھا۔ سردی زیادہ نہیں تھی۔

سرجنٹ حمید نے محسوس کیا کہ اس پر ایک دو نہیں درجنوں نگاہیں پڑ رہی ہیں آج وہ سچ مچ پیرس کا کوئی دبونئر معلوم ہو رہا تھا۔ بہترین پریس کئے ہوئے سوٹ بے داغ اور چمکیلی سفید شرٹ اور شیشے کی طرح جھلکتے ہوئے کالر میں اس کی شخصیت اچھی طرح ابھر آئی تھی۔

لیکن وہ اپنی میز پر تنہا تھا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ اس کے علاوہ پوری رقص گاہ میں اور کوئی تنہا نہیں تھا۔ حمید کی معدے سے آہ نکلی یعنی اسے ڈکار آئی۔ دل سے آہ نکلنے کا وہ قائل نہیں تھا۔ وہ کبھی سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ آخیر تک تنہا رہے گا۔ اُسے یقین تھا کہ اس کے مقدر کی لڑکی اُڑ کر اس تک پہنچے گی۔ لڑکیوں کے معاملے میں مایوسی اس کی شریعت میں حرام تھی۔

اسے زیادہ دیر تک راہ نہیں دیکھنی پڑی۔ اسے اپنی پشت پر ہلکی سی بڑبڑاہٹ سنائی دے رہی تھی اس نے گردن ترچھی کر کے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ ایک اینگلو انڈین لڑکی تھی۔ نیلے اسکرٹ میں بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

اِدھر اُدھر دیکھ کر پھر آہستہ سے بڑبڑائی۔ "اس شہر میں کسی تنہائی پسند کا گزر نہیں۔"

"کیا آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔" حمید پیچھے مڑ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں بولا۔

"جی نہیں۔" لڑکی بولی۔ "میں یہ کہہ رہی تھی کہ کوئی ایسی میز نہیں جہاں میں تنہا بیٹھ سکوں۔"

"ہے کیوں نہیں!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "لیجئے! میں باہر جا رہا ہوں۔"

"ارر.... میرا یہ مطلب نہیں!" لڑکی بوکھلا گئی۔ "بات یہ ہے کہ میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔"

"تو بیٹھئے نا۔" حمید بے تکلفی سے بولا۔ "لاکھ اجنبی سہی لیکن یہ ٹھگوں کا زمانہ تو ہے نہیں۔"

لڑکی بیٹھ گئی۔ لیکن اس کے انداز میں اب بھی ہچکچاہٹ تھی۔ حمید نے ایک بار پھر اُسے تعریفی نظروں سے دیکھا اور وہ گھبرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"میں خود بھی بڑا تنہائی پسند ہوں۔" حمید نے کہا۔

"تب تو میں معافی چاہتی ہوں۔" لڑکی نے اٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

"ارر.... نہیں میں یہ نہیں چاہتا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "فضول ہے آپ کے جانے کے بعد بھی مجھے تنہائی نصیب نہ ہوگی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"یہ....!" حمید نے جیب سے چوہیا نکال کر میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

لڑکی یک بیک چونک کر پیچھے ہٹی پھر حیرت سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

"جی ہاں۔" حمید مغموم لہجے میں بولا۔ "مجھے تنہائی کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ میری بدنصیبی ہے۔"

چوہیا نے میز کا چکر لگایا اور پھر حمید کے سامنے رک کر پچھلی ٹانگوں پر کھڑی ہو گئی۔

"اب دیکھئے یہ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مگر نہیں مجھے اس کی جنس کے متعلق شبہ ہے۔ مجھے آج تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ نر ہے یا مادہ۔"

"بڑی پیاری ہے۔" لڑکی نے مسکرا کر کہا اور اب وہ اُسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے غلط اندازہ لگایا۔ میری دانست میں یہ بڑا پیارا ہے۔"

"کچھ بھی ہو! مجھے پسند ہے۔" لڑکی نے اُسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور وہ حمید کی جیب میں کود گئی۔ لڑکی ہنس پڑی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کمال کر دیا آپ نے خوب ٹرین کیا ہے۔"

"جی نہیں۔ یہ مجھے ٹرین کر رہی ہے۔"

"آپ کی باتیں دلچسپ ہیں۔" لڑکی مسکرا پڑی۔

"نہیں تو! میرے ساتھی مجھے کو قنوطی کہتے ہیں۔"

"وہ قنوطی کا مفہوم ہی نہ سمجھتے ہوں گے۔" لڑکی نے کہا۔

"اونہہ ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ "نہ جانے کیوں مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے آپ کا نام یلا یلی ہے۔"

"یلا یلی.... نہیں تو میرا نام روشی ہے۔"

"روشی....!" حمید آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔ "اس نام سے تو نرگس کی کلیوں کا تصور پیدا ہوتا ہے۔"

"آپ شاعر بھی ہیں۔"

حمید نے کچھ کہا۔ لیکن موسیقی کی تیز آواز میں وہ سن نہ سکی۔ رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔

"کیا میں درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"نہایت شوق سے لیکن میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"اوہ....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تب تو.... کائنات تھک گئی ہے.... یاسمن کی کلیاں نڈھال ہو گئی ہیں۔"

"میں واقعی تھک گئی ہوں۔" اس نے کہا۔ "میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ میں گھر جاؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ کیا میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ! آپ بہت اچھے ہیں۔ ہم پھر کبھی ملیں گے۔ کل شام کو یہیں۔"

"میرا نام ہیمائیڈ ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ وہ اسے رخصت کرنے دروازے تک گیا۔ روشی اخلاقاً مسکرائی۔ حمید اس کے اسکرٹ کی لہروں کو دیکھ رہا تھا جب وہ دروازے سے نکل گئی تو وہ مایوسی سے اپنی میز کی طرف واپس آیا۔ اس کی طبیعت مکدر ہو گئی تھی اور اب وہ یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے دستانے اٹھائے اور کلوک روم میں آیا۔ پھر جب خادم اسے السٹر پہننے میں مدد دے رہا تھا اس نے ایک اینگلو انڈین جوان کو دیکھا جو اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

حمید نے فلٹ ہیٹ اٹھائی اور دروازے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیڈی آر لکچو کی کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔

کچھ ہی دور جانے کے بعد اس نے محسوس کر لیا کہ ایک موٹر سائیکل اس کی کار کے تعاقب میں ہے۔ حمید نے اپنے کوٹ کی جیب ٹٹولی۔ ریوالور موجود تھا۔ حمید نے سوچا چلو یہ بھی سہی۔ عرصے سے اس کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس نے دیدہ دانستہ کیڈی کا رخ ویران راستوں کی طرف پھیر دیا اور پھر ایک ایسی سڑک پر اچانک اس نے اسے روک دیا، جو بالکل سنسان تھی۔ موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اب حمید اس کا تعاقب کر رہا تھا اور ساتھ ہی وہ مڑ مڑ کر دیکھتا بھی جا رہا تھا کہ کہیں اس کے پیچھے کوئی اور بھی تو نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سڑک سنسان تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ آگے جانے والی موٹر سائیکل کی رفتار دھیمی ہو گئی ہے اور وہ

وہ اس کی طرف مڑی۔ حمید نے کیڈی کی رفتار دھیمی کر دی۔ اس کا بایاں ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھا اور داہنے ہاتھ میں اس نے ریوالور کا دستہ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ جیسے ہی موٹر سائیکل قریب آئی اس نے کیڈی روک دی اور موٹر سائیکل کیڈی کے فٹ بورڈ سے آ لگی۔

"میں تیار ہوں۔" حمید نے ریوالور کی نال موٹر سائیکل سوار کی پیشانی پر رکھ دی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے آفیسر!" موٹر سائیکل سوار نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا اور ساتھ ہی اس نے بائیں ہاتھ سے ٹارچ بھی نکال لی۔ ٹارچ کی روشنی اسی اینگلو انڈین نوجوان پر پڑ رہی تھی جسے اس نے کچھ دیر قبل آر لکچو کے کلوک روم میں دیکھا تھا۔

"آفیسر! تمہیں لوسی کی تلاش تھی۔" اینگلو انڈین نے کہا۔

"ہاں.... آں.... تم کون ہو؟"

"وہ بھی۔" اینگلو انڈین بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مسٹر پارکر کی طرح طویل رخصت پر روانہ کر دی گئی۔"

"پارکر.... کون پارکر....؟"

"آفیسر.... میرا نام لوتھر ہے۔ میرا تعلق بھی رنگی امپورٹرز سے ہے۔"

"اوہ.... اچھا.... تو پھر....!"

"تو پھر یہ کہ آپ اور آپ کا چیف دونوں خطرے میں ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آفیسر میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا۔ میرے سینے میں جہنم سلگ رہا ہے۔ انہوں نے لوسی پر بھی رحم نہ کیا۔ لوسی.... جسے میں پوجتا تھا مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے بھی طویل رخصت پر روانہ کر دیا جائے گا۔ مگر مجھے پرواہ نہیں۔"

"طویل رخصت.... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"طویل رخصت....!" لوتھر کی ہنسی بھیانک تھی۔ "رنگی امپورٹرز میں طویل رخصت عالم بالا کے سفر کو کہتے ہیں۔"

"تمہارا باس کون ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"ضرغام.... پہلے پار کر تھا.... اس کے علاوہ اور کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"تم کام کے آدمی ہو۔" حمید نے اس کی پیشانی سے ریوالور ہٹالیا۔

"میں پھر ملوں گا۔" لوتھر نے کہا اور موٹر سائیکل اسٹارٹ کر دی۔ پھر حمید کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لے جاکر بولا۔ "روشی سے ہوشیار رہنا آفیسر۔"

حمید سناٹے میں آگیا۔ موٹر سائیکل کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جارہی تھی۔

ایک عجیب حادثہ

رنگی امپورٹرز کے دفتر کے بالائی کمرے میں ضرغام اسی مشین کے سامنے کھڑا تھا۔ جس کے ذریعہ اس کے پُراسرار باس کے احکامات اس تک پہنچتے تھے۔

"تو تمہیں یقین ہے کہ فریدی غائب ہو گیا۔" مشین سے آواز آئی۔

"جی ہاں.... میں تحقیق کر چکا ہوں۔ وہ گھر پر نہیں ہے اور نہ آفس جاتا ہے۔" ضرغام نے کہا۔

"بہت بُری علامت ہے ضرغام۔" مشین سے آواز آئی۔ "جب وہ اچانک لاپتہ ہو جائے تو یہی سمجھو کہ وہ تمہارے سر پر سوار ہے۔"

"میں اس کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں۔" ضرغام ہنس کر بولا۔ "لیکن میں بھی غافل نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔" مشین سے آواز آئی۔ "پارکر قابل اعتماد نہیں تھا کیونکہ بیوقوف تھا اور تم مسٹر ضرغام ایک تراشے ہوئے ہیرے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی دوسرے اسی مشین پر تمہاری آواز سنیں۔"

"قدر دانی کا شکریہ۔ آپ ہی نے مجھے روشنی بخشی ہے۔" ضرغام نے کہا۔

"راہل اپنے ساتھیوں کی موت پر رنجیدہ ہے۔"

"میں مجبور تھا.... باس.... اگر وہ پکڑ لئے جاتے....!"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے۔ میں اس لئے تمہیں تراشا ہوا ہیرا کہتا ہوں۔ مگر دیکھو ضرغام فریدی کتنا ہوشیار تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ تم سے بہت قریب ہے۔ اخبارات میں اس کے

متعلق کچھ نہیں تھا.... اور سنو! مجھے یقین ہے کہ وہ ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔ مجھے راہل کے فرار پر بھی شبہ ہے وہ خود ہی نہیں نکل بھاگا.... بلکہ بھگایا گیا ہے.... تمہیں یاد ہوگا کہ وہ رائفلوں کے ساتھ پکڑا گیا تھا۔"

"اوہ.... باس.... میں بھی اکثر یہی سوچتا ہوں کہ پولیس اس کی وساطت سے ہمیں پکڑنا چاہتی ہے۔" ضرغام بولا۔

"لیکن....!" مشین سے آواز آئی۔ "تمہارا باس احمق نہیں ہے۔ وہ راہل کو پہلے ہی اطلاع دے چکا ہے کہ وہ گوشہ نشینی اختیار کر لے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر مشین سے آواز آئی۔ "دوسری بات! فریدی کا اسسٹنٹ یہیں موجود ہے اور وہ علانیہ گھومتا پھرتا ہے۔ تم اس سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے۔" ضرغام بولا۔ "یہ بھی فریدی کی ایک چال ہے جیسے ہی ہم اس کے اسسٹنٹ پر ہاتھ ڈالیں گے وہ ہمیں آلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ابھی تک اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ویسے روشی اس کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی صورت سے ہمارا ہاتھ فریدی تک پہنچ جائے۔"

"تمہارے پہلے خیال سے میں متفق ہوں۔" مشین سے آواز آئی۔ "لیکن دوسرے میں غلطی کا امکان ہے۔ فریدی نے اپنے اسسٹنٹ کو اس لئے بیباکانہ گھومنے کو نہیں چھوڑا ہے کہ وہ خود ہی اس کے لئے پھندہ بن جائے۔ ضرغام بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔" ضرغام نے نہایت ادب سے کہا۔ "لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ راہل ہی سے یہ کام کیوں نہ لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ بھی فریدی کے خون کا پیاسا ہے۔ لیکن میں ابھی اس کے متعلق غور کر رہا ہوں۔ فرض کرو اگر پولیس راہل کے ذریعہ ہم تک نہ پہنچ سکی تو.... کیا ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" ضرغام بولا۔

"فریدی کے الفاظ یاد کرو.... اس نے یہی کہا تھا کہ راہل ایک ہفتے سے زیادہ آزاد نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ اس نے ٹھیک ہی کہا ہو۔ اگر وہ راہل کے ذریعہ ہمارا پتہ نہ لگا سکا تو اسے پھر گرفتار کر لے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی طرح اس سے رائفلوں کا راز اگلوانے میں کامیاب

ہو جائے۔"

"راہل پتھر ہے باس۔" ضرغام نے کہا۔ "وہ کبھی نہ اُگلے گا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تم فریدی سے واقف نہیں.... ارے اس کم بخت کے طریقے بڑے سائنٹیفک ہیں۔ وہ ایسی اذیتیں دیتا ہے جو قانوناً اذیتیں نہیں ہوتیں لیکن مجرم چیخ پڑتا ہے۔ وہ اسے جذباتی ہیجان میں مبتلا کر کے اس کے ذہن کو اس نقطے پر لے آتا ہے جہاں سے پاگل پن کی سرحدیں شروع ہو جاتی ہیں۔"

"آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔"

"اچھا تو سنو....!" مشین سے آواز آئی۔ "راہل کو مردہ یا زندہ پیش کرنے والے کے لئے حکومت کی طرف سے دس ہزار کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے یہ عزت رنگبی امپورٹرز کا منیجر کیوں نہ حاصل کرے۔"

ضرغام سناٹے میں آ گیا۔ اس کے جبڑے ڈھیلے پڑ گئے اور وہ عجیب نظروں سے مشین کی طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر مشین سے آواز آئی۔ "کیا سوچنے لگے۔"

"جی.... کچھ نہیں! بہت مناسب ہے۔"

"اونہہ! تم شاید ہچکچا رہے ہو۔"

"نہیں باس.... ایک ہفتہ پورا ہونے سے قبل ہی میں اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"مگر سنو! احتیاط سے.... وہ بھی کم نہیں ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا باس۔" ضرغام نے ہنس کر کہا لیکن اس کی پیشانی پر تفکر کی گہری لکیریں تھیں۔

❁

تین دن سے حمید روشی کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہے۔ اس وقت بھی وہ دونوں کیفے ڈی سائپریس میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

"روشی ڈیئرسٹ! میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ تم مجھے مل گئیں.... ورنہ.... جانتی ہو کیا ہوتا۔"

"کیا ہوتا....!"

"کچھ بھی نہ ہوتا۔"

روشی ہنس پڑی۔ "تم خطرناک آدمی ہو۔"

"ہاں ڈارلنگ.... میں محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر ہوں۔"

"ارے....!" روشی کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ "تم نے پہلے کبھی کیوں نہیں بتایا۔"

"تم نے پوچھا ہی کب تھا۔"

"تب تو تم واقعی خطرناک ہو گے۔"

"ہاں ڈارلنگ.... میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"مجھے خفیہ پولیس کے آدمی ذرا بھی اچھے نہیں لگتے۔"

"کیوں ڈارلنگ....!"

"بس یوں ہی! وہ کبھی کسی سے پُر خلوص برتاؤ نہیں کرتے۔"

"صرف مجرموں سے۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں کیا پتہ کہ میں بھی مجرم نہیں ہوں۔" روشی اٹھلائی۔

"ہائے.... میں جانتا ہوں! تم نے لاکھوں کا سکون لوٹا ہوگا۔ ہزاروں کے دل چرائے ہوں گے۔"

"بے تکی باتیں مت کرو۔" روشی نے بگڑ کر کہا۔

"بے تکی باتوں کے لئے میں خاص طور سے مشہور ہوں۔"

"تمہارا عہدہ یقیناً بہت بڑا ہوگا۔"

"نہیں، بہت معمولی سا ہے۔ میں سارجنٹ ہوں۔"

"واقعی بے تکی باتیں کرتے ہو۔" روشی نے ہنس کر کہا۔

"کیوں....!"

"سارجنٹ بیچارے تو موٹر سائیکل بھی نہیں خرید سکتے اور تم کیڈی لاک رکھتے ہو۔"

"اوہ.... یہ تو ملکہ الزبتھ نے تحفتاً دی تھی۔"

"کیوں فضول بکتے ہو۔" روشی ہنسنے لگی۔

"یقین کرو.... میں اپنی بیوی کو یہی کہتا ہوں۔"

"بیوی....!" روشی نے حیرت سے کہا۔ "تم کہتے تھے کہ تم کنوارے ہو۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔"

"تم مجھے پریشان مت کرو۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لڑکی سے کس طرح پیش آئے۔ لوتھر اس سے اس دوران میں برابر ملتا رہا تھا اور اس سے اسے بہتیری کام کی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ لیکن روشی کے متعلق اتنا ہی بتا سکا تھا کہ وہ خاص طور پر اس کے پیچھے لگائی گئی ہے....؟ اس کا مقصد حمید کی نظروں میں یہی تھا کہ رنگی امپورٹرز والے فریدی کا سراغ چاہتے ہیں اور اب اس وقت جب اس نے کیڈی لاک کی بات چھیڑی تو اُسے بالکل یقین ہو گیا۔ وہ چند لمحے تمسخر آمیز انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میں دنیا کا بد قسمت ترین آدمی ہوں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" روشی نے کہا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میری باتیں ہی میری ناکامی کا باعث ہیں اور اسی بناء پر آج تک میری شادی نہ ہو سکی۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے....!"

"سنو تو! وہی بتانے جا رہا ہوں۔ ایک صاحب نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ خود کو ہمیشہ شادی شدہ ظاہر کرو۔ ان کا خیال ہے کہ شادی شدہ آدمیوں سے لڑکیاں بہت جلد دوستی کر لیتی ہیں.... اور محض یہ سمجھ کر اس کے قریب آجاتی ہیں کہ وہ دوسری بار حماقت نہیں کرے گا۔"

"بکواس ہے۔" روشی بولی۔

"ہائیں.... تو گویا ان صاحب نے مجھے بیوقوف بنایا تھا۔" حمید نے کہا اور روشی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا اب میں انہیں بیوقوف بناؤں گا۔"

"تمہارا گھر بھی بڑا شاندار ہوگا۔" روشی نے کہا۔

"ہاں.... کیوں نہیں.... دیکھو گی۔"

"ضرور.... بزرگوں کا قول ہے کہ جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچا دو۔"

"کیا مطلب....!"

"میں تمہیں سمجھا دوں گی کہ تم ایک معمولی سارجنٹ نہیں ہو۔"

دفعتاً حمید کے ذہن میں ایک دلچسپ خیال سر ابھارنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اسے ضرور گھر مانا چاہئے۔ وہ دونوں چل پڑے لیکن راستے میں اچانک شائد روشی نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

"میں نہیں جاؤں گی۔" اُس نے منمنا کر کہا۔

"کیوں؟"

"تم اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"اوہ تو کیا تم صرف اچھے آدمیوں کے گھر جاتی ہو۔" حمید کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ مت پریشان کرو۔"

"پھر کیا کروں۔" حمید نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"مجھے اگلے بس اسٹینڈ پر اتار دو۔ میں گھر جاؤں گی۔"

"اوہو.... میں پہنچائے دیتا ہوں۔ تم بس پر جاؤ گی۔ چھی چھی۔"

"نہیں میں تمہیں اپنا گھر دکھانا نہیں چاہتی۔"

"شوہر خفا ہوگا۔"

"کیا بکتے ہو! میری شادی نہیں ہوئی۔"

"معاف کرنا! مجھے پہلے سے معلوم نہیں تھا.... ورنہ.... میں....!"

"ورنہ.... تم.... کیا؟" روشی اسے گھورنے لگی۔

"بات یہ ہے کہ میں غیر شادی شدہ عورتوں سے عشق نہیں کرتا۔"

"بدتمیز ہو تم۔" روشی بگڑ گئی۔

"اس لئے نہیں کرتا۔" حمید اس کا جملہ نظر انداز کر کے بولا۔ "کہ وہ شادی پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔"

"شٹ اپ....!"

"اب اگر تم مجھ سے نہ ملو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ویسے تم نے مجھے دھوکا دیا۔"

"کیا مطلب....؟" روشی یک بیک چونک کر بولی۔

"یہی کہ تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کنواری ہو۔"

"میں چانٹا مار دوں گی۔"

"یہی عیب ہوتا ہے، کنواری عورتوں میں۔"

"گاڑی روک دو۔"

"میں تمہیں تمہارے گھر لے جارہا ہوں۔"

"دیکھو میں بہت بُری طرح پیش آؤں گی۔"

"پہلے کب اچھی طرح پیش آئی تھیں۔"

روشی بے بسی سے ہنس پڑی اور پھر نرم لہجے میں بولی۔ "دیکھو! مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ ہم کل پھر آرلکچو میں ملیں گے۔"

"نہیں! نہیں!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "مجھ سے شریفانہ لہجے میں گفتگو نہ کرو۔ کنواری ہونے کے باوجود بھی تم غصے میں بڑی بھلی لگتی ہو۔"

"کیا فائدہ کہ میں تمہیں کسی مصیبت میں پھنسادوں۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"تم زیادہ سے زیادہ یہ کروگی کہ شور مچانا شروع کردو گی۔ میں ریڈیو کھول دوں گا۔"

"خدا کے لئے تنگ مت کرو۔"

"خدا کے لئے کسی کو تنگ نہیں کرتا۔" حمید نے سنجیدہ صورت بنا کر کہا۔ "خدا کے لئے لوگ عبادت خانے بنواتے ہیں۔ یتیم خانے قائم کرتے ہیں اور دوسرے نیک کام کرتے ہیں۔"

"دیکھو! میں پھر کہتی ہوں۔"

"میں پھر سنتا ہوں۔"

روشی نے ایک بار پھر اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا مگر خاموش رہی۔ حمید کا ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے کیسا برتاؤ کرے۔

"تو کیا سچ مچ تم جانا چاہتی ہو۔" اس نے پھر اسے چھیڑا۔

"مجھ سے بات نہ کرو۔"

"اچھا اب نہ بولوں گا۔"

"روکو گاڑی۔" دفعتاً وہ ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

حمید نے کیڈی روک دی اور وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی اتر گئی۔ حمید اُسے ایک پتلی سی گلی میں مڑتے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسکرا کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور دوبارہ چل پڑا۔

اس دوران میں حمید کی عادت سی ہوگئی کہ وہ روزانہ کم از کم ایک بار جاوید بلڈنگ کی طرف ضرور گزرتا تھا۔ جاوید بلڈنگ جہاں راہل کی کمین گاہ تھی۔ اس کا مقصد دراصل یہ تھا کہ کسی طرح اسے فریدی پر سبقت حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔

آج بھی اس نے حسب عادت کیڈی کا رخ جاوید بلڈنگ کی طرف موڑ دیا۔

❁

رات معمول سے زیادہ سرد تھی۔

رنگی امپورٹرز کے منیجر ضرغام کی کار ٹھیک اسی وقت جاوید بلڈنگ کے پاس پہنچی جب حمید اس کے سامنے والی تاریک گلی میں اپنی کیڈی بیک کر رہا تھا۔ گلی بالکل سنسان تھی۔ اس نے کیڈی کھڑی کردی۔ کچھ دیر اگلی ہی سیٹ پر بیٹھا رہا اور جاوید بلڈنگ کے بار کی طرف دیکھتا رہا جہاں دو تین آدمی اپنے سامنے بوتلیں اور گلاس رکھے ہوئے اونگھ رہے تھے.... پھر وہ بہ آہستگی پچھلی نشست پر چلا گیا۔ کیڈی کے اگلے حصے پر سڑک کی روشنی کا عکس پڑ رہا تھا اور بقیہ حصہ تاریکی میں تھا۔ حمید پر راہگیروں کی نظر پڑنا محال تھا۔

حمید کی نظریں ضرغام پر جمی رہی۔ وہ بار میں نہیں داخل ہوا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھا شائد کسی کا انتظار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بار سے نکلا۔ اس نے السٹر پہن رکھا تھا اور اس کی فلٹ ہیٹ کا کونہ پیشانی پر جھکا ہوا تھا.... اچانک ضرغام کی کار سے ایک شعلہ سا لپکا اور ساتھ ہی بار سے برآمد ہونے والا آدمی چیخ کر پیچھے ہٹ گیا وہ اپنا بایاں بازو داہنے ہاتھ سے دبائے ہوئے تھا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا ضرغام کی کار فراٹے بھرتی ہوئی ایک طرف نکل گئی۔ چیخ سن کر بار کے اندر بیٹھے ہوئے لوگ باہر کی طرف بھاگے۔

اور وہ آدمی بھاگتا ہوا اس تاریک گلی کی طرف آرہا تھا۔ جہاں حمید نے کیڈی کھڑی کررکھی تھی۔ ایک لمحے کے لئے وہ ٹھٹکا پھر اس نے کیڈی کا.... اگلا دروازہ کھول کر چھلانگ لگائی۔ دوسرے لمحے میں وہ اگلی سیٹ پر تھا اور کیڈی گلی سے نکل رہی تھی۔

حمید چپ چاپ دونوں سیٹوں کے درمیان دبکا رہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں اور اتنے غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ حمید کو کچھ سوچنے یا عمل کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اور

اب دبکے رہنے کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا.... اس نے ضرغام کو صاف پہچانا تھا.... اور اس نے شعلہ بھی دیکھا تھا۔ شاید ضرغام نے سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے گولی چلائی تھی۔ اس لئے قرب وجوار کے لوگ صرف زخمی ہونے والے کی چیخ سن سکے تھے۔

اور وہ زخمی آدمی اس وقت بھی آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا اور اس کی آواز کسی زخمی بھیڑیئے کی غراہٹ سے بہت مشابہ تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس نے یہ آواز پہلے بھی کبھی سنی ہے۔ اچانک اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا کیونکہ یہ آواز یقیناً راہل کی تھی.... ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط تھی لیکن وہ کچھ اور بھی سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ آخر ضرغام نے راہل پر گولی کیوں چلائی۔ بظاہر تو وہ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے معلوم ہوتے تھے۔ حمید نے ریوالور کو جیب ہی میں پڑا رہنے دیا.... راہل بڑی تیزی سے کیڈی کو آگے بڑھا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے ضرغام کی کار کو جالیا۔ پھر وہ اس سے آگے نکل گیا۔ حمید نے محسوس کیا کہ ضرغام کی کار زیادہ پیچھے نہیں ہے۔ اچانک راہل نے کیڈی کو داہنی طرف موڑ کے پورے بریک لگا دیئے۔ دوسری طرف بھی چرچراہٹ کی آواز سنائی دی اور ضرغام کی کار پھسلتی ہوئی شائد کیڈی سے ایک فٹ کے فاصلے پر رک گئی.... یہ سب اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ شائد ضرغام کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا.... راہل کا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکلا.... فائر ہوا.... اور گولی ضرغام کی کار کی ونڈ اسکرین کو توڑتی ہوئی اس کی پیشانی پر لگی.... ضرغام چیخ مار کر الٹ گیا۔ راہل کو اپنی کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ اس نے نیچے اتر کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ اس نے نہایت اطمینان سے کیڈی موڑی اور شہر کی طرف چل پڑا۔ اب حمید کی باری تھی۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور راہل کی گردن پر رکھ دیا۔

"بس چپ چاپ چلتے رہو۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارا کی تو پھر خود سے گردن نہ موڑ سکو گے.... جہاں میں کہوں میری گاڑی چھوڑ کر اُتر جانا۔"

"تم کون ہو؟" راہل نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ایک ایسا آدمی جس نے ابھی تمہیں آئس کریم کھاتے دیکھا ہے۔"

"ٹھیک ٹھیک بتاؤ میرے بھائی۔" راہل کی آواز میں نرمی تھی۔

"میں ایک بلیک میلر ہوں۔" حمید نے کہا۔ "اور اس قتل کے سلسلے میں تمہیں میرا منہ بند رکھنے کے لئے کافی رقم خرچ کرنی پڑے گی۔"

راہل نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کچھ بولے بغیر کار ڈرائیو کرتا رہا۔ ایک جگہ حمید نے اُسے کار روکنے کو کہا۔

"بس ٹھیک۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "اب چپ چاپ اُترو اور پانچ گز کے فاصلے پر منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے تمہارا ریوالور جیب سے نکال لیا ہے۔ اس لئے کوئی حرکت بے کار ہوگی۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔" راہل اُتر گیا۔ وہ ہدایت کے مطابق منہ پھیرے کھڑا رہا اور کیڈی فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

خونی کمرہ

دوسری صبح سارجنٹ حمید نہ صرف بہت زیادہ چاق وچوبند دکھائی دے رہا تھا بلکہ خود کو ایک ذمہ دار آدمی بھی سمجھ رہا تھا۔ اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر سنجیدگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پھر پائپ سلگا کر اس آرام کرسی میں گر گیا جس پر فریدی عموماً بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے فریدی ہی کی طرح ہونٹ سکوڑے اور پیشانی پر شکنیں ڈال کر کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ اُسے دراصل سن سٹ ریستوران کے فون کی تلاش تھی جو اُسے جلد ہی مل گیا۔

دوسرے لمحے میں ریسیور اس کے ہاتھ میں تھا۔

"ہیلو! سن سٹ ریستوران....!"

"جی ہاں.... آپ کون ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں اوپر والے سے کنکشن چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"جلدی کرو۔" حمید بولا۔ "جلدی سے کنکٹ کر دو۔ بہت ضروری ہے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"پھر وہی بکواس۔" حمید گرج کر بولا۔ "جلدی کرو گدھے کہیں کے۔"

"ٹھہریئے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ تھوڑے عرصے کے بعد حمید نے پھر ریسیور

میں آواز سنی اور اسے آواز پہچاننے میں دشواری نہ ہوئی۔ یہ راہل تھا۔

"غالباً تم بول رہے ہو۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "پچھلی رات کی تفریح یاد ہے نا۔"

جواب میں حمید کو ہلکی سی غراہٹ سنائی دی۔ پھر راہل بولا۔ "تم ہو۔"

"ہاں میں ہوں! اور صرف ایک لاکھ میں معاملہ طے ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"ضرور ضرور.....!" راہل نے قہقہہ لگایا۔ "میں تمہیں کچھ پہچان رہا ہوں۔"

جواب میں حمید نے بھی قہقہہ لگا کر کہا۔ "قیامت تک نہیں پہچان سکتے۔"

"میں تمہیں اچھی طرح پہچان چکا ہوں۔" راہل غرایا۔ "پتہ نہیں اب تو کیا کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ تو جس کو اپنی راہ کا کانٹا سمجھنے لگتا ہے اُسے یا تو اپنے الفاظ میں طویل رخصت پر پہنچا دیتا ہے یا وہ طریقہ اختیار کرتا ہے، جو تو نے پچھلی رات کو اختیار کیا تھا۔ کیا تو مجھے اتنا ہی بودا سمجھتا تھا کہ ایک جھینگر کے ہاتھوں مار لیا جاتا.... دیکھ گیدڑ میں شیر ہوں۔ بلیک میل کرنے کے بہانے تو مجھ سے وہ رقمیں وصول کرنا چاہتا ہے جو اب تک مجھے دے چکا ہے۔ شائد تو ضرغام سے بھی پیچھا چھڑانا چاہتا تھا تب ہی اس کے پیچھے گیا تھا اگر میں مارا جاتا تو تو اُسے بھی ٹھکانے لگا دیتا.... اچھا تو اے گیدڑ سن! تیرے خاص آدمی تیری شخصیت سے واقف نہیں.... لیکن میں تجھے پہچان گیا ہوں اور اب تو میری مٹھی میں ہے۔"

"بکواس بند کر! ذلیل کیڑے۔" حمید بڑے ڈرامائی انداز میں چیخا۔ "تیرے فرشتے بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"میں پہنچ گیا ہوں۔" راہل نے قہقہہ لگایا۔ "میں کل رات جس میک اپ میں تھا اس میں مجھے صرف ایک آدمی پہچانتا ہے اور وہ آدمی ضرغام نہیں تھا۔"

"بکواس ہے۔" حمید نے بھی قہقہہ لگا کر کہا۔ "اچھا بتا ہی دے میں کون ہوں۔" اسے پھر راہل کا قہقہہ سنائی دیا اور ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید کو بڑی مایوسی ہوئی لیکن اس کا دل دھڑک رہا تھا.... یہ اس کی بڑی کامیابیوں میں سے ایک تھی۔

تھوڑی دیر بعد سرجنٹ رمیش نے اُسے فون پر اطلاع دی کہ پولو گراؤنڈ کے آگے ایک کار میں رنگی امپورٹرز کے نئے منیجر کی لاش پائی گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ گولی سامنے سے چلائی گئی

تھی، جو ونڈ اسکرین کو توڑ کر اس کے سر پر لگی۔

حمید بہت زیادہ مضطرب تھا وہ سوچ رہا تھا کہ راہل بتاتے بتاتے رہ گیا اور وہ شائد اس طرح فون پر کبھی نہ بتائے گا۔ اسے بڑی شدت سے فریدی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک پلان تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ وہ فریدی کی مرضی کے بغیر اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ راہل کو گرفتار کر لیا جائے چونکہ اُسے اس آدمی کی طرف سے چوٹ ہو چکی ہے جس کے لئے وہ کام کر رہا تھا لہٰذا وہ جھلاہٹ میں نہ صرف اس کا نام اگل دے گا بلکہ یہ بھی بتا دے گا کہ وہ اب تک اس سے کیا کام لیتا رہا ہے۔

اسے اب فریدی پر غصہ آنے لگا۔ اسے اس کی یہ بات ہمیشہ گراں گذرتی تھی کہ وہ ایسے کیسوں کے سلسلے میں روپوشی کے بعد اس سے رابطہ قائم نہیں رکھتا تھا۔

تھوڑی دیر تک غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جاوید بلڈنگ پر ضرور چھاپا مارنا چاہئے۔ اُسے خود بھی تو اپنے پیروں پر کھڑے ہونا ہے۔ کب تک انگلی پکڑ کر چلتا رہے گا۔ راہل پر جلد قابو پانا اشد ضروری ہے۔ ورنہ اگر ان دونوں میں سے ایک بھی مارا گیا تو ساری محنتوں پر پانی پھر جائے گا۔

اس نے بڑی خود اعتمادی کے ساتھ ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ دوسرے لمحے میں اپنے محکمے کے مختلف لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

❋

رنگی امپورٹرز کا عملہ متحیر رہ گیا جب ضرغام کے قتل کی خبر پھیلنے کے تین گھنٹے کے بعد ہی اس کی جگہ پر کام کرنے کے لئے ایک اجنبی نے دفتر میں قدم رکھا۔

یہ چوڑے چکلے جسم کا ایک معمر آدمی تھا لیکن اس کی تندرستی عمر کی زیادتی سے متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی اس نے اس طرح ضرغام کے کمرے کا رخ کیا جیسے وہ اسے پہلے ہی دیکھ چکا ہو۔ لیکن دفتر والوں کے لئے وہ بالکل اجنبی تھا۔ ان میں شاید کسی نے اس سے پہلے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر تک ضرغام کے کمرے میں بیٹھ کر کچھ کاغذات دیکھے۔ پھر وہاں سے نکل کر بالکنی کی طرف چل پڑا جہاں چوتھی منزل پر جانے کے لئے لفٹ لگی ہوئی تھی۔ اس لفٹ کی

چابی ہمیشہ منیجر ہی کے پاس رہتی تھی اور آفس والوں کا خیال تھا کہ چوتھی منزل پر شاید منیجر ا
کے آرام کرنے کا کمرہ ہے۔ ویسے وہ کمرہ ان کے لئے پُر اسرار ضرور تھا کیونکہ ان میں سے کسی
بھی آج تک اُسے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ لفٹ ہمیشہ مقفل رہتی تھی اور اُسے منیجر کے علاوہ
اور کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نیا منیجر اسی مشین کے سامنے مؤدب کھڑا تھا۔

"کیا تم ہو مسٹر شیام....!" مشین سے آواز آئی۔

"جی ہاں....!"

"تمہیں نمبر چار میں ہدایات ملیں ہوں گی۔"

"جی ہاں....!" شیام نے کہا۔

"تم ضرغام کی جگہ پر کام کرو گے۔ کافی ذہین آدمی تھا۔ لیکن ذرا جلد باز تھا۔ بہر حال مجھ
اس کی موت پر صدمہ ہے۔"

نیا منیجر خاموش کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مشین سے پھر آواز آئی۔ "ضرغام نے اپ
کاغذات اور نقشے بڑی ذہانت سے مرتب کئے تھے۔ تم انہیں دیکھ کر ہی سب کچھ سمجھ لو گے۔ ویس
مجھے تمہارے متعلق اطلاع ملی ہے کہ تم بھی بہت تجربہ کار آدمی ہو۔"

"قدر دانی ہے جناب کی۔" شیام نے کہا اور سوٹ کیس فرش پر رکھ دیا جسے اس نے ابھی تک
ہاتھ میں ہی لٹکا رکھا تھا۔

"اچھا سنو! سب سے پہلے تم زاہل کو ٹھکانے لگا دینے پر زور دو گے۔ یہ بہت برا ہوا کہ ا
اپنے حملہ آوروں کی شخصیت کا علم ہو گیا... وہ جاوید بلڈنگ کی چوتھی منزل کے پانچویں فلی
میں مقیم ہے.... اوہ کیا.... ذرا ٹھہرو.... ایک منٹ۔"

مشین سے آواز بند ہو گئی۔ شیام بدستور کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی۔

"مسٹر شیام کیا تم نے دروازہ بند کر دیا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شیام اپنے غسل خانے میں بیہوش پڑا دیکھا گیا ہے اور اُسے ک
رح ہوش ہی نہیں آرہا تھا۔"

"شاید آپ مذاق فرما رہے ہیں۔" شیام نے جلدی سے کہا۔

"نہیں مسٹر شیام میرا مذاق تو موت سے شروع ہوتا ہے اور موت ہی پر ختم ہو جاتا ہے۔"

"پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" شیام دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا اس نے جھپٹ
کر ہینڈ گھمانے کی کوشش کی لیکن اس میں جنبش تک نہ ہوئی۔

"بھاگو نہیں مسٹر شیام۔" مشین سے طنز میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔ "یہ پورا کمرہ کل پرزوں
پر ہے۔ بٹن دباتے ہی دروازے پر تالا لگ گیا ہے، جو اب باہر ہی سے کھل سکتا ہے اور لفٹ جو
تمہیں اوپر لائی تھی نیچے چلی گئی۔"

"آپ پتہ نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔" شیام نے کہا۔

"نہیں مسٹر فریدی۔" مشین سے آواز آئی۔ "اس کمرے میں میرے منیجروں کے علاوہ اور
کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ دوسرے کی سزا ہر حال میں موت ہے۔"

شیام نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے تیزی سے اپنا سوٹ کیس کھولا اور اس کی ساری چیزیں
الٹ پلٹ ڈالیں۔

"سناؤ میرے بیٹے۔" فریدی نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔ اس نے نہایت اطمینان سے
اپنے ہونٹوں میں سگار دبا لیا تھا اور اب اسے سلگانے جا رہا تھا۔

"تمہاری بدولت میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔"

"اور اب آخری اور سب سے بڑے نقصان کے لئے تیار ہو جاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"بہت اچھے۔" مشین سے قہقہہ بلند ہوا۔ "نادان لڑکے تمہیں کوئی وصیت تو نہیں کرنی ہے۔"

"وصیت تو نہیں بلکہ ایک پیشین گوئی کرنی ہے۔" فریدی نے سگار کا کش لے کر کہا۔ "وہ یہ
کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہارے ہتھکڑیاں لگاؤں گا۔"

"کیا تم اس بل بوتے پر کہہ رہے ہو کہ تمہیں میرے آرگنائزیشن کا علم ہو گیا ہے۔ سنو
بھولے لڑکے.... آرگنائزیشن تو بنتے بگڑتے رہتے ہیں لیکن اس کا خالق یعنی میں تمہاری
دسترس سے بہت دور ہوں۔ مجھے پانے کی خواہش چاند کیلئے ہمکنے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔"

"تم میری جیب میں رکھے ہوئے ہو۔" فریدی نے پُر سکون لہجے میں کہا۔

مشین سے پھر قہقہہ بلند ہوا۔ "تمہاری باتیں دلچسپ ہیں۔"

"لیکن میرے دوست....!" فریدی نے کہا۔ "میں وہاں نہیں جاسکتا جہاں پار کر اور ضر[...] گئے ہیں اور غالباً وہ لڑکی لوسی بھی۔ میں تم جیسے ذلیل وطن دشمنوں اور قوم فروشوں کے لئے زن[دہ] رہوں گا۔"

"تم مجھے قوم فروش کہہ رہے ہو۔" مشین سے آواز آئی۔ "حالانکہ میں ایک نہ مٹنے والی [...] کی تعمیر کا پروگرام لے کر میدان میں آیا ہوں۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو ذلیل کیڑے۔ تم ایک جنگ باز ملک کے ایجنٹوں کے ہاتھ بک گئے ہو [...] جو بھولے بھالے قبائلیوں کو بغاوت پر اکسا کر انہیں اسلحہ سپلائی کر رہے ہو۔ کیا تمہیں یقین [...] کہ تم میرے ہی ہاتھوں کتوں کی موت نہ مرو گے۔"

"خاموش رہو بدتمیز....!"

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"چپ رہو۔" مشین سے آواز آئی۔ "مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ میرے پاس وقت کم ہے۔"

"میں نے بھی وقت کی کمی ہی کی بناء پر یہاں تک پہنچنے میں جلدی کی ہے۔" فریدی لاپر[وائی] سے بولا اور سگار کو فرش پر پھینک کر اُسے جوتے سے مسل دیا۔

دفعتاً مشین کے ایک سوراخ سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر نکل کر بل کھانے لگی۔ فرید[ی] نے جھپٹ کر سوٹ کیس سے گیس ماسک (گیسوں سے محفوظ رہنے والا نقاب) نکال لیا۔

"اب دیکھو تم ایک کتے کی طرح مر جاؤ گے۔" مشین سے قہقہے کے ساتھ آواز آئی۔

دوسرے لمحے میں فریدی گیس ماسک کو اپنے چہرے پر چڑھا چکا تھا۔ کمرے میں دھوا[ں] بھرنے لگا تھا۔ فریدی نے خواہ مخواہ کھانسنا اور کراہنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ زمین پر [...] بھی پٹخ رہا تھا۔

"اب بتاؤ کون مر رہا ہے۔" مشین سے آواز آئی۔

"ارے بچاؤ!" فریدی گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخا۔ "میں مرا....!"

وہ برابر کھانستا رہا۔ کمرے میں دھواں اچھی طرح بھر گیا تھا۔ مشین سے قہقہے بلند ہو ر[ہے] تھے۔ کھانستے کھانستے فریدی کی آواز مضمحل ہوتی گئی۔ اور پھر اس نے اس طرح فرش پر پیر مار[ے] جیسے وہ گر گیا ہو.... اور پھر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد دھواں پھر مشین کے اسی سوراخ میں داخل ہو رہا تھا جس سے نکلا تھا۔ دو منٹ کے اندر کمرے کی فضا صاف ہو گئی.... اور پھر کھٹاکے کی آواز کے ساتھ دیوار برابر ہو گئی۔

فریدی نے گیس ماسک اُتار کر سوٹ کیس میں بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر تمسخر آمیز مسکراہٹ تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن ایک گھنٹے تک سر مارنے کے باوجود بھی وہ نہ کھل سکا۔

آخر فریدی نے اس کا خیال ہی ترک کر دیا.... اس نے سگار سلگایا اور دیوار سے ٹیک لگا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے ضرور آئے گا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ یہ کام رات کو سرانجام دیا جائے۔

✿

سرجنٹ حمید نے جاوید بلڈنگ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ کچھ لوگ سامنے سے چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے تھے اور کچھ لوگ جن کی رہنمائی سرجنٹ حمید کر رہا تھا من سٹ ریستوران میں گھس پڑے تھے۔ ریستوران کا مالک چیختا پیٹتا ہی رہ گیا لیکن سرجنٹ حمید ٹھیک اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے ایک پوشیدہ لفٹ چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ تک پہنچنے کا ذریعہ تھی۔

لیکن چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ پر پہنچ کر انہیں بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ وہاں پندرہ بیس بکریاں بڑے پُرسکون انداز میں کھڑی جگالی کر رہی تھیں اور فرش پر مینگنیوں کے ڈھیر تھے.... راہل یا اس کے ساتھیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔

پھر پوری بلڈنگ چھان ڈالی گئی مگر نتیجہ مایوسی۔

حمید کو بڑا تاؤ آیا.... وہ ریستوران کے منیجر پر برس پڑا۔

"آخر اس پوشیدہ لفٹ کا کیا مطلب ہے۔" اس نے اس سے پوچھا۔

"جناب والا.... یہ کوئی جرم تو نہیں۔" اُس نے نہایت ادب سے کہا۔ "میری بکریوں کو زینے طے کرنے میں دشواری ہوتی تھی لہٰذا میں نے لفٹ کا انتظام کر لیا۔"

"قطعی بیکار بات۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "بکریوں کیلئے لفٹ کے مصارف.... لغو.... فضول۔"

"اب جناب شوق ہی تو ہے۔" منیجر نے کہا۔ "اگر میری بکریاں کہیں تو میں اپنا کلیجہ بھی نکال کر انہیں کھلا سکتا ہوں۔ میں تو اب ان کے سینگوں کے لئے سونے کے خول بنوا رہا ہوں۔ یہ بات

آپ کے لئے اور مضحکہ خیز ثابت ہوگی۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ان کے گرم سوٹ بھی دکھا سکتا ہوں۔"

"بند کرو یہ بکواس....!" حمید نے کہا۔ "تم پولیس کی بلیک لسٹ پر بہر حال ہو گئے.... اور کبھی نہ کبھی۔"

"ذرا ٹھہریئے۔" منیجر نہایت سعادت مندی سے بولا۔ "کیا پولیس کو میری بکریوں کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔"

"راحل کل تک یہیں تھا۔" حمید نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"رہا ہوگا۔" منیجر نے لاپروائی سے کہا۔ "میں اسے پہچانتا نہیں۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے کہ یہاں دن بھر سینکڑوں آیا جایا کرتے ہیں۔ لیکن میرے لئے اس کا خیال رکھنا مشکل ہے کہ آنے والا راحل تھا یا کوئی پولیس آفیسر۔ ویسے اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور فرمائیے میں ہر ایک کا خادم ہوں۔"

بہر حال حمید کو بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ درجنوں آنکھیں اسے طنزیہ انداز میں گھور رہی تھیں.... اور وہ دل ہی دل میں اپنا سر پیٹ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی اُسے نہ جانے کس حال میں پہنچادے۔

✵

فریدی نے سگار سلگایا۔ وہ بڑی دیر سے کمرے کا چکر لگا رہا تھا اور اُسے یہاں مقید ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس نے دوبارہ اس مشین کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔

ٹھیک ساڑھے تین بجے اُس نے دروازے کے تالے میں کنجی گھمانے کی آواز سنی۔ وہ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھا۔ اس نے پھرتی سے فرش پر لیٹ کر سانس روک لی۔ آنے والے نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

چند لمحے چپ چاپ دروازے کے قریب کھڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا فریدی کے پاس آیا اور پھر جیسے ہی وہ اسے دیکھنے کے لئے نیچے جھکا فریدی نے اس کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے لمحے میں وہ فرش پر تھا۔ فریدی نے اس کا منہ دبا رکھا تھا اور وہ اُسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے حیرت تھی۔

فریدی نے اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اس نے جدوجہد کرنی چاہی لیکن جنبش نہیں کر سکا۔ بہر حال وہ جلد ہی بیہوش ہو گیا.... فریدی اُسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے اس کی جیبیں ٹٹول کر دروازے کی کنجی نکالی اور اپنا سوٹ کیس سنبھالتا ہوا باہر نکل گیا۔ آفس میں قدم رکھتے ہی فریدی نے اپنا چہرہ ایسا بنالیا جیسے وہ ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو۔ کلرکوں نے اُسے حیرت سے دیکھا لیکن کسی نے کچھ کہا نہیں۔

ضرغام کے کمرے میں پہنچ کر اُس نے وہ الماری کھولی جس میں ضرغام کے مرتب کئے ہوئے نقشے اور کاغذات تھے۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ ہونٹوں میں سگار دبائے اپنا سوٹ کیس سنبھالے رخصت ہوتے ہوئے کلرکوں کے سلام کا جواب سر کے اشارے سے دیتا ہوا سڑک پر آگیا۔

فریدی کی واپسی

حمید بُری طرح اکتایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ پچھلے روز اسے راحل کے معاملے میں بڑی خفت ہوئی ہوتی اگر ڈی۔ ایس۔ پی بھی اس کا ہم خیال نہ ہو گیا ہوتا۔ ریستوران میں پوشیدہ لفٹ کی موجودگی مشتبہ تھی۔ ریستوران کا منیجر شبہ کی بناء پر حراست میں لے لیا گیا تھا۔

حمید ٹہلتا رہا.... اچانک ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

"ایک ملاقاتی ہیں آپ کی۔" نوکر نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔

"بٹھاؤ۔" حمید نے اُسے قہر آلود نظروں سے گھور کر کہا.... نوکر منہ بنا کر ہنستا ہوا چلا گیا۔

حمید نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ٹائی کی گرہ درست کی.... سر پر ہاتھ پھیرا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا اور پھر وہاں روشی کو دیکھ کر اس کی جھنجھلاہٹ اور بڑھ گئی۔

"دیکھو.... میں نے تمہارا گھر ڈھونڈ لیا نا؟" روشی اٹھلا کر بولی۔

"کمال کر دیا تم نے تو.... بھلا کیسے ڈھونڈا....؟"

"بس پتہ لگالیا.... پتہ لگانے کے لئے تمہاری کیڈی ہی کا حوالہ دینا کافی ثابت ہوا تھا۔"

"اوہ....!" حمید ہنسنے لگا۔

"واقعی تمہارا مکان بڑا شاندار ہے۔"

"ہاں.... آں....!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "دیکھو گی۔"

"ضرور.... ضرور....!"

"تو آؤ....!"

حمید نے اُسے پورا گھر دکھایا صرف ایک کمرہ باقی رہنے دیا جس میں فریدی کے پالتو سانپ تھے۔ اس دوران میں حمید نے باتوں ہی باتوں میں روشی کا ہینڈ بیگ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اب وہ حمید کے ہاتھ میں تھا۔

"واقعی! تم لارڈوں کی طرح رہتے ہو۔"

"لیکن خدارا! مجھ سے شادی کی درخواست نہ کرنا۔" حمید نے کہا۔ "ورنہ میرا باپ مار مار کر میری کھال گرادے گا۔"

"تم بہت بدتمیز ہو۔" روشی پیشانی پر شکنیں ڈال کر بولی۔

"اوہ.... معاف کرنا میں بھول گیا تھا.... کہ تم کنواری ہو۔"

"میں جارہی ہوں۔" روشی بھنائی۔

"اچھا چھوڑو! اب مذاق نہیں کروں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "آؤ اب تمہیں اپنے عجائبات کا مجموعہ دکھاؤں۔"

دوسرے لمحے میں حمید اُسے سانپوں کے کمرے میں لے جارہا تھا۔

"چلو اندر چلو۔" حمید نے دروازہ کھول کر اُسے دھکا دے دیا۔ دروازہ روشی کے پیچھے بند ہو چکا تھا۔ حمید اُسے مقفل کر کے کھڑکی کے پاس آگیا۔ روشی اندر سے بگڑ رہی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے۔"

"ذرا پیچھے دیکھو۔"

روشی نے پلٹ کر دیکھا اور چیخ مار کر کھڑکی کی طرف بھاگی۔ درجنوں سانپ جالی کے خانوں سے رینگ کر باہر آرہے تھے۔ حمید نے اس کا ہینڈ بیگ کھول کر ایک چھوٹا سا پستول نکالا۔

"روشی ڈارلنگ کیا تمہارے پاس اس پستول کا لائسنس ہے۔"

"خدا کے لئے۔" روشی ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ "مجھے باہر نکالو۔"

وہ سلاخیں پکڑ کر کھڑکی میں چڑھ آئی تھی اور پلٹ پلٹ کر ان سانپوں کی طرف دیکھ رہی تھی، جو فرش پر رینگ رہے تھے۔

"پارکر کہاں گیا؟" حمید نے کہا۔ "لوسی کہاں گئی.... ضرغام کا کیا حشر ہوا۔ کیا تم ان سے ملنے نہیں جاؤ گی۔"

"خدا کے لئے مجھے نکالو۔"

"تمہارا باس کون ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"خیر تو میں چلا.... جب یہ سانپ ناشتہ کر چکیں تو مجھے مطلع کر دینا۔"

"ٹھہرو....!" روشی چیخی۔ "میں سب کچھ بتا دوں گی۔ مجھے نکالو.... خدا کے لئے۔"

دو چار سانپ کھڑکی کے نیچے بھی رینگ آئے تھے اور روشی عنقریب بیہوش ہو جانے والی تھی۔

"تو تم بتاؤ گی.... ویسے تمہارا اطمینان کر دوں کہ تم اس عمارت سے باہر نہ جا سکو گی۔"

"جو کچھ مجھے معلوم ہے بتا دوں گی۔"

حمید نے دروازہ کھول دیا اور وہ جھپٹ کر باہر نکلی۔ حمید دروازہ دوبارہ مقفل کر کے جیسے ہی مڑا.... روشی نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے دوسرا پستول نکال لیا۔

"میرا ہینڈ بیگ میری طرف پھینک دو، ورنہ گولی مار دوں گی۔"

حمید نے اس کا ہینڈ بیگ اس کی طرف اچھال دیا۔ جیسے ہی وہ اُسے سنبھالنے کے لئے ایک طرف جھکی اس کی نظریں بہک گئیں اور دوسرے لمحے میں حمید اس کے اوپر تھا۔

"ہٹو چھوڑو.... میں شور مچاتی ہوں۔" روشی ہانپتی ہوئی چیخی۔

نوکر دور کھڑے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے روشی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا تھا۔

"دروازے بند کر دو....!" حمید نے ان سے کہا اور وہ چپ چاپ کھسک گئے۔

حمید روشی کا پستول بھی چھین چکا تھا اور وہ نڈھال ہو گئی تھی۔

"اب بتاؤ۔" وہ اُسے بازوؤں میں اٹھا کر کرسی پر ڈالتا ہوا بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تمہارا باس کون ہے؟"

"نہ جانے تم کیا بک رہے ہو۔ میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتی۔"

"اور مجھے یہ بہت اچھا لگتا ہے کہ تم ایک پستول گریبان میں رکھتی ہو اور دوسرا بیگ میں۔"

"میری مرضی۔"

"میں لائسنس دیکھنے کا مجاز ہوں۔"

"وہ گھر پر ہے۔"

"دو پستولوں کا لائسنس۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

دفعتاً روشی کے چہرے کی حالت بدل گئی۔ وہ پہلے سے کچھ زیادہ دلیر نظر آنے لگی تھی۔

"کیسے.... پستول تم نہ جانے کیا بک رہے ہو۔ تم انہیں خواہ مخواہ میرے سر تھوپنا چاہتے ہو۔ پہلے مجھے گھر دکھانے کے بہانے یہاں لائے۔ پھر زبردستی کرنی چاہی۔ میں نے انکار کیا تو اب مجھے قانونی گرفت میں لینے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں رگی امپورٹرز سے متعلق ہوں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لڑکی۔" برآمدے سے آواز آئی اور حمید بے ساختہ اچھل پڑا.... یہ فریدی کی آواز تھی.... دوسرے لمحے میں فریدی کمرے کے اندر تھا۔

پھر وہ حمید کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اب یہ کھیل ختم کرو، ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

"آپ اسے نہیں جانتے۔" حمید نے کہا۔

"نہ میں جاننا چاہتا ہوں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"یہ میری زندگی برباد کرنا چاہتا تھا۔" روشی آنکھوں پر رومال رکھ کر سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "دو پستول زبردستی میرے گلے لگانا چاہتا تھا۔ مگر دنیا میں انصاف بھی ہے سب اندھے نہیں ہوتے۔"

"میں جانتا ہوں، لڑکی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم واقعی بہت نیک ہو۔ ضرغام کے چارج میں آنے سے پہلے تم نمبر چار کے مسٹر شیام کے لئے جلال آباد میں کام کر رہی تھیں اور تمہارا پورا نام ریشل اینتھلو ہے۔ اب سے پانچ سال قبل تم پر زہر خورانی کا الزام لگایا گیا تھا.... اور تم مسٹر شیام کی جھوٹی شہادت کی بناء پر بری کر دی گئی تھیں۔ اس وقت سے تم اس کی مٹھی میں ہو.... بولو.... اور کچھ بتاؤں۔"

روشی سہمی ہوئی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مگر....!" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں ابھی پولیس کے رنگروٹوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ فی الحال تم میری نجی قید میں رہو گی اور وہ سرکاری حوالات سے بہتر ہے۔"

"میں تم لوگوں پر حبس بے جا کا مقدمہ چلا دوں گی۔" وہ پھر بپھر گئی۔

"خیال برا نہیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے لیکن تم عاشق کے فرائض نہیں انجام دو گے۔"

اور پھر روشی کو اُسی تاریخی تہہ خانے میں منتقل کر دیا گیا جہاں کبھی سر نتھال[1] جیسی معزز ہستیاں آرام کر چکی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔ "تمہارا پرسوں رات والا کارنامہ قابل ستائش ہے لیکن کل تم نے راہل کی قیام گاہ پر چھاپہ مار کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔"

"میں تم سے پہلے سے وہاں موجود تھا اور اسی گلی میں جہاں تم نے کیڈی کھڑی کی تھی اور جب راہل کیڈی کو ضرغام کے تعاقب میں لے جا رہا تھا تو میں کیڈی ہی میں موجود تھا۔"

"کہاں....؟"

"میں نے اسٹپنی کھول لی تھی۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن واپسی کے حالات مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں ضرغام کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اُتر گیا تھا۔"

حمید نے واپسی کا واقعہ سنایا۔ فریدی بڑی دلچسپی سے سنتا رہا۔ بہرحال وہ حمید کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اور پھر میں نے۔" حمید بولا۔ "کل صبح راہل کو سن سٹ ریستوران کی وساطت سے فون کیا اور اس سے کہا کہ میں اُسے بلیک میل کروں گا۔ وہ سمجھا کہ شاید میں وہی شخص ہوں جو اُس سے ابھی تک کام لیتا رہا ہے اور اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی اس پُر اسرار آدمی کی اصلی شخصیت سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اس کے خاص آدمی بھی نہیں جانتے کہ وہ کون ہے وہ ایک عجیب و غریب مشین کے ذریعہ ان تک اپنے پیغامات پہنچاتا ہے۔"

---

[1] سر نتھال کی خوفناک داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا پہلا خاص نمبر "موت کی آندھی" ملاحظہ فرمائیے۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ راہل کو شاید مشین کا حال بھی نہیں معلوم تھا۔" حمید نے کہا۔

"میں ضرغام کی لاش دیکھنے کے لئے رک گیا تھا۔ حقیقتاً وہ اس وقت زندہ تھا۔ گولی اس کے سر کے اوپری حصے کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ بھیجا محفوظ تھا۔ اس نے تقریباً آدھے گھنٹے تک مجھ سے گفتگو کی تھی۔ وہ اپنے آقا کے انتہائی ظالمانہ رجحانات پر جھلایا ہوا تھا اس لئے اس نے سب کچھ اگل دیا خود اس کی مرضی یہی تھی کہ راہل سے بگاڑ نہ پیدا کیا جائے لیکن وہ حکم کی تعمیل پر مجبور تھا۔ اس نے پارکر کی موت کے متعلق بھی بتایا جو کبھی اطمینان سے بتاؤں گا۔ مشین کا راز بھی اسی سے معلوم ہوا۔ نمبر چار کی حقیقت بھی اسی نے کھولی۔ وہ ماڈرن الیکٹرک سپلائی کمپنی ہے۔ رنگی امپورٹرز والے اُسے نمبر چار کہتے ہیں۔ ضرغام پہلے اسی کا منیجر تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کی موت کے بعد رنگی امپورٹرز کے دفتر میں اس کی جگہ کون سنبھالے گا.... ہاں تو میں نے اس کی موت کے بعد ہی اپنا لائحہ عمل تیار کرلیا۔ مختصر یہ کہ میں نے تھوڑی دیر تک رنگی امپورٹرز کے منیجر کے فرائض انجام دیئے۔"

اس کے بعد فریدی نے اس خونی کمرے کی داستان چھیڑتے ہوئے کہا۔ "بس ذرا سی چوک یہ ہوگئی کہ جلدی میں میں مسٹر شیام کا کوئی معقول انتظام نہ کرسکا وہ بیہوشی کی حالت میں کسی کو مل گیا اور اس نے اپنے پُراسرار مالک تک اس کی اطلاع پہنچادی۔"

"مجھے بھی اس کمرے کو دیکھنا چاہئے۔" حمید بولا۔

"جلد ہی دیکھ لو گے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اب وہ مشین وہاں نہ ہوگی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اچانک حمید کو کچھ یاد آگیا اور اس نے کہا۔ "آپ کو ڈائنا میٹ کا حال کیسے معلوم ہوگیا تھا۔ بظاہر تو آپ وہاں سے چلے گئے تھے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"بیٹے حمید....!" اس نے کہا۔ "تم اگر ڈائنامیٹ میری کار کے نیچے سے نہ ہٹاتے تب بھی میں زندہ رہتا۔"

"اب خواہ مخواہ بات نہ جتایئے۔" حمید منہ بنا کر بولا۔

"اچھا بیٹے! ذرا اس ڈائنامیٹ کو کھول کر تو دیکھو۔ کیا اس کا انفجاری[1] خانہ خالی نہیں ہے۔ تم نے مجھے اُن دو آدمیوں کے متعلق فون کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ میں بھی ان کی طرف سے غافل نہیں

[1] Explosive Chamber

رہ سکتا تھا۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں چیف مدعو تھے۔ ان دونوں نے اپنا سوٹ کیس مالتی کی جھاڑیوں میں چھپا دیا تھا میں نے اس کی تلاشی لی۔ اس میں وہی ڈائنا میٹ موجود تھا۔ میں نے اس کا آتش گیر مادہ رکھنے والا خانہ خالی کردیا لیکن اس صورت میں بھی تمہاری کارگزاریوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب تم پر کاہلی مسلط نہ ہو تو تم بہترین کارنامے انجام دیتے ہو۔"

"شاباش....!" حمید منہ بنا کر اپنی پیٹھ ٹھونکتا ہوا بولا.... دفعتاً اُسے لوتھر یاد آگیا اور اس نے اس کے متعلق بھی فریدی کو بتایا۔

"اس سے کہہ دو کہ وہ اب تم سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ ایک بہترین گواہ ثابت ہوگا۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "خوب یاد آیا۔ راہل نے کہا تھا کہ وہ اُسے اچھی طرح پہچان گیا ہے اور اس سلسلے میں اس نے ایک بات اور کہی تھی کہ پچھلی رات والے میک اپ میں مجھے صرف ایک ہی آدمی پہچان سکتا تھا لیکن وہ ضرغام نہیں تھا۔"

"کیا؟" یک بیک فریدی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

وہ عجیب آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم اسی بات کو راہل ہی کے الفاظ میں نہیں دہرا سکتے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"ٹھہریئے! میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس نے کہا تھا.... اچھا تو اے گیڈرسن۔ تیرے خاص آدمی بھی تیری شخصیت سے واقف نہیں لہٰذا میں پہچان گیا ہوں اور اب تو میری مٹھی میں ہے۔ میں کل رات جس میک اپ میں تھا اس میں مجھے صرف ایک ہی آدمی جانتا ہے.... لیکن وہ آدمی ضرغام نہیں تھا۔"

"خوب....!" فریدی بڑبڑایا.... وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔ "ٹیلی فون ڈائریکٹری۔"

حمید ٹیلی فون ڈائریکٹری لینے چلا گیا.... فریدی ٹہلتا رہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور آنکھوں میں وہی پُراسرار چمک جاگ اٹھی تھی۔ جو شکار کے قریب ہونے پر عموماً دکھائی دیتی تھی۔

حمید ٹیلی فون ڈائریکٹری لے کر واپس آگیا۔ فریدی اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ پھر اپنی

خواب گاہ میں چلا گیا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

حمید بھی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گیا۔ لیکن فریدی شائد آخری جملے کہہ رہا تھا

"بہر حال چوکنے رہیے۔ میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھ سے رابطہ قائم رکھیے گا۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اور بھاگتا ہوا گیراج کی طرف جانے لگا تھا۔ چلتے چلتے حمید سے کہہ گیا.... نو بجے رات کو ہائی سرکل نائٹ کلب میں ملنا۔

❁

آگ اسی حصے میں شروع ہوئی تھی جس میں رنگی امپورٹرز کا دفتر تھا اور پھر وہ اتنی تیزی سے پوری عمارت میں پھیل گئی تھی جیسے اس کی دیواروں میں گارے کی جگہ آتش گیر مادے بھرے رہے ہوں۔

فائر بریگیڈ کا ایک پورا دستہ بڑی دیر سے آگ پر قابو پانے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اب احتیاط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرب و جوار کی دوسری عمارتوں کو بھی خالی کرایا جانے لگا تھا۔

سرجنٹ حمید کو دو فرلانگ ادھر ہی اپنی موٹر سائیکل روک دینی پڑی کیونکہ سڑک بند ہو چکی تھی۔ اس حصے میں صرف آگ بجھانے والی سرخ سرخ گاڑیاں ادھر سے اُدھر دوڑتی پھر رہی تھیں۔

حمید کو یہ معلوم کرنے میں دیر نہ لگی کہ آگ کہاں لگی ہے۔ اسے اس پر تعجب نہیں ہوا۔ ویسے اسے اس بات پر حیرت ضرور تھی کہ یہ حادثہ اتنی دیر میں کیوں ہوا۔ اسے تو ایک دن قبل ہی ہو جانا چاہئے تھا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے آٹھ ہو چکے تھے اور اُسے ٹھیک نو بجے ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچنا تھا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل ایک گلی میں موڑ لی۔

وہ اس وقت ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچا جب نو بجنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ وہ موٹر سائیکل کھڑی کر کے اندر جانے ہی والا تھا کہ فریدی نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

"آؤ! موٹر سائیکل یہیں چھوڑ دو۔"

"آگ کے متعلق آپ کو معلوم ہوا۔" حمید نے پوچھا۔

"کیسی آگ۔"

"رنگی امپورٹرز کے دفتر والی عمارت جل رہی ہے۔"

"مجھے حیرت نہیں ہوئی۔" فریدی نے کہا۔ "اُسے پہلے ہی جلنا چاہئے تھا۔ مگر اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ آگ انہی لوگوں نے لگائی ہے۔"

"کیا اس میں بھی کوئی شبہ ہے۔"

"نہیں فرزند۔ اگر انہیں لگانی ہوتی تو کل ہی لگاتے جب میں وہاں سے نکل بھاگا تھا۔ یقین رکھو کہ ابھی تک ہمارے پاس ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جرم ثابت کرنے کے لئے دانتوں پسینہ آئے گا۔ وہ بڑے دیدہ دلیر ہیں۔ ضرغام کے ترتیب دیئے ہوئے جو کاغذات میں نے حاصل کئے ہیں وہ بھی ایسے نہیں، جو انہیں جکڑ سکیں اور پھر اس کا سرغنہ....!"

فریدی خاموش ہو گیا۔ وہ دونوں کمپاؤنڈ کے باہر آئے۔ فریدی نے ایک ٹیکسی رکوائی اس نے آہستہ سے ڈرائیور سے کچھ کہا جسے حمید نہ سن سکا۔ ٹیکسی چل پڑی۔

"لیکن پھر آگ کس نے لگائی۔" حمید نے کہا۔

"غالباً یہ راہل کا انتقامی جذبہ ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"ایک آدمی کو چیک کرنا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے ذہن میں بیک وقت کئی سوال گونج رہے تھے۔ لیکن خاموش ہی رہا۔ فریدی نے ایک سنسان سڑک پر ٹیکسی رکوائی۔ اور پھر وہ ایک طرف پیدل چل رہے تھے۔ رات بہت سرد تھی لیکن مطلع ابر آلود نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تاریکی نہیں تھی۔ سڑک چھوڑ کر وہ پگڈنڈی پر ہو لئے جو کھیتوں کے درمیان سے گذرتی تھی۔

"آخر ہمیں جانا کہاں ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"بس چلتے رہو۔ مجھے صرف ایک ذرا سی تصدیق کرنی ہے۔ کسی خاص حادثے کی توقع نہیں۔"

انہیں زیادہ دور نہ جانا پڑا! کھیتوں کے دوسری طرف ریلوے لائن کے قریب پہنچ کر فریدی رک گیا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور ادھر اُدھر روشنی ڈالنے لگا۔ پھر روشنی کا دائرہ ریلوے لائن کی دوسری طرف ایک چھوٹی سی پختہ عمارت پر رک گیا۔ قرب و جوار میں کوئی دوسری عمارت نہ تھی۔ البتہ اس سے تھوڑے فاصلے پر ننھے ننھے چراغ نظر آ رہے تھے۔ شاید وہ کوئی چھوٹا

ساگاؤں تھا۔

دونوں ریلوے لائن عبور کر کے عمارت کے قریب آئے۔ اندر کی روشنی کھڑکیوں سے دکھائی دے رہی تھی۔ فریدی نے صدر دروازے کو دھکا دیا۔ وہ کھلا ہوا تھا۔ دونوں اندر پہنچے۔ لیکن ٹھٹک گئے۔ ان کے سامنے تین آدمی کھڑے تھے اور ان کا رخ دروازے ہی کی طرف تھا۔ لیکن انہوں نے ان دو آدمیوں کو نہیں دیکھا جو دروازے کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ دوسرے ہی لمحے میں ان کے سروں پر لوہے کی دو موٹی موٹی سلاخیں پڑیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔

"آئے تھے کس لئے اور ملا کون۔" ایک آدمی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "خیر یہ بھی راہل کے لئے تحفہ ہی ہے۔"

"آج رات ہماری ہے۔" دوسرے نے نعرہ لگایا۔

"کاش وہ بھی مل جاتا۔" تیسرا بڑبڑایا۔ "سردار نہ جانے کہاں رہ گئے۔"

ارے!

انہیں ہوش میں آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی لیکن ان کے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے اور کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ ان کے ہاتھ چونکہ پشت پر بندھے ہوئے تھے لہٰذا وہ وقت کا بھی اندازہ نہ لگا سکے۔ ویسے دوسرے کمرے سے اب بھی قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"اب فرمائیے۔" حمید نے سرگوشی کی۔

"مجھے افسوس ہے کہ یہ مجھ سے پہلے ہی پہنچ گئے۔" فریدی نے کہا۔

"شاید انہیں راہل کی واپسی کا انتظار ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"آپ کسے دیکھنا چاہتے تھے۔" حمید نے پوچھا۔

"باغیوں کو اسلحہ سپلائی کرنے والے کو۔"

"اوہ.... تو کیا آپ اس کی شخصیت سے واقف ہو گئے ہیں۔"

"قطعی....!"

"کون ہے؟"

فریدی نے جواب نہ دیا۔ حمید بھی خاموش ہی رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب طرح کی مسکراہٹ تھی۔ فریدی نے بھی اسے گھور کر دیکھا۔ لیکن وہ بدستور مسکراتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بات کا منتظر ہو۔

"آج تم بڑے دلیر نظر آ رہے ہو۔" فریدی نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ آج میری ساری مصیبتوں کا خاتمہ ہونے جا رہا ہے۔" حمید بولا۔ "راہل یقیناً ہمیں زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"اوہ تو تم زندگی اور موت کے متعلق سوچ رہے ہو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر راہل نے اس آدمی کو مار ڈالا تو مجھے بڑا افسوس ہو گا۔ کیونکہ وہ میرا شکار ہے۔"

"خیر منائیے۔" حمید ہنس کر بولا۔ "ابھی ذرا سی دیر میں راہل گردن توڑ کر رکھ دے گا۔ خیر آپ کو اسی طرح مرنا ہی تھا۔ مجھے دیکھئے بن کھلے مرجھا رہا ہوں۔ والد صاحب کا سہرا بھی نہ دیکھ سکا۔"

"بہت چہک رہے ہو حمید! آخر معاملہ کیا ہے۔"

اور پھر وہ سارا معاملہ دوسرے ہی لمحے میں فریدی کو نظر آ گیا۔ حمید کے دونوں ہاتھ پیروں کی رسیاں کھولنے کے لئے آزاد تھے۔ اس نے بڑی لاپرواہی سے رسیاں ایک طرف ڈال دیں اور داہنا گال کھجانے لگا۔ فریدی اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

پھر حمید نے فریدی کی رسیاں کھول دیں۔

"تم واقعی آج کل بڑے باکمال ہو رہے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ.... یہ اس محبوبہ دلنواز کا کارنامہ ہے۔" حمید اپنی ولایتی چوہیا کو ہتھیلی پر رکھ کر پیار سے اس کی پیٹھ پر انگلی پھیرتا ہوا بولا۔

"تم میں سچ مچ شیطان حلول کر گیا ہے۔" فریدی ہنس پڑا۔

لیکن انہیں دوسرے ہی لمحہ سنجیدہ ہو جانا پڑا۔ فریدی اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔ لیکن ان کے ریوالور تو پہلے ہی نکالے جا چکے تھے۔ فریدی نے جھپٹ کر لیمپ بجھا دیا۔ کمرہ تاریک ہو گیا۔

"انہیں بھی ختم کر دو۔" باہر کسی نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ فریدی اور حمید دروازے کے قریب آ گئے۔

"اوہ! یہاں تو اندھیرا ہے۔" دروازہ کھولنے والے نے کہا۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے اور حمید نے دفعتاً ایک کو سنبھال لیا۔ قبل اس کے کہ وہ آواز بھی نکالتا اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ حمید نے دوسرے لمحے میں اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ فریدی نے بھی شائد یہی کیا تھا کیونکہ دروازے کے دوسرے گوشے سے بھی کسی قسم کی آواز نہیں آئی تھی۔

وہ دونوں آہستگی سے دوسرے کمرے میں آئے یہاں سناٹا تھا۔ بقیہ تین آدمی غائب تھے۔

انہوں نے دوسرے کمرے کے کواڑ کھولے۔ مکان میں چار کمرے تھے۔ اور ان میں بہت ہی معمولی قسم کا فرنیچر تھا۔ ایک کمرے میں انہیں کچھ ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں ملیں۔ ایک طرف ایزل رکھا ہوا تھا جس پر چڑھے ہوئے کینوس پر ایک ادھوری تصویر تھی۔ قریب ہی سٹول پر رنگ کے ڈبے اور برش رکھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں پھر اسی کمرے میں چل پڑے جہاں پہلی بار انہوں نے پانچ آدمیوں کو دیکھا تھا۔ لیکن انہیں رک جانا پڑا کیونکہ اس کمرے میں کئی آدمیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان دونوں نے ریوالور کے دستے مضبوطی سے پکڑ لئے۔ فریدی نے آہستہ آہستہ دروازہ کھولا اور دوسرے کمرے میں کسی نے چیخ کر کہا۔ "وہ دیکھئے"

پھر فریدی اور حمید نے کچھ ایسی آوازیں سنیں جیسے حملے کے لئے رائفلیں تیار کی جا رہی ہیں۔

"بیکار ہے! چپ چاپ باہر نکل آؤ۔" کمرے سے آواز آئی۔ "مکان چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔"

فریدی اور حمید نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یہ آواز ان کی جانی پہچانی تھی لیکن وہ راہل کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"اپنا اسلحہ باہر پھینک دو۔" آواز پھر آئی۔

فریدی نے مسکرا کر حمید کو آنکھ ماری اور انہوں نے اپنے ریوالور کھلے ہوئے دروازے سے دوسرے میں پھینک دیئے۔

"ہاتھ اٹھائے ہوئے باہر آ جاؤ"

فریدی اور حمید ہاتھ اٹھائے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

"ارے آپ!" کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش بے اختیار اچھل پڑا اور اس کے ساتھیوں نے رائفلیں نیچی کر لیں۔

"تم کیسے آئے۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کمرے میں دو لاشیں ہیں۔" جگدیش نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں.... وہ راہل کے آدمی ہیں۔" فریدی بولا۔

"راہل کے آدمی۔" ایک آدمی چیخ پڑا۔ یہ جگدیش ہی کے ساتھ تھا اور فریدی اور حمید نے اُسے نظرانداز کر دیا تھا۔

"یہی صاحب! مجھے یہاں لائے ہیں۔ انہوں نے ریلوے کیبن سے مجھے فون کیا تھا۔" انسپکٹر جگدیش نے کہا۔

"آپ کی تعریف....!" فریدی نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"یہ سر.... اوہ! ایک بہت بڑا سانحہ ہو گیا ہے فریدی صاحب۔"

"کیا....؟" فریدی چونک کر بولا۔

"ریلوے کیبن کے نیچے سر جگدیش کی لاش پڑی ہے۔" انسپکٹر جگدیش نے کہا۔

"کیا....؟" فریدی بے اختیار چیخ پڑا۔

"جی ہاں! جگدیش کی لاش.... سر جگدیش یہاں اس مکان میں اپنے کسی دشمن کے خوف سے روپوش تھے۔ یہ مکان مسٹر آکاش کا ہے۔" کوتوالی انچارج نے اس اجنبی کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ آرٹسٹ ہیں۔"

فریدی پھر اُسے گھورنے لگا۔

"پھر....!" وہ کوتوالی انچارج کی طرف مڑا۔

"سر جگدیش یہاں آج بھی آئے تھے۔" کوتوالی انچارج نے بیان جاری رکھا۔

"تقریباً نو بجے چھ آدمیوں نے مکان پر حملہ کیا۔ سر جگدیش اور مسٹر آکاش پچھلے دروازوں سے نکل کر بھاگے۔ کچھ دور ہی پہنچے تھے کہ پیچھے سے گولیاں برسنے لگیں۔ مسٹر آکاش بھاگتے ہی گئے۔ انہیں اس کا ہوش نہیں تھا کہ سر جگدیش بھی ان کے ساتھ ہیں یا نہیں۔"

"پھر کیا ہوا۔" فریدی نے آکاش آرٹسٹ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔" آرٹسٹ نے سراسیمگی سے کہنا شروع کیا۔ "پھر میں نے بڑی دیر تک اٹھنے کی ہمت نہیں کی۔ فائر ہونے بند ہو گئے تھے۔ میں نے سر جگدیش کو آہستہ سے

پکارا۔ لیکن جواب نہ ملا.... اور پھر جب میں ڈرتے ڈرتے واپس آ رہا تھا تو میں نے ریلوے کے پاس ایک لاش دیکھی وہ سر جگدیش تھے۔ تب میں نے اوپر کیبن میں جا کر پولیس کو فون کیا۔"

"کیبن مین موجود تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں وہ موجود تھا۔"

"تو اس نے بھی فائروں کی آوازیں سنی ہوں گے۔"

"ضرور سنی ہوں گی۔"

"ہوں....!" فریدی کوتوالی انچارج کی طرف مڑا۔ "اب لاش کہاں ہے؟"

"وہیں!" کوتوالی انچارج نے کہا۔

"سر جگدیش سے آپ کا کیا تعلق تھا۔" فریدی نے آکاش سے پوچھا۔

"وہ میرے بہت پرانے گاہک تھے۔" آکاش بولا۔ "اکثر مجھ سے تصویریں بنواتے رہتے تھے اور آج دوپہر کو وہ یہاں آئے۔ انہوں نے چند روز میرے ساتھ قیام کرنے کی کوشش کی۔ انہیں کسی دشمن کا خوف تھا۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اچھا تو یہ تینوں لاشیں اب اٹھنی چاہئیں اور مسٹر آکاش کیا آپ بھی کوتوالی تک چلنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ ایک بہت بڑا آدمی مار ڈالا گیا ہے۔"

❋

کوتوالی کے ایک بڑے کمرے میں اعلیٰ حکام اکٹھا تھے۔ ایک طرف پلنگ پر سر جگدیش کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ہر ایک کی نظر فریدی کے چہرے پر تھی، جو اپنے سینے پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اس نے آکاش آرٹسٹ کی طرف دیکھ کہا۔ "میں نے ہی سر جگدیش کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ راہل ان کی تاک میں ہے۔ اس پر انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور مجھے بتایا تھا کہ کہاں پناہ لینے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کے گھر کا فون نمبر استعمال کیا تھا.... اور انہوں نے اس نمبر پر مجھ سے گفتگو کی تھی۔ لیکن جب میں ان کے گھر پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ پچھلے دو دن سے گھر سے باہر تھے.... کیا یہ ایک غیر ممکن بات نہیں تھی۔ سر جگدیش نے گھر سے باہر کہ میری ٹیلی فون کال ریسیو کی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ٹیلی فون کے محکمے نے ایک نمبر دو مختلف جگہوں کو دیئے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ اس سوال کا جواب اثبات میں نہ ملے گا۔"

"مسٹر فریدی۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے فریدی کو متنبہ کیا۔ "جو کچھ کہیے سوچ سمجھ کر کہیے۔ آپ ایک نیک نام اور معزز شہری پر الزام لگا رہے ہیں۔ اگر آپ کے پاس مستحکم ثبوت نہ ہو تو زبان بند ہی رکھنا مناسب ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ راہل نے جلد بازی سے کام لیا۔" فریدی نے کہا۔ "بہر حال میں جو کچھ بھی کہنا چاہتا ہوں اُسے سن لیجئے۔ پچھلی مرتبہ راہل ایک ایسے ٹرک کے ساتھ گرفتار ہوا تھا جس میں رائفلیں بھری ہوئی تھیں۔ راہل نے اُن کے متعلق کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا۔ اسی دوران میں مجھے کسی ذریعہ سے پتہ چلا کہ شمالی مشرقی علاقے کے باغی قبائل ویسی ہی رائفلیں استعمال کر رہے ہیں جیسی راہل کے قبضے سے برآمد ہوئی تھیں۔"

"آپ کو کن ذرائع سے معلوم ہوا تھا؟" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے سوال کیا۔

"افسوس یہ ہے کہ یہ میرے محکمے کا راز ہے اور عدالتی کاروائی سے قبل میں اسے ظاہر نہیں کر سکتا۔"

فریدی کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے مسکرا کر دیکھا اور فریدی بولتا رہا۔ اس نے رنگی امپورٹرز والے واقعات دہرانے شروع کئے اور پھر بولا۔ "میں نے خود اپنی آنکھوں سے وہ مشین دیکھی ہے۔ افسوس کہ راہل نے اس عمارت میں آگ لگا کر سب کچھ برباد کر دیا۔"

"لیکن یہ کس طرح ثابت کیجئے گا کہ وہ پُر اسرار آدمی سر جگدیش ہی تھا۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا۔

"میں واقعی مشکل میں پڑ گیا ہوں۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ لیکن حمید نے محسوس کیا کہ فریدی محض ایکٹنگ کر رہا ہے اور وہ حسب عادت اچانک کوئی ایسی بات کہہ دے گا کہ سب کے منہ حیرت سے کھلے رہ جائیں گے۔

"میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ کہیے سوچ سمجھ کر کہیے۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پھر کہا۔

"اوہ.... دیکھئے میں کوشش کرتا ہوں۔" فریدی ہکلایا۔ "ثابت کرنے میں تھوڑی دشواری ہوگی۔ ویسے! میں آپ کو بتاؤں۔ ضرغام کے تیار کئے ہوئے نقشے.... یہ رہے دیکھئے.... میں نے اس جگہ کا بھی پتہ لگا لیا ہے جہاں سے اسلحہ بھیجا جاتا ہے۔ آج بذریعہ تار مجھے اطلاع ملی ہے کہ چار سو رائفلیں اس وقت پکڑی گئیں جب انہیں قبائلیوں کے علاقے میں پہنچایا جا رہا تھا۔ اُن کے

ساتھ جمیل اور ارجن نامی دو آدمی بھی گرفتار کئے گئے ہیں اور یہ دونوں کچھ دن قبل یہاں رنگی امپورٹرز کے دفتر میں تھے۔"

"چلئے! میں نے یہ بھی مان لیا۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا۔ "لیکن آپ رنگی امپورٹرز سے سر جگدیش کا تعلق کس طرح ثابت کیجئے گا۔"

"دیکھئے! میں آپ کو بتاتا ہوں۔" فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "دشواریاں ضرور ہیں لیکن میں ثابت کرنے کی کوشش کروں گا.... راہل جگدیش کو ایک معاملے میں بلیک میل کر رہا تھا۔ وہ ان سے ایک مخصوص میک اپ میں ملتا تھا۔ اچھا فی الحال اس تذکرے کو جانے دیجئے.... رنگی امپورٹرز کے پُراسرار سربراہ نے کسی بناء پر راہل کو بھی ختم کر دینے کی اسکیم بنائی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ گیا ہو کہ راہل کا فرار محض اس کو پھانسنے کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔ بہر حال اس نے ضرغام کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ ضرغام نے اس پر اس وقت گولی چلائی جب وہ سن سٹ ریستوران سے باہر نکل رہا تھا۔ واضح رہے کہ راہل اُس وقت اپنی اصلی شکل میں نہیں تھا۔ لیکن ضرغام نے اس پر گولی چلا دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ضرغام اُسے میک اپ میں بھی پہچانتا تھا۔"

فریدی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ حمید کا واقعہ بتایا کہ کس طرح اس نے راہل کو ضرغام کو قتل کرتے دیکھا تھا اور کس طرح حمید نے دوسرے دن ایک بلیک میلر کی حیثیت سے راہل کو فون کیا تھا۔

"اب آپ ہی خیال فرمایئے۔" فریدی کچھ دیر رُک کر بولا۔ "راہل کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ جس میک اپ میں اس وقت تھا اس میں سوائے ایک آدمی کے اُسے اور کوئی نہیں پہچانتا تھا کہ وہ آدمی ضرغام نہیں تھا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ضرغام کو اس کی اطلاع اور صحیح نشانی دینے والا صرف ایک ہی شخص ہو سکتا تھا۔ وہ جو راہل کو اس میک اپ میں پہچان سکتا تھا اور وہ شخص جگدیش کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ راہل اس سے اسی میک اپ میں ملتا تھا لیکن راہل غلطی پر تھا۔ یہ بات بھی جانتا تھا کہ میں کئی بار اس کا تعاقب کر چکا تھا۔"

"معاف کیجئے گا فریدی صاحب۔" مجسٹریٹ نے کہا۔ "اس دلیل میں بھی جان نہیں ہے۔ اگر اس پُراسرار آدمی کو راہل پر اعتماد نہیں تھا تو اس نے بھی شروع ہی سے اپنے آدمی اس کے

پیچھے لگا دیئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی کی طرح وہ بھی اس کے اس مخصوص میک اپ سے واقف رہے ہوں۔"

"میرے پاس کم از کم دو گواہ ایسے ہیں.... جو مسٹر پارکر اور لوسی کے قتل سے...."

"اوہ چھوڑیئے۔" مجسٹریٹ نے فریدی کی بات کاٹ دی۔ "آپ پھر رنگی امپورٹرز کے قصے کو لے بیٹھے۔ یہاں صرف سر جگدیش کا سوال ہے۔"

"میں وہی بتانے جا رہا ہوں۔" فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ سرجنٹ حمید اور سرجنٹ رمیش، روشی، لوتھر اور موڈرن الیکٹرک سپلائی کمپنی کے منیجر شیام کے ساتھ کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

"کیا خبر ہے! مسٹر شیام....!" فریدی نے کہا "نمبر چار کی مشین آخر خاموش ہو گئی نا۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔ آپ کیا فرما رہے ہیں۔" شیام نے حیرت کا اظہار کیا مگر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"بیکار ہے مسٹر شیام.... وہ مشین اب کبھی نہ بولے گی۔ کیونکہ تمہارا پُراسرار باس حوالات میں ہے۔"

شیام تھوک نگل کر رہ گیا۔

"اچھا لوتھر! تم بولو۔" فریدی نے کہا۔ "تمہارا ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا۔ تم ایک سچے عیسائی ہو۔ پارکر کیسے مرا۔"

"میں نہیں جانتا لیکن اس کی لاش صندوق میں، میں نے ہی رکھی تھی۔" لوتھر بولا۔

"مسٹر شیام کا رنگی امپورٹرز سے کیا تعلق ہے۔"

"سب ایک ہی ہیں! مطلب یہ کہ ہمارا باس ایک ہی ہے۔"

"ٹھیک مسٹر لوتھر! کیا کبھی تم نے باس کو دیکھا ہے۔"

"نہیں اس کے پیغام ہم تک منیجر کے ذریعے پہنچتے تھے۔"

"رنگی امپورٹرز کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے کس قسم کی قابلیت کی ضرورت تھی۔"

"امیدوار کا مجرم ہونا ضروری تھا۔"

"تم کس قسم کے مجرم تھے۔"

"جعلی سکے بناتا تھا۔ ایک بار قانون کی گرفت میں آجاتا لیکن ایک نامعلوم آدمی نے مجھے بچالیا اور اسی کی وساطت سے میں رنگبی امپورٹرز میں پہنچا۔"

"نامعلوم آدمی.... کیا تم نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔"

"جی نہیں۔"

"یہ بھلا کیسے ممکن....!"

"میرے لئے اس سب انسپکٹر کو رشوت دی گئی تھی جس نے مجھے پکڑا تھا۔ پھر مجھے ایک خا ملا جس میں مجھے ہدایت دی گئی تھی کہ رنگبی امپورٹرز سے منسلک ہو جاؤں۔"

"کیا اس سب انسپکٹر کو پہچان سکتے ہو۔"

"افسوس کہ نہیں۔ نہ اب مجھے اس کی شکل یاد ہے اور نہ نام۔ پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ پتہ نہیں اب وہ کہاں ہو۔"

لوتھر کے بعد فریدی نے شیام پر سوالات کی بوچھاڑ کی۔ وہ ذرا کمزور دل کا آدمی تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد سب کچھ اگل دیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ روشی کو اسی نے رنگبی امپورٹرز کے لئے بھیجا تھا اور روشی ہی لوسی کی قاتل تھی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ قبائیلیوں کے لئے اسلحہ فراہم کرتے تھے۔

"دیکھا آپ نے۔" فریدی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا۔ لیکن مجسٹریٹ کو بھی آج شاید کچھ ضد سی ہو گئی تھی۔

"سر جگدیش کا معاملہ پھر بھی رہا جاتا ہے۔" مجسٹریٹ نے کہا۔

"سر جگدیش بڑا عجیب آدمی تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ایک طرف وہ راہل سے بلیک میل بھی ہو رہا تھا اور دوسری طرف اس سے ایک کام بھی لے رہا تھا۔"

"ثبوت مسٹر فریدی۔" مجسٹریٹ جھنجھلا گیا۔

"اوہ....!" فریدی کے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "میرے خیال سے یہ معاملہ اس وقت کے لئے ملتوی کر دیا جائے جب تک کہ راہل گرفتار نہ کر لیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ٹھوس ثبوت پیش کر سکے۔"

"مسٹر فریدی۔" مجسٹریٹ طنزیہ لہجے میں بولا۔ "پچھلی کامیابیاں اکثر بہت زیادہ خود اعتادی

پیدا کر دیتی ہیں لیکن.... وہ خود اعتمادی حقیقتاً خود فریبی ہوتی ہے۔"

"معاف کیجئے گا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "فریدی کبھی کوئی بے بنیاد بات نہیں کہتا۔"

"تو پھر دیجئے نا ثبوت۔"

"اس کا ثبوت خود سر جگدیش دے گا۔"

"کیا! بیک وقت کئی آدمیوں کے منہ سے نکلا اور سب ہی فریدی کو ایسی نظروں سے گھورنے لگے جیسے وہ یا تو پاگل ہو گیا ہو یا نشے میں ہو۔"

"فریدی ختم کرو! بیکار باتیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"ارے تو کیا آپ کو فریدی پر اعتماد نہیں رہا۔" فریدی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"حمید!" فریدی نے گرجدار آواز میں کہا۔ "سب سامان ٹھیک ہے نا۔"

"جی ہاں۔" حمید نے جواب دیا۔

"اچھا تو مسٹر آکاش کے ہتھکڑیاں لگا دو.... اور مسٹر آکاش اگر تم نے جنبش کی تو گولی مار دوں گا۔ چپ چاپ کھڑے رہو۔" فریدی نے ریوالور نکال لیا۔

حمید نے جھپٹ کر آکاش آرٹسٹ کے ہتھکڑیاں لگا دیں۔

"مسٹر آکاش۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "کیبن مین نے فائروں کی آواز نہیں سنی تھی۔ لیکن لاش کے زخم کی حالت بتاتی ہے کہ گولی قریب ہی سے ماری گئی تھی اور لاش کیبن کے نیچے ملی تھی۔ آخر اس نے اسی ایک فائر کی آواز کیوں نہیں سنی۔ کیا تم نے اسے ایک سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نہیں قتل کیا تھا۔"

"یہ بکواس ہے۔" آکاش چیخا۔ "تم مجھے پھنسانا چاہتے ہو۔"

"حمید سامان لاؤ۔" فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ حمید جھپٹ کر باہر نکلا اور دوسرے کمرے سے ایک سوٹ کیس اٹھا لایا۔ فریدی نے اسے کھولا۔ اس میں متعدد بوتلیں اور شیشیاں تھیں۔ آکاش نے بھاگنا چاہا لیکن حمید اور رمیش نے اُسے پکڑ لیا۔

فریدی نے چند بوتلوں اور شیشیوں سے سیال لے کر ایک بیکر میں ملائے اور بیکر کو ہاتھ میں لئے ہوئے آکاش کی طرف بڑھا۔ حمید اور رمیش اسے پکڑے ہوئے تھے۔ فریدی نے بیکر کا سیال

آکاش کے چہرے پر پھینک دیا۔

"یہ کیا لغویت ہے۔" آکاش چیخا۔ دوسرے لوگ دم بخود تھے۔

"ٹھہرو! مسٹر آکاش! میرے کسی بھی کیس میں یہی لمحہ میری دلچسپیوں کی جان ہوتا ہے۔" فریدی نے ایک رومال سے اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے حاضرین کے منہ سے عجیب عجیب طرح کی آوازیں نکلیں۔ کیونکہ ان کے سامنے ایک سر جگدیش کی لاش پڑی ہوئی تھی اور دوسرا سر جگدیش حمید اور رمیش کی گرفت میں تھا۔

"مجسٹریٹ صاحب۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اب سر جگدیش سے پوچھئے کہ آخر پولیس کو اس طرح دھوکہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اور یہ کون ہے؟" مجسٹریٹ نے لاش کی طرف دیکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"راہل....!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "اس نے پانچ آدمیوں کے ساتھ اس مکان پر حملہ کیا تھا جس میں سر جگدیش آکاش کے بھیس میں مقیم تھا۔ سر جگدیش صاف نکل گیا۔ راہل اکیلے ہی اس کی تلاش میں نکل گیا اور سر جگدیش نے بہت ہی قریب سے سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے اس کی پشت پر فائر کر دیا کیوں سر جگدیش۔"

سر جگدیش اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں تلے اندھیرا آ رہا ہو۔

"اور پھر....!" فریدی نے کہا۔ "اس نے راہل پر اپنا میک اپ کر دیا۔ حمید ذرا راہل کی اصلی شکل بھی دکھا دو۔"

تھوڑی دیر بعد راہل بھی اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو گیا۔

"واقعی.... مم.... مسٹر فریدی۔" مجسٹریٹ نے تھوک نگل کر کہا اور پھر کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔

"میرا فریدی ایک شاندار ایکٹر ہے اور شریر بھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنس پڑا۔

"اور میں.... میں تو ناکارہ اُلو کا پٹھا ہوں۔" حمید ہونٹوں میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 37

جنگل کی آگ

(مکمل ناول)

پُراسرار قتل

ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو.....!"

"فریدی..... میں عرفانی بول رہا ہوں..... بوڑھا عرفانی..... میں خطرے میں ہوں۔"

"کیا بات ہے!" فریدی نے پوچھا۔

لیکن جواب ندارد..... سلسلہ منقطع نہیں ہوا تھا۔ فریدی نے ریسیور کان سے لگائے رکھا۔

"ہیلو..... ہیلو..... عرفانی صاحب..... فریدی بول رہا ہے۔" فریدی نے دوبارہ کہا۔

لیکن پھر بھی کوئی جواب نہ ملا..... اور پھر فریدی نے ایک ہلکی سی آواز سنی۔ اسی کے ساتھ ہی کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔

"فائر.....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"حمید.....!" اُس نے حمید کو آواز دی جو برابر ہی کے کمرے میں اپنی پالتو چوہیا کو اختر شیرانی کی کوئی نظم سنا رہا تھا۔

"فرمایئے۔" اس نے اس دخل اندازی پر بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اٹھو.....! ہمیں جلدی ہے۔" فریدی نے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔

"عرفانی صاحب خطرے میں ہیں۔"

"ہوں گے۔" حمید نے بے پروائی سے کہا۔

"اٹھو.....!" فریدی نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

فریدی چونکہ صورت سے پریشان نظر آرہا تھا اس لئے حمید نے زیادہ پھیلنا مناسب نہ سمجھا۔

فریدی کو اتنی جلدی تھی کہ اس نے اُسے سلیپنگ سوٹ بھی نہ اتارنے دیا۔

کیڈی پھاٹک سے نکل کر ایک طرف کو ہولی۔

"کوئی خطرناک مہم.....؟" حمید نے پوچھا۔

"یقیناً خطرناک ہی ہو سکتی ہے۔ عرفانی صاحب خطرے میں ہیں۔"

"کون عرفانی صاحب؟"

"ایک طرح سے تم انہیں میرا استاد بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"آپ نے پہلے کبھی اس قسم کے کسی آدمی کا تذکرہ نہیں کیا۔" حمید نے کہا۔

"اوہو..... تم نے محکمے کے آدمیوں میں کبھی نہ کبھی ان کا تذکرہ ضرور سنا ہوگا۔ ہمارے پیش روؤں میں وہ کافی مشہور تھے۔"

"اوہ سمجھا..... وہی بوڑھا تو نہیں جسے نیلے رنگ کا خبط ہے۔"

"ٹھیک سمجھے۔"

"لیکن وہ آپ کے استاد کس طرح ہوئے۔"

"شروع میں انہوں نے اکثر میری رہنمائی کی ہے۔ والد مرحوم کے دوستوں میں سے ہیں۔ پہلی عالمگیر جنگ کے دوران میں وہ ملٹری سیکرٹ سروس سے متعلق تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد سے الگ تھلگ زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن سوچتا ہوں..... ایسا شخص! سمجھ میں نہیں آتا کیا معاملہ ہے انہوں نے فون پر مجھ سے اتنا ہی کہا کہ میں خطرے میں ہوں..... میں نے خطرے کی نوعیت پوچھنی چاہی لیکن جواب نہیں ملا۔ فون ڈس کنکٹ نہیں کیا گیا تھا۔ پھر میں نے فائر کی آواز سنی اور ایک ہلکی سی چیخ.....!"

"کیا وہ گھر پر اکیلے ہی ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"قریب..... قریب۔" فریدی نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "ایک نوکر ہے وہ اتنا بہرہ ہے کہ جب تک اس کے کان میں منہ لگا کر چیخا نہ جائے نہیں سن سکتا۔"

"عرفانی صاحب مالدار آدمی ہیں!"

"ہاں! کافی۔" فریدی پھر خاموش ہو گیا۔

ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ سڑکیں سنسان ہوتی جارہی تھیں۔ رات کہر آلود ہونے کی
سے تاریکی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

کیڈی کیلاش برج کو پار کر کے شہر کے ایک ایسے حصے میں داخل ہو رہی تھی جہاں
آبادی نہیں تھی۔ خال خال ایک آدھ عمارتیں نظر آجاتی تھیں جن کی کھڑکیوں میں کہر میں
ہوئی دھندلی روشنی ادھورے خوابوں کی یاد کی طرح اونگھ رہی تھی۔

فریدی نے ایک عمارت کے سامنے کیڈی روک دی۔ وہ دونوں نیچے اترے۔ پائیں باغ
اندھیرا تھا عمارت کی کسی کھڑکی میں بھی روشنی نہیں تھی۔

"گاڑی سے ٹارچ نکال لو۔" فریدی نے کہا۔

حمید واپس چلا گیا۔ اتنے میں فریدی برآمدے تک پہنچ گیا تھا۔ اُسے کہیں بھی کسی قسم
آواز نہ سنائی دی۔ وہ چند لمحے ساکت وسامت کھڑا رہا۔

حمید ٹارچ لے کر واپس آگیا۔

برآمدے میں چار دروازے تھے۔ ان میں سے ایک کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ ٹار
کی روشنی ایک طویل راہداری میں پڑی اور جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے انہیں خراٹوں کی آواز سنا
دی۔ روشنی کا دائرہ آواز کی سمت گھوم گیا بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا دروازہ کھلا ہوا
اندر ایک ضعیف العمر آدمی کے خراٹے گونج رہے تھے۔

"نوکر....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

اور وہ پھر آگے بڑھ گئے اس کے کمرے کے علاوہ انہیں ہر کمرے میں انتشار اور بدنظمی نظ
آئی۔ صندوق کھلے ہوئے سامان بکھرا ہوا۔ حتیٰ کہ فرش پر بچھی ہوئی قالین تک الٹی پڑی ہو
فریدی ہر کمرے کا بلب روشن کرتا جارہا تھا۔

آخری کمرے میں حمید کو ٹیلی فون کے علاوہ ہر چیز نیلے رنگ کی نظر آئی نیلے پردے
فرنیچر دروازوں پر نہ صرف نیلا پینٹ تھا بلکہ اُن کے شیشے میں بھی نیلے ہی رنگ کے
دیواروں پر نیلے رنگ کا پالش تھا۔ اس نیلگوں طوفان میں اس چیز کو نظر انداز ہی کر گئے جس پر ا
کی نظر پہلے ہی پڑنی چاہئے تھی کرسیوں کے پھٹے ہوئے گدوں یا بکھری ہوئی چیزوں کی اُن
سامنے کوئی اہمیت نہیں تھی یہ تازہ خون کا ایک بہت بڑا دھبہ تھا جو لکھنے کی بڑی میز کے نیچے فر

پر نظر آرہا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا لیکن کچھ بولے نہیں۔

پھر فریدی کی نظریں فون کے ریسیور پر جم گئیں جو میز کے سامنے والے کنارے پر جھول گیا تھا۔

"اسے توپ کی گرج بھی نہیں جگا سکتی۔" فریدی نے کہا اور جھک کر خون کے دھبے کو دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے اور آنکھیں مضطربانہ انداز میں گردوپیش کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"عرفانی صاحب کی زندگی میں تو یہ ناممکن تھا۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "دس آدمی بھی گھر کی حالت اس طرح نہیں بگاڑ سکتے تھے۔"

"تو کیا...." حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"آخر لاش کیا ہوگئی۔" فریدی پر تشویش لہجے میں بولا۔

"لاش....!" حمید چونک کر بولا۔

"یہ خون....!" فریدی نے خون کے دھبے کی طرف اشارہ کیا۔ "اور یہ ریسیور جو میز سے لٹکا ہوا ہے عرفانی صاحب مجھے فون کر رہے تھے۔ فائر کی آواز.... چیخ.... ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے پھر حملہ آوروں نے گھر کا سامان الٹ پلٹ ڈالا۔ کرسیوں کے گدے تک پھاڑ ڈالے گئے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی نظریں کھلی ہوئی تجوری پر جمی ہوئی تھیں۔

"لیکن....!" حمید بولا۔ "حملہ آور نے انہیں نظر انداز کر دیا۔"

ان نے تجوری کے سامنے فرش پر بکھرے ہوئے نوٹوں کی طرف اشارہ کیا ان کے قریب کچھ زیورات بھی تھے جن میں قیمتی پتھر جگمگا رہے تھے۔

"ہم اسے ڈاکہ نہیں کہہ سکتے۔" فریدی نے کہا۔ "دوسرے کمروں میں بھی بہتیرا قیمتی سامان بکھرا ہوا دیکھتے آئے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ صاف ظاہر تھا کہ حملہ آوروں کو کسی خاص چیز کی تلاش تھی۔ ایسی چیز جسے کرسی کے گدوں میں بھی چھپایا جاسکتا تھا۔

"نوکر کو جگانا چاہئے۔" حمید نے کہا۔

فریدی کچھ سوچتا ہوا اس کی طرف مڑا۔ چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔

دونوں نوکر کے کمرے میں آئے وہ اب بھی اسی طرح خراٹے لے رہا تھا۔ فریدی نے بلب روشن کر دیا۔ حمید اُسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

"کیا ہوا.... کیا بات ہے۔" بوڑھا کھڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "آپ کون ہیں۔"

پھر انہیں اُسے سب کچھ سمجھانے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ چیختے چیختے حمید کا گلا بیٹھ گیا۔ وہ اُسے اس کمرے میں لے آئے جہاں انہوں نے خون دیکھا تھا۔

بوڑھے کی گھگھی بندھ گئی۔

"صاحب.... کک.... کہاں ہیں۔" اس نے ہکلا کر پوچھا۔

فریدی نے اُسے اپنے فون والا واقعہ بتایا۔

"تو یہ.... صاحب کا.... خون!" بوڑھا کربناک انداز میں چیخا اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے چکرا کر گر پڑے گا۔ حمید نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھال لیا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک اس کی حالت غیر رہی۔ کبھی وہ چپ چاپ آنسو بہاتا اور کبھی چیخنے لگتا۔ بڑی مشکلوں سے فریدی اُسے گفتگو کرنے پر آمادہ کر سکا۔ اُس نے بتایا کہ آج کوئی ملاقاتی بھی نہیں آیا تھا اور وہ حسب معمول کاموں سے فراغت پانے کے بعد نو بجے سونے کے لئے چلا گیا تھا۔

فریدی نے دو چار سوالات اور کئے اور جوابات سے اُس نے اندازہ لگا لیا کہ نوکر عرفانی کے ذاتی معاملات میں دخیل نہیں تھا۔

"بہتر تو یہی ہے کہ اس کو اس کو کمرے میں پہنچا دو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید کے جانے کے بعد وہ پھر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے دروازوں کے پردے ہٹائے، دیواروں کو دیکھتا رہا اور پھر اُسی میز کے قریب پلٹ آیا۔ جس کے نیچے خون کا دھبہ تھا۔

حمید کی واپسی پر اس نے آہستہ سے کہا۔

"فائر کرنے کے فوراً بعد ہی کمرے کی روشنی گل کر دی گئی تھی۔"

حمید کچھ نہیں بولا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بولے یہ واقعہ اُس پر اچانک نازل ہوا تھا ورنہ وہ اس وقت آرام سے اپنے بستر پر خراٹے لے رہا ہوتا۔

"اور حملہ آوروں کو اپنے شکار سے زیادہ اُس چیز کی تلاش کی فکر تھی جس کے لئے انہوں نے گھر میں ابتری پھیلائی ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔" حمید نے یونہی کچھ سوچے سمجھے بغیر زبان ہلا دی۔

"کیونکہ اُن کے اسی رجحان نے عرفانی صاحب کو فرار ہونے میں مدد دی۔"

"کیا مطلب!" حمید چونک پڑا۔ "ابھی تو آپ کسی لاش کا تذکرہ کر رہے تھے۔"

"پہلا خیال غلط تھا۔" فریدی چاروں طرف متجسسانہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ حملہ آور لاش بھی اپنے ہمراہ لے گئے ہوں۔" حمید نے کہا۔

"نہیں کچھ نشانات اس بات کی تردید کرتے ہیں۔" فریدی بولا۔ "مثلاً.... ادھر آؤ.... اُس دروازے کا پردہ ہٹاؤ۔"

حمید پردہ ہٹا کر کھڑا ہو گیا اور واقعی وہ نشان کسی اندھے آدمی کے لئے بھی واضح تھا۔ دروازے کے ایک پٹ پر فرش سے تقریباً ڈیڑھ فٹ کی اونچائی پر خون کا ایک بڑا سا دھبہ تھا جس سے پتلی پتلی کئی لکیریں نیچے تک بہہ آئی تھیں۔

"گولی شاید پشت پر لگی تھی۔" فریدی بڑبڑایا۔ "وہ میز کے نیچے سے گھسیٹتے ہوئے یہاں تک آئے۔ کچھ دیر دروازے سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے رہے.... پھر....!"

فریدی دروازے کی چٹخنی کی طرف دیکھنے لگا جو گری ہوئی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ پھر اسی دروازے سے نکل گئے ہوں۔ ذرا ٹارچ مجھے اٹھا دینا.... اوہو.... یہ پھر آ گیا۔"

فریدی کی نظریں بہرے نوکر پر جم گئیں جو دروازے میں کھڑا انہیں سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حمید آگے بڑھ کر اُس کے کان میں چیخنے لگا۔ بدقت تمام وہ اُسے سمجھا پایا کہ اس کا مالک مرا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نکل گیا ہو اور اسے اپنے کمرے میں اس وقت تک خاموش بیٹھنا چاہئے جب تک کہ پولیس نہ آ جائے۔

فریدی دروازہ کھول کر دوسری طرف نکل گیا تھا۔ نوکر کو واپس بھیج کر حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

فریدی کی ٹارچ کی روشنی کمرے کے فرش پر پڑ رہی تھی۔

"بلاشبہ وہ اس کمرے سے گذرے تھے...... یہ رہا خون۔"

روشنی کا دائرہ دور تک فرش پر رینگتا ہوا چلا گیا اور پھر وہ سامنے والی دیوار پر رک گیا۔ فرش سے تقریباً چار یا پانچ فٹ کی بلندی پر ایک اور بڑا سا دھبہ تھا۔

"یہ دروازہ.....!" فریدی نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔

دوسرے لمحے میں دونوں پائیں باغ کے داہنے بازو میں تھے۔ روشنی کا دائرہ بڑی تیزی سے تاریکی میں ادھر اُدھر گردش کر رہا تھا۔

پائیں باغ کی حالت ابتر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہت عرصے سے اُس کی خبر نہیں لی گئی۔ کیاریوں میں خشک پودے کھڑے تھے اور مہندی کی باڑھیں بڑی بے ترتیبی سے ادھر اُدھر پھیل گئی تھیں۔ یہاں صرف خودرو جھاڑیاں سرسبز دکھائی دے رہی تھیں، ورنہ ہر طرف خزاں کا راج تھا۔

"زمین سخت ہے۔" فریدی بڑبڑایا..... وہ جھکا ہوا قدموں کے نشانات تلاش کر رہا تھا۔

"وہ کیا.....؟" دفعتاً حمید چیخا۔

مالتی کی خودرو جھاڑیاں عجیب انداز میں ہل رہی تھیں۔ فریدی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب روشنی کا دائرہ ہلتی ہوئی جھاڑیوں پر پڑ رہا تھا۔ دفعتاً جھاڑیوں سے کسی آدمی کا ایک پیر باہر نکل آیا اور جھاڑیاں بدستور ہلتی رہیں۔

فریدی جھاڑیوں کے قریب پہنچ چکا تھا..... اور پھر انہوں نے ایک دردناک منظر دیکھا۔ بوڑھا عرفانی جھاڑیوں کو اپنی مٹھیوں میں جکڑے ہوئے بے چینی اور کرب میں ہاتھ پیر پٹخ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

"عرفانی صاحب۔" فریدی بے اختیار اُس پر جھک پڑا۔

عرفانی کی آنکھیں کچھ اور کشادہ ہو گئیں۔

"میں فریدی ہوں عرفانی صاحب۔" فریدی پھر چیخا۔

دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے عرفانی ہوش میں آ گیا ہو اس کے چہرے پر نرماہٹ دوڑ گئی اور

آنکھیں خواب ناک انداز میں بوجھل ہو گئیں۔

"دیر..... ہو گئی۔" عرفانی آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا۔ "فف..... ری..... دی..... دیر ہو گئی..... نن..... اُف..... نیشنل..... بنک..... نن..... نیشنل بنک۔"

پھر اس کا سارا جسم تھر تھرانے لگا..... اور..... گردن ایک جھٹکے کے ساتھ دوسری طرف گھوم گئی۔

"عرفانی صاحب۔" فریدی نے اُسے جھنجھوڑا۔ "عرفانی صاحب۔"

لیکن عرفانی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکا تھا۔

شاید پندرہ یا بیس منٹ تک وہ وہیں بت بنے کھڑے رہے۔

"پولیس کے آنے تک لاش یہیں پڑی رہے گی۔" بالآخر فریدی بولا۔

"کیا..... معاملہ ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "نیشنل بنک..... آخر اس کا کیا مطلب ہے؟"

"اس پر پھر غور کریں گے۔" فریدی نے دوبارہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

حمید بھی اس کے پیچھے تھا۔ لیکن اب اسے نیند نہیں ستا رہی تھی۔

واردات والے کمرے میں پہنچ کر فریدی چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر بولا۔

"انہیں کسی چیز کی تلاش تھی اور وہ چیز دولت نہیں ہو سکتی ورنہ وہ ان نوٹوں اور زیورات کو ضرور لے جاتے۔"

"کیا چیز ہو سکتی ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کمرے کی چیزوں کو الٹنے پلٹنے لگا تھا۔ دفعتاً اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔ حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"سنو.....!" فریدی نے اسے مخاطب کیا۔ "ذرا دیکھو تو! کیا عرفانی صاحب کی قمیض کی جیب محفوظ ہے۔"

"کیا مطلب.....؟" حمید حیرت سے بولا۔

"چلو جلدی کرو۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں۔ جیب محفوظ ہونے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔"

"اوہ..... دیکھو قمیض میں جیب موجود ہے یا نہیں۔" وہ حمید کی طرف ٹارچ بڑھاتا ہوا بولا۔

حمید چلا گیا۔ فریدی بڑی میز کی درازیں کھول کھول کر دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی بوڑھے نوکر کے

رونے کی آواز عمارت میں گونج اٹھتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد حمید واپس آ گیا۔

"شاید انہوں نے عرفانی صاحب کو بھی پالیا تھا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں....؟"

"ان کی ساری جیبیں الٹی ہوئی ہیں انہیں اچھی طرح دیکھا گیا ہے۔"

"میں نے تمہیں قمیص کی جیب دیکھنے کو بھیجا تھا۔" فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

"قمیص کی جیب اپنی جگہ پر ہے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تب تو....!" فریدی حمید کے لہجے کو نظر انداز کر کے بولا۔ "یہ ٹکڑا کسی قمیص کا جیب معلوم ہوتا ہے.... اور یہ وزیٹنگ کارڈ....!"

فریدی میز پر رکھے ہوئے کپڑے کے ٹکڑے اور ملاقاتی کارڈ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ "یہ دونوں فرش پر ملے ہیں ملاقاتی کارڈ کپڑے کے نیچے تھا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ خاصی جدوجہد بھی ہوئی ہے۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"یقیناً! اس کارڈ پر ہاتھ کی مضبوط گرفت کے نشانات ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"اور یہ کارڈ کسی جوزف پیٹر کا ہے جو سولہ کنگس لین میں رہتا ہے۔"

"سراغ....!" دفعتاً حمید کا چہرہ چمک اٹھا۔

"اب تم کوتوالی فون کر سکتے ہو۔" فریدی بڑبڑایا۔

حمید ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔

"نہیں....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اسے یونہی رہنے دو۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دوسری عمارت ہے وہاں فون ضرور ہو گا۔"

حمید کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"اوہ سمجھا! تم شب خوابی کے لباس میں کسی شریف آدمی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹانا چاہتے" فریدی مسکرا کر بولا۔ "خیر تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔"

حمید فریدی کے قدموں کی آواز سنتا رہا۔

گرانڈیل احمق

دوسری صبح کے اخبارات نے عرفانی کے پُراسرار قتل کے متعلق بڑی موٹی موٹی سرخیاں جمائی تھیں۔ لیکن ایک بات حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ آخر لاش کی دریافت کے سلسلے میں اس کا اور فریدی کا نام کیوں نہیں لیا گیا تھا۔ اس کے برعکس خبر کے مطابق لاش عرفانی کے نوکر نے دیکھی تھی اور اسی نے پولیس کو بھی مطلع کیا تھا۔

کچھ بھی ہو یہ چیز کم از کم اس کے لئے پریشان کن تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ فریدی اس کیس کو باقاعدہ طور پر اپنے ہاتھ میں لے چکا ہے۔

اُس نے جھنجھلاہٹ میں اپنے منہ پر دو چار تھپڑ لگائے اور اٹھ کر غسل خانے کی طرف چلا گیا۔

آج اتوار تھا اور اس نے پروگرام بنایا تھا کہ اپنے گرانڈیل احمق دوست قاسم کے ساتھ مچھلیوں کا شکار کھیلنے جائے گا۔ حالانکہ فریدی نے ابھی تک اُسے کسی کام میں نہیں گھسیٹا تھا پھر بھی اسے اپنے موڈ کی عافیت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ آج کل اس کا موڈ بڑا اچھا تھا اور وہ دن رات نئی نئی شرارتوں کی ایجاد کے چکر میں رہتا تھا۔

اُس نے بڑی تیزی سے شیو کیا۔ کپڑے تبدیل کئے اور ناشتے کی پروا کئے بغیر گھر سے نکل گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ناشتے کی میز پر فریدی کوئی نہ کوئی کام ضرور اُس کے سپرد کر دے گا۔

اس کا موٹر سائیکل بڑی تیزی سے قاسم کی اقامت گاہ خان ولا کی طرف جا رہی تھی۔ قاسم کا باپ خان بہادر عاصم شہر کے بہت بڑے سرمایہ داروں میں سے تھا اور قاسم اس کا اکلوتا لڑکا تھا۔ خان ولا میں صرف قاسم اور اس کی بیوی رہتے تھے اور ان کی ازدواجی زندگی بڑی تلخ گذر رہی تھی.... اور اس کی تلخی کی بنیاد پہلے ہی دن سے پڑی تھی۔ وہ بھی قاسم کی حماقت[1] کی بناء پر۔ وہ اپنے دوستوں میں گرانڈیل احمق کے نام سے مشہور تھا۔ لوگوں کا خیال تھا اس کے جسم کی نشو و نما کے سلسلے میں بیچاری عقل غذا بنتی رہی تھی اور آخر میں جسم ہی جسم رہ گیا عقل صاف ہو گئی۔

بہر حال قاسم شادی ہو جانے کے بعد بھی اکثر اپنا سر پیٹ پیٹ کر کہا کرتا تھا کہ میں اب بھی کنوارا ہوں۔ یہ مسئلہ اس کے دوستوں کے لئے خاصی دلچسپی کا موضوع تھا۔

[1] اس دلچسپ داستان کے لئے بھی "برف کے بھوت" جلد نمبر 11 پڑھیے۔

قاسم نے حمید کو دیکھ کر ایک گھن گرج قسم کا قہقہہ لگایا وہ صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اُسے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"اتنے سویرے! ابھی تو مچھلیاں ناشتے سے بھی فارغ نہ ہوئی ہوں گی۔"

"لیکن میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" قاسم ہنس کر بولا۔ "تو پھر تو میرے ساتھ ناشتہ کرو۔"

قاسم کسی نوکر کا نام لے کر چیخنے لگا۔

"ارے تم! گدھوں کی طرح چیختے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔"

"پھر کیا کروں! اب اُٹھے کون۔"

"گھنٹی کیوں نہیں رکھتے۔"

"گھنٹی!" قاسم جھینپ کر بولا۔ "مجھے گھنٹی بجاتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

حمید ہنسنے لگا۔ قاسم اپنے عادات واطوار کے لحاظ سے عجیب ہی نہیں بلکہ عجیب ترین تھا۔ نوکر چلا گیا۔

"کیا صلح ہو گئی بیوی سے۔" حمید نے پوچھا۔

"اس تذکرے کو نہ چھیڑو حمید بھائی۔" قاسم غمگین آواز میں بولا۔ پھر اخبار حمید کے سامنے رکھ کر ہنسنے لگا۔ حمید نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"مجھے سراغ رسانی سے دلچسپی ہو چلی ہے۔" قاسم نے کہا۔ "اس قتل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اچھا تو آپ بھی مجھے بور کریں گے۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "ابے اسی وجہ سے تو میں گھر سے بھاگا ہوں۔"

"نہیں اللہ قسم حمید بھائی! اگر تم تھوڑی سی مدد کرو تو میں سراغ رساں بن سکتا ہوں۔"

"شٹ اپ....!"

"اچھا سنو! میں نے کیا رائے قائم کی ہے۔"

"بکو....!" حمید بیزاری سے بولا۔ اُس کی بھوک چمک اٹھی تھی۔

"اخبار والوں نے لکھا ہے کہ قاتلوں کو کسی چیز کی تلاش تھی۔" قاسم مفکرانہ انداز میں اپنے

گول گول دیدے پھرا کر بولا۔ "انہوں نے کرسیوں کے گدے تک پھاڑ ڈالے کیا چیز ہو سکتی ہے؟"

وہ سوالیہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"اصلی سلاجیت۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ پھر بگڑ کر کہنے لگا۔ "ناشتے میں کتنی دیر لگے گی۔"

"یار یہ سلاجیت کیا چیز ہے؟" قاسم نے موضوع گفتگو بدل دیا۔ اُس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ یہ اُس کی عادت تھی۔ کوئی ایک بات شروع کر کے وہ ہمیشہ ضمنیات میں الجھ جایا کرتا تھا۔

"میں ناشتے کی بات کر رہا تھا۔" حمید نے کہا۔

"نہیں پہلے سلاجیت! میں بچپن ہی سے اس کے اشتہارات اکثر رسائل میں دیکھتا آرہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہے کیا چیز!"

"بیوی سے پوچھنا۔"

"کاش میں پوچھ سکتا۔" قاسم گہری سانس لے کر بولا۔ "چھوڑو حمید بھائی اس تذکرے کو۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ .... عرفانی کے پاس کوئی ہیرا تھا۔ بہت بڑا.... شاید مرغی کے انڈے کے برابر۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تربوز کے برابر رہا ہو۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "لیکن میں نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"ارے نہیں.... ہی ہی ہی۔" پہلے تو قاسم ہنسا پھر یک بیک اُسے غصہ آگیا۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ بیوی سالی اس قابل ہے کہ اسے برف کے پانی میں غرق کر دیا جائے۔ ارے بھوک کے مارے میری جان بھی نکلی جا رہی ہے۔ ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتی ہے۔ اب وہ باورچی سے الجھ رہی ہو گی.... آؤ چلو....!"

وہ دونوں کھانے کے کمرے میں آئے۔ میز خالی پڑی تھی۔ قاسم اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹتا ہوا چیخنے لگا۔ "کہاں مر گئے سب۔ ابھی تک ناشتہ....!"

دفعتاً ایک نوکر دوڑتا ہوا کمرے میں آیا۔

"ابے اُو بتاشے کی اولاد.... ناشتہ۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔

"وہ.... بیگم صاحب۔" نوکر ہکلایا۔

"بیگم صاحب کو فرائی پان میں ڈالو۔ میں کہتا ہوں ناشتہ۔"

"سرکاری.... وہ خود حلوہ تیار کر رہی ہیں۔"

"ہائیں.... خود تیار کر رہی ہیں۔" قاسم آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ابے میں حلوہ کب سے کھانے لگا ہوں۔"

"میرے لئے تیار کر رہی ہوں گی۔" حمید مسکرا کر بولا۔ اور قاسم اُسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

"ابے تو جو کچھ تیار ہو وہی لاؤ۔" قاسم گرجا۔

نوکر چلا گیا۔

"اسی لئے تو وہ تم سے گھبراتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"وہ کیا اس کا باپ بھی مجھ سے گھبراتا ہے۔" قاسم اکڑ کر بولا۔ "میں نے تو چاہا تھا کہ وہ اپنے باپ کے پاس چلی جائے لیکن وہ اسے بھی نہیں منظور کرتی۔"

دفعتاً قاسم کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ "حمید بھائی۔ میں کنوارا ہی مر جاؤں گا۔"

"شہادت کا درجہ ملے گا تمہیں۔" حمید لاپرواہی سے بولا۔

"میں ہرگز کنوارا نہیں مر سکتا۔" قاسم پھر بپھر گیا۔ "میں ایک آدھ کا مخ.... خون....!"

وہ اچانک خاموش ہو گیا کیونکہ اس کی بیوی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے ناشتے کی ٹرالی تھی۔ وہ حمید کو دیکھ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ وہ حقیقتاً ایک پیاری سی گڑیا تھی۔ دبلی پتلی نازک اندام! اور کافی خوبصورت بھی۔ قاسم اور اس کا جوڑ دراصل پہاڑ اور گلہری کا پیوند تھا۔

"معاف کیجئے گا۔ آپ لوگوں کو انتظار کرنا پڑا۔" اس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ظاہر ہے کہ آئیٹم بڑھ گئے ہوں گے۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "قاسم آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔"

"اگر ایسا ہے تو مجھے خودکشی کر لینی چاہئے۔" قاسم کی بیوی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا....؟" قاسم اس طرح اُچھلا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"میں نے آپ سے تو کہا نہیں۔"

"آئی ایم ساری....!" قاسم مسمسی صورت بنا کر رہ گیا۔

میز پر ناشتہ چن دیا گیا۔ قاسم کے سامنے بکرے کی ایک مسلم ران اور ایک پورا مرغ تھا۔ حمید کو اس پر حیرت نہ ہوئی کیونکہ وہ اس کی خوراک سے بخوبی واقف تھا۔

"آپ کے لئے تو پھر دردسری کا سامان مہیا ہو گیا۔" قاسم کی بیوی نے حمید سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا آپ نے آج کا اخبار نہیں دیکھا۔"

"اوہ.... مجھے اُس قتل سے کوئی سروکار نہیں۔ محکمے میں اکیلے ہم ہی تو نہیں ہیں۔"

"ہاں تو حمید بھائی۔" قاسم بکرے کی ران ادھیڑتا ہوا بولا۔ "میں یہ کہہ رہا تھا کہ.... قاتلوں کو اُسی ہیرے کی تلاش تھی اور وہ اُسے لے گئے.... دو چار قتل ابھی اور ہوں گے۔"

"کیا آج کل تم منشی تیرتھ رام کے ترجمے پڑھ رہے ہو۔" حمید نے پوچھا۔

"ہائیں! تمہیں کیسے معلوم ہوا۔" قاسم آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "اللہ قسم تم سو فیصدی سراغ رساں ہو۔ کیا نام تھا اس کا... اماں... وہی ہملاک شومز.... تم تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔"

"شرلاک ہومز....!" قاسم کی بیوی نے تصحیح کی۔

"ہملاک شومز....!" وہ گوشت ادھیڑتے ادھیڑتے رک کر اپنی بیوی کو گھورنے لگا۔

"آپ سمجھائیے۔" اس کی بیوی نے حمید سے کہا۔

"میں کوئی بچہ ہوں۔" قاسم دھاڑنے لگا۔ "مجھے کون سمجھائے گا۔"

"آپ کی یادداشت اس قابل نہیں ہے کہ اس پر بھروسا کیا جائے۔" بیوی نے اسے چڑھایا۔

"کیا....؟" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "ابے اُو.... شکورا.... کل سے ہمارا ناشتہ الگ لگے گا۔"

"جلدی کرو یار.... ورنہ پھر شکار۔"

"شکار....!" قاسم کی بیوی نے حمید کی بات کاٹ دی۔

"جی ہاں! ہم لوگ آج مچھلیوں کا شکار کھیلیں گے۔"

"میں بھی چلوں گی۔"

"ضرور.... ضرور....!" قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "آپ کے بغیر بھلا خاک شکار ہو گا۔"

"میں آپ سے بات نہیں کر رہی ہوں۔"

"کیا حرج ہے! ضرور چلئے۔" حمید نے کہا۔

"میں نہیں جاتا۔" قاسم جھنجھلا کر بولا۔

"تو پھر پروگرام کیوں بنایا تھا۔" حمید بھی بگڑ گیا۔

"کیا پروگرام بنایا تھا۔" قاسم اُسے گھور کر بولا۔ "یہی کہ ایک بوریت بھی ساتھ لے چلیں گے۔"

"میں بوریت ہوں۔" قاسم کی بیوی نے اُسے للکارا۔

"جی ہاں! آپ بوریت ہیں۔"

"آپ کو شرم آنی چاہئے۔" اُس کی بیوی کا لہجہ کچھ اور تیز ہو گیا۔

"نہیں آنی چاہئے.... آپ بوریت ہیں۔"

"میں ابھی چچا جان کو فون کرتی ہوں۔" قاسم کی بیوی نے روہانسی آواز میں کہا۔

اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے قاسم کی روح فنا ہو گئی ہو۔ قاسم کی بیوی اُس کے باپ کو چچا جان کہتی تھی اور قاسم دنیا میں اپنے باپ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔

قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے اور نوکر برتن اٹھا کر ٹرالی میں رکھ رہا تھا۔

"آپ کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑیں گے۔" اس کی بیوی بڑبڑائی۔

قاسم کچھ نہ بولا۔ وہ چھت کی طرف دیکھ رہا تھا اور حمید کو اُس کی بگڑی ہوئی حالت پر ہنسی آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قاسم کوئی مشین ہو اور اچانک اُس کا کوئی پرزہ ٹوٹ گیا ہو۔

"آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے۔" قاسم کی بیوی اُسے گھور کر بولی۔

"حمید بھائی۔" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ذرا دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔"

"کیوں.... خیریت۔" حمید نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مم.... میں.... اپنے الفاظ واپس لوں گا۔"

"نہیں! حمید بھائی کے سامنے۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتی ہوئی بولی۔ "آپ نے اُن کے سامنے میری توہین کی ہے۔"

"میں واپس لے لوں گا۔" قاسم غرایا۔ "ابھی نہیں مجھے جلدی ہے۔"

"نہیں ابھی! ورنہ میں چچا جان۔"

"کر دو فون۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میں کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ اُسے دھمکاتی ہوئی بولی اور کمرے سے چلی گئی۔ قاسم بدحواسی میں طرح طرح کے منہ بنا کر اُسے جاتے دیکھتا رہا۔

"لے چلو نا....! آخر کیا حرج ہے۔" حمید اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"یار حمید بھائی! مجھے تو موت بھی نہیں آتی ہے۔" قاسم نے بے بسی سے کہا۔

"او قاسم! الّمڈھگ! خدا تجھے سچ مچ غارت کرے۔ ارے تم اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔"

"کیوں....؟" قاسم کو پھر غصہ آگیا۔

"اتنے لحیم شحیم اور طاقت ور آدمی ہو کر عورتوں کی طرح خود کو کوستے ہو۔"

"عورتوں کی طرح؟" قاسم جھینپ کر بولا۔

"چلو جلدی کرو! ساری تفریح برباد ہو گئی۔"

"ہاں اور کیا۔" قاسم جلدی سے بولا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا۔ "ابا جان سے ضرور شکایت کر دے گی۔"

"تو کیا ہو گا۔"

"گڑبڑ ہو گی۔ بڑی گڑبڑ ہو گی حمید بھائی۔"

"ابے چل! میں تجھے کسی سرکس میں نوکری دلوا دوں گا۔"

قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم گیرج سے اپنی کار نکال رہا تھا پھر جب کار کمپاؤنڈ سے باہر جانے لگی تو قاسم کی بیوی نے نہایت اطمینان سے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ قاسم اور حمید اگلی سیٹ پر تھے۔

"میں نہیں جاؤں گا۔" قاسم کار روک کر مچل گیا.... اور حمید نے قہقہہ لگایا۔

"جانا پڑے گا۔" بیوی بولی۔ "اور بوریت ساتھ جائے گی۔"

"ارے میں اپنا الفاظ واپس لیتا ہوں بابا۔" قاسم نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں بوریت نہیں ہوں۔" اُس کی بیوی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں! نہیں! نہیں!"

"تو پھر مجھے لے چلنے میں کیا قباحت ہے۔"

"ارے.... مار ڈالو.... مجھے مار ڈالو۔" قاسم اپنی ٹائی سے اپنا گلا گھونٹنے لگا حمید نے بدقت تمام اُس کے ہاتھوں سے ٹائی کے دونوں سرے چھڑائے۔

"تو آپ نہیں لے جانا چاہتے مجھے۔"

"نہیں! ہرگز نہیں۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی۔ "مچھلی کے شکار کا بہانہ ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ شکار سی شور بیدنگ کلب کے قریب کھیلا جائے گا جہاں اینگلو انڈین لڑکیاں لنگوٹی باندھ کر نہاتی ہیں۔"

"لنگوٹی.... ارے لاحول ولا.... توبہ۔" قاسم ہکلایا۔ "لنگوٹی نہیں سوئمنگ ڈریس۔"

"اُردو میں اُسے لنگوٹی ہی کہیں گے۔" اس کی بیوی بولی۔

"ہرگز نہیں! لنگوٹی بالکل الگ چیز ہے اس میں اوپر کا حصہ کہاں ہوتا ہے۔"

"ہوتا ہو! یا نہ ہوتا ہو! بہر حال شکار کا بہانہ ہے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" حمید نے صفائی پیش کی۔

"معاف کیجئے گا حمید بھائی۔ آپ ہی انہیں برباد کر رہے ہیں۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"اے.... اے.... اغ.... الاقسم۔" قاسم ہکلایا۔ "حمید بھائی تو مجھ سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھا کرو۔"

"میں انہیں آپ سے زیادہ جانتی ہوں۔"

"ہائیں! کیا مطلب!" قاسم حمید کو گھورنے لگا۔ کبھی وہ اپنی بیوی کو گھورتا تھا اور کبھی حمید کو۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "کیوں حمید بھائی میں کیا سن رہا ہوں۔"

حمید کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہے۔ "قاسم کی ذہنی رو کو بھٹکتے دیر نہیں لگتی تھی وہ اپنی بیوی کے اس جملے کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھا ہو۔

"بولتے کیوں نہیں۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "یہ تمہیں کس طرح جانتی ہے۔"

"اپنی زبان سنبھالئے۔" قاسم کی بیوی بھی چیخی۔

قاسم کار سے اُتر گیا۔

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔" حمید نے کہا۔

"ہوش کی ایسی تیسی۔ تم بتاؤ مجھے یہ تمہیں کس طرح جانتی ہے۔"

"میں کیا بتاؤں۔ انہیں سے پوچھ لو۔" حمید کو ہنسی آرہی تھی۔

"ٹھیک ہے....! وہ اپنی بیوی کی طرف مڑا۔ "تم کس طرح جانتی ہوانہیں۔"

"دماغ ٹھیک ہے یا نہیں۔" اس کی بیوی گرج کر بولی۔ "آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

"میں تو کچھ نہیں سمجھتا۔ تم بتاؤ کیسے جانتی ہو۔"

"چھوڑو یار۔" حمید نے پھر دخل اندازی کی۔ "مچھلیاں....!"

"مچھلیاں گئیں جہنم میں.... میں بڑا خراب آدمی ہوں۔"

"اچھا تو پھر....!" حمید سنجیدہ بن کر بولا۔

"تو پھر....؟" قاسم اُسے گھورنے لگا۔ "اگر مجھے ثبوت مل گیا تو تمہیں زندہ دفن کر دوں گا۔"

"کیا بک رہے ہیں آپ اپنی زبان سنبھالئے۔" قاسم کی بیوی چیخ پڑی اور پھر وہ نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتی کار سے اُتر کر اندر چلی گئی۔ حمید کو اب بُری طرح غصہ آگیا تھا۔ لیکن قاسم پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ وہ اب بھی نیچے کھڑا حمید کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔

دفعتاً حمید کو اس کی دکھتی ہوئی رگ یاد آگئی۔

"تم بالکل عورتوں کی طرح شکی ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"عورتوں کی طرح۔" قاسم بل کھا کر رہ گیا۔

"عورتوں سے بھی بدتر! تمہیں شرم آنی چاہئے ٹھیک ہے تم اسی قابل ہو کہ وہ تم سے نفرت کرے تم نے اس وقت سچ مچ اُس کی توہین کی ہے۔"

قاسم اُسے احمقوں کی طرح دیکھتا رہا پھر ایک جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بہانہ تراشنا چاہتا ہو۔ اور حقیقتاً یہی ہوا بھی تھا۔

"تو پھر بتاؤ۔" وہ ہنستا ہوا بولا۔ "کس طرح پیچھا چھڑاتا۔ ساری تفریح برباد ہو کر رہ جاتی۔"

"نہیں جاؤ معافی مانگو اُس سے۔"

"معافی! ہرگز نہیں.... قیامت تک نہیں۔"

"اگر اس نے تمہارے باپ سے شکایت کر دی تو۔"

"یار تم کیوں! میری تفریح برباد کرنا چاہتے ہو۔" قاسم بڑبڑاتا ہوا کار میں بیٹھ گیا۔ "آج پتہ

نہیں کس کا منہ دیکھا تھا۔ ٹھیک یاد آیا.... بیگم پارا کی تصویر تھی.... یار ہے بڑی کراری عورت۔"

سوئمنگ کلب

سی شور سوئمنگ کلب کا گھاٹ صرف ممبروں کے لئے تھا اور دونوں اُس کے باقاعدہ ممبر تھے آج چونکہ اتوار تھا اس لئے یہاں خاصی بھیڑ تھی اور خاص طور سے غیر ملکی لوگ زیادہ نظر آرہے تھے۔

قاسم گھاٹ پر پہنچتے ہی ہاتھ سے نکل گیا۔

"حمید بھائی! الا قسم بڑی تگڑی ہے۔" وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔ اشارہ ایک ایسی عورت کی طرف تھا جو سوئمنگ ڈریس میں کسی چھپکلی ٹانگوں پر کھڑے ہوئے مینڈک کی طرح لگ رہی تھی۔

اس بھیڑ میں شاید قاسم ہی کا سب سے زیادہ قد آور جسم تھا اس لئے سب کی نظریں اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ حمید کو بڑا لطف آرہا تھا لیکن اس کی یہ تفریح زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی کیونکہ اچانک اس بھیڑ میں اُسے ایک ایسا چہرہ دکھائی دیا جس سے بھاگ کر وہ یہاں آیا تھا۔ یہ فریدی کا چہرہ تھا حمید اس کی نظروں سے بچنے کی کوشش کرنے لگا وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی کا یہاں کیا کام؟ کیونکہ وہ اس قسم کی تفریحات میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا حالانکہ وہ ایک ماہر تیراک تھا لیکن غسل کے لئے کبھی غسل خانے سے باہر قدم نہیں نکالتا تھا اُسے اپنے جسم کی نمائش سے دلچسپی نہیں تھی پھر آخر وہ یہاں کیوں آیا تھا؟

حمید بچتا رہا لیکن آخر فریدی کی نظر اس پر پڑ ہی گئی اور خلاف توقع حمید نے اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار کے بجائے مسکراہٹ دیکھی.... ایک معنی خیز مسکراہٹ پھر فریدی نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"مجھے توقع نہیں تھی کہ تم یہاں مل جاؤ گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"چلئے میں بھول جاؤں گا کہ آپ مجھے یہاں ملے تھے۔" حمید نے اسے آنکھ مار کر کہا۔

"کہئے کس لڑکی کی ٹانگیں پسند آئیں۔"

"ابے تو کیا میں....!"

"صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں...." حمید نے اس کی بات کاٹ دی۔ "آپ بھی آخر آدمی ہی ہیں.... لیکن یوں چھپ چھپ کر.... میرے خیال سے اس کی ضرورت نہیں۔"

"سنو! فرزند میں یہاں ٹانگیں دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔ میں گوشت خور ضرور ہوں۔ مگر آدم خور نہیں بکواس بند کرو اور کام کی باتیں کرو۔ اُس بھوری مونچھ والے انگریز کو دیکھ رہے ہو نا اور وہ عورت جس نے پٹیوں دار سوئمنگ ڈریس پہن رکھا ہے۔"

"ٹھہریئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "وہ جوزف پیٹر تو نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھے اور وہ عورت اُس کی بیوی ہے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کیا آپ جانتے ہیں کہ میں بھوکا پیاسا گھر سے کیوں بھاگا تھا۔"

"اچھی طرح۔" فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "لیکن یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ کام تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا اگر تم اس وقت جہنم کا بھی رخ کرتے تو میں تمہیں وہیں ملتا۔"

"مجھے یقین ہے.... اور میں جان بوجھ کر اُدھر کا رخ نہ کرتا۔"

"خیر چھوڑو.... تمہیں کم از کم دو گھنٹے تک ان دونوں کو یہیں روکنا ہے۔" فریدی جیب سے سگار کیس نکالتا ہوا بولا۔

"کیوں....؟"

"میں ان کے مکان کی بے ضابطہ تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ کل رات کو عرفانی کے مکان میں تنہا تھا۔"

"نہیں وہ کئی تھے لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا....؟"

"غالباً آپ اسی چیز کے لئے تلاشی لینا چاہتے ہیں جو وہ عرفانی کے مکان سے لے گئے اگر وہ کئی تھے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز جوزف ہی کے مکان پر مل جائے۔"

"اسے مجھ پر چھوڑو.... اچھا تو میں چلا۔ خیال رکھنا۔ دو گھنٹوں سے قبل وہ سولہ کنگس لین میں داخل نہ ہونے پائیں۔"

فریدی نے سگار سلگایا چند لمحے زمین پر نظریں جمائے کچھ سوچتا رہا پھر دفعتاً واپس جانے کے لئے مڑ گیا۔ حمید کے لئے یہ مسئلہ تشویش ناک تھا وہ کس طرح انہیں روکے رکھتا۔ اُس نے قاسم کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جو اس دوران میں کہیں چلا گیا تھا۔ حمید نے سوچا ممکن ہے وہ کلب کی عمارت کے اندر چلا گیا ہو وہ وہیں ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اُس کی نظریں جوزف پیٹر اور اس کی بیوی کے تعاقب میں تھیں جوزف پیٹر چالیس پینتالیس سال کا ایک دبلا پتلا آدمی تھا لیکن چال ڈھال سے کمزور جسم والا نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس کی بیوی؟ اس کے لئے اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ محض اس کی وجہ سے حمید نے اتنے ٹھنڈے دل سے ان دونوں پر نگاہ رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا ورنہ وہ آج کسی سرکاری کام کے موڈ میں بالکل نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم کلب کی عمارت سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اُس نے پیراکی کا لباس پہن لیا تھا حالانکہ اسے تیرنا بالکل نہیں آتا تھا اور نہ اُس نے کبھی پانی میں قدم رکھنے کی ہمت ہی کی تھی۔ ویسے وہ اس کلب کا باقاعدہ ممبر تھا اور یہاں کے سارے ممبر اُس سے بخوبی واقف تھے اور وہ بھی سب کو جانتا تھا۔ کلب کے دوسرے ممبروں کے متعلق حمید کی معلومات واجبی ہی سی تھیں بہتیروں کو وہ بالکل ہی نہیں جانتا تھا۔

"قاسم....!" حمید جوزف پیٹر کی بیوی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "وہ کون ہے؟"

"کیوں؟ ہے نا.... زوردار.... کتنی تگڑی ہے۔" قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"کیا تم اُسے جانتے ہو؟"

"کیوں نہیں.... اس کا نام پمیلیا ہے اور میں اسے پیار سے پمو کہتا ہوں۔"

"پمو کہتے ہو۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ تم سے بے تکلف ہے۔"

"نہیں تو.... آج تک گفتگو بھی نہیں ہوئی میں.... یونہی بس دل ہی دل میں پمو کہتا ہوں۔"

"ہوں.... اور وہ اس کے ساتھ بھوری مونچھوں والا کون ہے۔"

"وہ اس کا شوہر جوزف ہے کاش میں بھی شوہر ہوتا۔"

"کسی فیل زادی کے۔"

قاسم نے کوئی جواب نہ دیا وہ بڑی توجہ اور لگاوٹ سے پمیلیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پمیلیا اور جوزف ریت پر چٹائی کی چھتری کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پمیلیا کافی حسین تھی اور تیراکی کے

لباس میں تو وہ بالکل چینی کی گڑیا معلوم ہو رہی تھی جوزف کی توجہ اس کی طرف نہیں تھی وہ پانی میں چمچماتی ہوئی کرنوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ پمیلیا قاسم کے پہاڑ جیسے جسم کو گھور رہی تھی۔ اکیلی وہی نہیں گھاٹ کی درجنوں نگاہوں کا مرکز قاسم ہی تھا۔

حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا سوچ رہا تھا کہ کاش قاسم بیوقوف اور ڈرپوک نہ ہوتا.... کاش اس میں عورتوں سے گفتگو کرنے کی صلاحیت ہوتی.... عورتوں کے معاملہ میں تو وہ ضرورت سے زیادہ ڈرپوک واقع ہوا تھا وہ کبھی کسی عورت سے گفتگو کرنے میں پہل نہیں کر سکتا تھا اور نئی جان پہچان والی عورتوں سے گفتگو کرتے وقت تو اُس بُری طرح اس کی سانس پھولنے لگتی تھی جیسے وہ کسی پہاڑی پر چڑھ رہا ہو الفاظ زبان سے ادا ہونے کے بجائے حلق سے نکلنے لگتے تھے اور اُسے بار بار تھوک نگلنا پڑتا تھا۔

حمید یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے دفعتاً ایک عجیب وضع کا انگریز دکھائی دیا اُس نے اپنے سر پر بنارس کے پنڈتوں کی سی زرد رنگ کی پگڑی باندھ رکھی تھی لیکن بقیہ لباس انگریزوں ہی کا سا تھا اس نے اپنے ماتھے پر تلک بھی لگا رکھا تھا اور چہرے پر ویسی ہی معصومیت تھی جیسی گوتم بدھ کے مجسموں میں پائی جاتی ہے.... وہ بڑے شاہانہ انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُسی چھتری کی طرف جا رہا تھا جس کے نیچے جوزف اور پمیلیا بیٹھے ہوئے تھے۔

"قاسم....!" حمید یک بیک بولا۔ "کیا تم اسے بھی جانتے ہو۔ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

قاسم اسے دیکھ کر بے تحاشہ ہنسنے لگا پھر بولا۔ "پنڈتوں کی نقل کرتا ہے سالا مگر حمید بھائی بڑا خوش قسمت ہے.... ایسی حسین حسین لونڈیوں کے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں آتے ہیں کہ بس۔" قاسم اپنے ہونٹ چاٹنے لگا۔

"وہ کس طرح؟" حمید نے پوچھا۔

"ہاتھ دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا ہے۔"

"کیا تم نے اسے یہاں اکثر دیکھا ہے۔"

"کبھی کبھی دکھائی دیتا ہے...." قاسم بولا۔ "وہ دیکھو لونڈیوں کے پرے کے پرے اس کے پیچھے کھسکنے لگے ہائے ہائے الاقسم کیا مقدر ہے اور اپنی قسمت تو شائد مسور کی دال سے لکھی ہوئی ہے۔ آج میں بھی اس سالے کو اپنا ہاتھ دکھاؤں گا۔"

پنڈت نما انگریز جوزف کی چھتری کے نیچے پہنچ کر رک گیا اور اس کی بیوی نے اُسے دیکھ کر عجیب طرح کی آواز نکالی جوزف بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اس رویئے کا محرک احترام کا جذبہ نہیں بلکہ خوف تھا۔

پنڈت نما انگریز نے اس کی بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ بڑبڑانا شروع کیا۔ اس کی نظریں ہتھیلی پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ ساتھ ہی جوزف کے چہرے پر خوف کے آثار اور زیادہ گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

دوسری لڑکیاں اس انگریز جوتشی کے گرد اکٹھا ہونے لگیں۔

حمید نے دیکھا کہ جوزف بڑی تیزی سے اپنا سامان سمیٹ رہا ہے۔

"دیکھ رہے ہو حمید بھائی۔"

"قاسم...!" حمید بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کیا یہ اپنی کار پر آئے ہیں۔"

"ہاں....!"

"کار پہچانتے ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ سرخ رنگ کی اسپورٹس کار ہے اور جب وہ سرخ رنگ کے اسکرٹ میں اُس پر بیٹھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بیر بہوٹی پر بیر بہوٹی سوار ہو۔"

"چلو! مجھے اس کی کار دکھاؤ۔" حمید، قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔

دونوں تیزی سے اُس شیڈ کی طرف بڑھے جس کے نیچے کاریں کھڑی کی جاتی تھیں۔

"کیا معاملہ ہے؟" قاسم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس مجھے دور سے تم اس کی کار دکھا کر وہیں واپس چلے جانا جہاں تھے۔"

"شیڈ کے نیچے ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس کار کے علاوہ دوسری نہیں تھی۔

"وہی سرخ رنگ والی۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں! لیکن کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں! بس اب تم واپس جاؤ۔"

"نہیں جاتا۔" قاسم پھیل گیا۔

حمید تیزی سے کار کی طرف بڑھا۔ آس پاس قاسم کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر

بھی اس نے احتیاطاً چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر کار کے انجن پر جھک پڑا۔

قاسم آنکھیں پھاڑے اُسے گھور رہا تھا۔

حمید کی واپسی پر وہ تھوک نگل کر بولا۔ "کیوں؟.... بیڑا غرق کر دیا تم نے۔"

"بکو مت! آؤ چلیں۔" حمید نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"آخر اس کا کیا مطلب ہے۔"

"اُس عورت سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔"

"نہیں کچھ گڑبڑ ہے۔"

"ہو گی! تمہیں اس سے سروکار۔ اس معاملے میں زبان بند رکھنا۔"

"واہ.... یہ اچھی رہی۔" قاسم چلتے چلتے رک گیا۔ چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم نے اس کی کار میں کچھ گھپلا کیا ہے۔"

"تم جانتے ہو! میں کون ہوں۔" حمید نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"خوب جانتا ہوں.... ہاں اب ذرا بتانا تو.... کہ تم میری بیوی کو کس طرح پہچانتے ہو۔"

"میں نہیں بلکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے۔"

"یہی سہی۔"

"تو اسی سے پوچھنا۔"

"پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔" قاسم مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میں پمیلیا سے اسی طرح تعارف حاصل کروں گا کہ اُسے تمہاری حرکت بتا دوں۔"

"اس سے پہلے ہی تم جیل میں ہو گے۔" حمید یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ "اور تمہارے باپ تمہاری ضمانت بھی نہ دے سکیں گے۔"

"کیوں....؟"

"بس یونہی! یقین نہ ہو تو اس کا ارادہ کر کے دیکھ لو۔ اسی جگہ ہتھکڑیاں لگ جائیں گی۔ کسٹم کا تھانہ دور نہیں ہے۔"

حمید آگے بڑھ گیا۔ قاسم چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بھی اُس کے پیچھے چل پڑا۔ دونوں گھاٹ کی طرف جا رہے تھے۔

یہاں انگریز جوتشی اب بھی لڑکیوں کے نرغے میں تھا جوزف اور اُس کی بیوی کپڑے پہن
چکے تھے اور اب وہ موٹر والے سائبان کی طرف جانے ہی والے تھے حمید نے کنکھیوں سے قاسم کی
طرف دیکھا جو بہت زیادہ بے چین نظر آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جوزف سے بتائے بغ
نہ رہے گا۔ اگر حمید اُسے معاملے کی نوعیت سمجھا دیتا تو شاید اُس بیچارے کو اس قسم کی جذباتی الجھ
میں نہ مبتلا ہونا پڑتا۔

حمید نے سوچا کسی طرح اس کی توجہ جوزف اور اُس کی بیوی سے ہٹانی چاہئے۔

"قاسم....!"

"ہوں....!" قاسم ہونٹ سکوڑ کر غرایا۔

"تو کیا تم سچ مچ سراغ رساں بننا چاہتے ہو۔"

"نہیں....!" اس کی غراہٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"جیل جاؤ گے۔"

"سنو! حمید بھائی.... مجھے میرے ضمیر کی آواز پریشان کر رہی ہے وہ بیچارے....کا
اسٹارٹ نہ ہو گی۔"

"اب تم اس واقعے کو بھول جاؤ.... دیکھو.... وہ لڑکی.... جس کے بال اخروٹ کی رنگ
کے ہیں وہ تمہیں کس بُری طرح گھور رہی ہے تنگڑی بھی ہے۔"

"ہائیں....؟ کہاں؟" قاسم بے ساختہ مڑا۔ "اوہ.... مگر اخروٹ کی رنگت کہاں ہے۔ منقی
رنگت۔ نہیں یہ بھی نہیں۔ مگر آنکھیں تو چلغوزہ جیسی ہیں۔ ہائے اس نے تو منہ پھیر لیا۔ حمید بھائی
پھر دیکھے گی۔ ذرا میری طرف دیکھو۔" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اب
موقع پر اپنی آنکھیں تھوڑی نشیلی بنا لیا کرو۔"

"اس سے کیا ہو گا۔" قاسم نے بڑے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ نہ پوچھو.... لڑکیاں اسی پر تو جان دیتی ہیں۔"

"مگر مجھ سے تو بنتا نہیں۔" قاسم بے بسی سے بولا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر یک بیک اس
آنکھیں چمکنے لگیں۔ اور وہ جھینپی جھینپی سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "اگر دو تین پگ رم پی لو
کیسی رہے گی۔"

"بس مزہ ہی آجائے گا۔" حمید اس کی پیٹھ پر ٹھوکتا ہوا بولا۔ "تم واقعی بڑے عقل مند ہو۔
مجھے اس وقت ان لوگوں پر غصہ آرہا ہے جو تمہیں بیوقوف کہتے ہیں۔"

"میرا تو دل چاہتا ہے کہ سالوں کے سر توڑ دوں۔" قاسم دانت کچکچا کر بولا۔

"اچھا تو جاؤ۔ مگر زیادہ نہ پینا۔ پھر میں تمہیں عشق کرنے کیلئے کئی بالکل نئے گر بتاؤں گا۔"

"تم نہ پیو گے۔" قاسم نے کہا اور منہ چلانے لگا۔

"نہیں.... میں ڈیوٹی پر ہوں۔"

"ہائیں.... اتوار کو بھی ڈیوٹی۔"

"جاؤ بھی یار.... ورنہ وہ چلی جائے گی۔ میں نے اُسے تمہارے لئے منتخب کر لیا ہے۔"

قاسم احمقوں کی طرح ہنستا ہوا کلب کی عمارت کی طرف چلا گیا۔

اب حمید جوزف اور اس کی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں سائبان کے نیچے موجود تھے اور
جوزف کار کے انجن پر جھکا ہوا تھا۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا لیکن وہ پانچ چھ منٹ سے زیادہ
مطمئن نہیں رہ سکا کیونکہ اب جوزف انجن بند کر کے سڑک کی طرف تنہا جا رہا تھا اور اس کی بیوی
پھر گھاٹ کی طرف واپس آرہی تھی۔

"ٹیکسی....!" حمید نے سوچا۔ "یقیناً وہ ٹیکسی کرے گا۔ اگر ٹیکسی مل گئی تو۔"

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ آخر اچانک اُسے یہاں سے رخصت
ہو جانے کا خیال کیسے پیدا ہوا۔ کیا وہ جوتشی؟ کیا اُس نے اسے کوئی بُری خبر سنائی تھی؟ وہ جوتشی
کون ہے؟

دوسرے لمحے میں حمید بڑی تیزی سے کلب کی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔ اندر داخل ہو کر اُس
نے قاسم کی طرف بھی نہیں دیکھا جو ایک کیبن سے سر نکالے طرح طرح کے منہ بنا کر اُسے اپنی
طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ سیدھا ٹیلی فون آپریٹر کے کمرے میں چلا گیا۔ ٹیلی فون
ڈائریکٹری میں اسے جوزف پیٹر کا فون نمبر تلاش کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کیونکہ کنکس لین
کوئی چھوٹی موٹی جگہ نہیں تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ لہجہ انگریزوں کا سا تھا۔

"کون بول رہا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"جوزف پیٹر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں ڈاکٹر زیٹو بول رہا ہوں.... سمجھے۔" حمید نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"اوہ.... اچھا.... حمید.... کیا بات ہے۔" اس بار بولنے والا اردو میں بولا۔

"گڑبڑ.... میں نے بہت کوشش کی.... لیکن وہ چل پڑا.... تنہا۔"

"کوئی بات نہیں.... آنے دو.... میں بھی اب جا رہا ہوں۔ تمہاری سعادت مندی... شکریہ.... مگر یہ طریقہ جو تم نے اس وقت اختیار کیا ہے مخدوش بھی ہے ہو سکتا ہے کہ میں یہاں موجود نہ ہوتا۔"

حمید نے برا سا منہ بنایا اور ریسیور رکھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے سر پر سے ایک بوجھ سا اتر... تھا اور اب اُسے زندگی پہلے ہی کی طرح حسین نظر آنے لگی تھی۔

ہال میں پہنچ کر وہ قاسم کو تلاش کرنے لگا۔

"آؤ.... آؤ.... میری جان.... حمید بھائی۔" قاسم ایک کیبن سے منہ نکال کر بولا اس کی آنکھیں خطرناک حد تک نشیلی ہو گئی تھیں۔ حمید نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کئی پگ چڑھا گیا ہے اور یہی بھی جانتا تھا کہ قاسم اس معاملے میں بالکل اناڑی ہے۔

"کیوں؟" قاسم انگلی نچا کر جھومتا ہوا بولا۔ "ہو گئیں نا.... ناشیلی۔"

"بالکل بالکل....!" حمید نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم خاموش رہو گے۔ عش... صرف آنکھوں سے کیا جاتا ہے۔ ہونٹ بند۔ آنکھیں ہی سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔"

"تو پھر میں.... اوٹھوں۔" قاسم ہچکولے لیتا ہوا بولا۔ "لیکن.... مائیں کاسے اوٹھوں۔ میرا سر.... ہائیں.... میرا سر۔"

قاسم گھبرائے ہوئے انداز میں اپنا سر ٹٹولنے لگا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں اب وہ عذاب نہ بن جائے۔ اس نے اُسے اس حال کو محض اس لئے پہنچایا تھا کہ کہیں وہ سچ مچ مسز جوزف سے جان پہچان نہ پیدا کر لے۔ قاسم کے ذہن میں بیٹھی ہوئی کسی بات کا نکال دینا بڑا مشکل کام تھا اسی لئے حمید نے اسے اس راہ پر لگا دیا تھا لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اُسے خرمستیوں سے ... طرح روکے گا۔

"میرا اسار.... غمید بھاغی۔" قاسم نے ہانک لگائی۔

عجیب سانحہ

حمید نے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا تھا۔ مگر اب اس کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔ نشے کی حالت میں پہاڑ جیسے آدمی کو سنبھالنا آسان کام نہیں تھا اور پھر معاملہ قاسم کا تھا جس کا ذہنی توازن کبھی کبھی پئے بغیر ہی بگڑ جاتا تھا۔

بہر حال اب اس نے بڑی شدومد سے اٹھنے کا تقاضہ شروع کر دیا تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ گھاٹ پر پہنچ کر اُدھم نہ مچائے۔ جب اُس نے اس طرح شور مچانا شروع کر دیا کہ کاؤنٹر کلرک کو شکایت کرنی پڑی تو مجبوراً حمید اٹھا۔ اُس کی آج کی شرارت خود اسی کے لئے وبال جان ہو گئی تھی۔

قاسم نے باہر نکل کر حمید کو لپٹا کر رونا شروع کر دیا۔

"تم نے بہت بورا.... کیا غمید بھائی.... کار میں گھٹالا کر دیا.... ہائے پمو.... میری جان۔"

بہتیرے لوگ چونک کر انہیں گھورنے لگے۔

"قاسم! یہ کیا بیہودگی ہے۔" حمید اُس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"مجھے.... رو لینے دو.... ہائے پمو.... میری جان۔"

کسی نہ کسی طرح حمید خود کو چھڑا کر الگ ہٹ گیا۔ قاسم پھر لڑکھڑاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"غمید بھائی.... میرے پیارے بھائی.... پمو ڈارلنگ کے بھائی.... کار میں گڑبڑ بھائی.... میری آنکھیں بھی ناشیلی.... آخروٹ.... اے آخروٹ۔"

بہت سے لوگ ان کے گرد اکٹھا ہو گئے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں حمید سوچ رہا تھا کہ کاش زمین ہی پھٹ جاتی۔

"پمو.... آآ...." قاسم نے ٹارزن کی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر نعرہ لگایا۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین آدم کو جنت سے کس نے نکلوایا.... حمید بھائی نے۔"

اس نے رک کر اپنے گرد کھڑے ہوئے لوگوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

"ارے یہ تو قاسم ہے۔" کسی نے مجمع سے کہا۔ "خان بہادر عاصم کا لڑکا۔"

"ہاں.... ہے تو پھر۔" قاسم سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر حقارت سے

ہنس کر بولا۔ "مستوں پے.... انگلیاں.... نہ اٹھاؤ.... بہار میں.... اور اے پیارے بھائیو.... حمیدو.... بھائیو.... پمو ڈارلنگ کا بیڑہ .... غرق ہو گیا.... کار میں گھٹالا.... ہو گیا.... آخروٹ ہو گیا.... کسی کے بال آخروٹ کی طرح سخت ہیں.... کسی کے گال رس گلے.... اللہ قسم مجھے رَس گلے بہت پسند ہیں.... میری بیوی.... حمید بھائی کو اچھی طرح پہچانتی ہے کہاں ہو پیارے بھائی۔"

وہ آنکھیں بند کر کے حمید کو خلا میں ٹٹولنے لگا ساتھ ہی ساتھ وہ بڑبڑاتا بھی جارہا تھا۔

"پیارے حمید بھائی.... تم شوق سے میری بیوی کو پہچانو.... مگر تم نے پمو.... کا بیڑا.... کیوں غرق کر دیا۔"

حمید نے سوچا کہ اب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ قاسم نشہ اُترنے کے بعد اس کی جان کو آجائے گا۔

سڑک پر اُسے کافی دور پیدل چلنا پڑا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ ایک خالی ٹیکسی مل گئی ورنہ اس طرف تو عموماً واپسی ہی کی ٹیکسیاں آتی تھیں۔

سب سے پہلے وہ خان ولا گیا کیونکہ وہاں اس کی موٹر سائیکل تھی۔ بہر حال وہاں سے گھر کی طرف واپسی میں وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے اُس انگریز جوتشی کو نظر انداز کر کے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس کی ظاہری حالت ایسی ہی تھی کہ عام آدمی بھی اس کی شخصیت میں دلچسپی لے سکتے تھے۔

حمید کو یقین تھا کہ جوزف اس جوتشی ہی کے کسی جملے پر بوکھلا کر وہاں سے بھاگا تھا۔ جوتشی کی شخصیت اس کی نظروں میں پُر اسرار ہوتی جارہی تھی۔ لیکن اس نے اسے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا حتیٰ کہ سی شور بیڈنگ کلب میں بھی نہیں۔ قاسم کے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اکثر وہاں آتا رہتا تھا۔ قاسم! حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی۔ یہ سب کچھ اُسی کی بدولت ہوا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ فریدی سے اُس جوتشی کا تذکرہ کرے گا یا نہیں۔ حالات ایسے تھے جن کی بناء پر فریدی اُس سے پوچھ سکتا تھا کہ اس نے جوتشی کا تعاقب کیوں نہیں کیا۔

فریدی گھر میں موجود نہیں تھا۔ اُس نے سوچا چلو غنیمت ہے۔ ابھی وہ کپڑے بھی نہیں اُتار پایا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے جھنجھلا کر اس نامعقول ایجاد کی طرف دیکھا۔ لیکن ریسیور تو

ہر حال میں اٹھانا ہی تھا ہو سکتا تھا کہ دوسری طرف فریدی ہی ہو۔

"کیا فریدی صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نہیں....!" حمید گردن جھٹک کر بولا۔

"میں انور بول رہا ہوں۔"

"بولے جاؤ! میں منع نہیں کرتا۔"

"کیا حمید ہو!"

"تمہیں اس سے کیا غرض۔"

"فریدی صاحب کہاں ہیں۔"

"کوٹ کی جیب میں تو نہیں ہیں ہو سکتا ہے میز پر ہوں۔ یا پھر بھولے سے تمباکو کی تھیلی میں چلے گئے ہوں۔"

"تم سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے.... بیہودے۔"

"اچھا جی۔" حمید سرخ ہو کر بولا۔ "یہ تم بول رہے ہو۔ ہڈیاں دکھتی ہوں گی۔"

"میں پوچھ رہا ہوں فریدی صاحب کہاں ہیں۔"

"ابے کیا میں فریدی صاحب کی دم میں بندھا رہتا ہوں۔"

"ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"میں بھلا کیوں ہوش میں رہنے لگا۔ ایک عورت کی کمائی کھاتا ہوں۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

حمید کو اپنے آخری جملے پر بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ رشیدہ کے سلسلے میں انور پر چوٹ کر کے وہ ہمیشہ خوش ہوتا تھا۔ ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ حمید کو ان دونوں کے تعلقات پر رشک آتا تھا۔ رشیدہ تو سچ مچ خود اس کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ جسے حالات نے انور کے حصے میں لا ڈالا تھا۔

حمید کپڑے اُتار کر غسل خانے کی طرف جارہا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔

اور اس بار کال ریسیو کرتے وقت وہ بُری طرح دانت پیس رہا تھا۔ لیکن اب کی دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی۔ حمید نے دانت پیسنا بند کر کے سامنے والی دیوار کو آنکھ ماری۔

"ہیلو.... کیا حمید صاحب بول رہے ہیں۔"

"فرمایئے.... آپ کون ہیں۔" حمید کے لہجے میں شہد کی نہریں بہہ رہی تھیں۔

"رشیدہ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ....!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "تو اب تم بور کرو گی۔"

"تمہیں بہت دنوں سے نہیں دیکھا سخت بے چین ہوں۔"

حمید بُرا سامنہ بنا کر رہ گیا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ انور اپنے اخبار کے لئے کوئی ایسی خبر چاہتا ہے جو کسی دوسرے اخبار میں نہ ہو۔

"اوہ تم! خاموش کیوں ہو گئے۔" رشیدہ نے پھر پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ امریکہ نے ایک ایسا ٹیلی فون ایجاد کیا ہے جس پر بولنے والوں کی شکل بھی دکھائی دیا کرے لہٰذا قبل اس کے کہ وہ نامراد ایجاد ہمارے یہاں تک پہنچے میں مر جانا چاہتا ہوں۔"

"اوہو! تو کیا واقعی بور ہو رہے ہو۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"نہیں تو اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہاری سالگرہ پر تمہیں کیا تحفہ دوں۔"

"شکریہ! تمہیں میرا اتنا خیال ہے۔"

"ہاں رشیدہ۔" حمید اس طرح بولا جیسے اُسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ "میں خود تمہیں فون کرتا۔ تمہیں یاد ہے وہ کون سا سانپ تھا جسے فریدی صاحب نے بیرن آئی لینڈ میں رائفل کا نشانہ بنایا تھا۔"

"جاراکاکا۔"

"جاراکاکا.... ٹھیک.... شکریہ۔" حمید بولا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں.... کوئی خاص بات نہیں۔"

"ضرور کچھ چھپا رہے ہو۔"

"بتا تو دوں مگر پھر سوچتا ہوں کہ تم پیٹ کی ہلکی ہو۔ انور سے ضرور بتا دو گی۔ مگر نہیں میں نہیں بتاؤں گا.... انور کسی نئی چیز کے چکر میں ہے اُس نے ابھی مجھے فون کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تم دونوں کی سازش ہو۔"

"حمید ڈیئر.... پلیز....!"

"نہیں مجبوری ہے.... میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"تم بڑے سنگدل آدمی ہو۔"

"جو دل چاہے کہو۔ میں فریدی صاحب کی اجازت کے بغیر نہیں بتا سکتا۔"

"تو اُن سے پوچھ لو نا۔"

"اچھا.... میں اُن سے پوچھ کر تمہیں مطلع کر دوں گا۔ بر سبیل تذکرہ۔ کیا تم کسی ایسے انگریز جوتشی سے واقف ہو جو بنارس کے پنڈتوں کی سی پگڑی سر پر باندھتا ہو.... زرد پگڑی۔"

"بلاشبہ واقف ہوں۔ شاید تمہارا اشارہ جیرالڈ شاستری کی طرف ہے۔"

"اوہو....! جیرالڈ شاستری۔" حمید بڑبڑایا۔ "تو یہ وہی حضرت تھے۔"

"کیا کہا.... میں نہیں سمجھی۔"

"اچھا رشیدہ میں بہت مشغول ہوں۔" حمید نے کہا اور ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید سوچ میں پڑ گیا کہ اگر وہ حقیقتاً جیرالڈ شاستری ہی تھا تو اس پر کسی قسم کا شبہ کرنا کہاں تک درست ہوگا۔ حمید نے اب تک صرف اس کا نام ہی سنا تھا۔ شہر کے تعلیم یافتہ طبقوں میں شاید ہی کوئی ایسا رہا ہو جس نے اس مشرق پرست انگریز کے متعلق کچھ نہ سنا ہو۔ وہ سنسکرت کا بہت بڑا عالم اور جوتش کا ماہر تھا۔ ہندو فلسفے پر اُس کی گہری نظر تھی۔ سنسکرت اور ہندو فلسفے میں ریسرچ کرنے والے طلباء اُس سے مدد لیا کرتے تھے۔

اس پر شبہ کرتے ہوئے ہچکچاہٹ کی وجہ اور بھی تھی.... اور وہ وجہ یہ تھی کہ وزیر اعظم اُس کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ حمید بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ مگر واقعات.... آخر جوزف اچانک وہاں سے کیوں بھاگا۔ ظاہری حالات تو ایسے نہیں تھے جن کی بناء پر اُس کی وہاں سے اچانک روانگی کو قرین قیاس سمجھا جا سکتا۔ وہ اور اُس کی بیوی تو بڑے اطمینان سے موسم کا لطف اٹھا رہے تھے اور اس وقت تک شاید انہوں نے پانی میں ایک غوطہ بھی نہیں لگایا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اس بار بھی رشیدہ ہی تھی۔

"تم نے جیرالڈ کے متعلق کیوں پوچھا تھا۔" وہ پوچھ رہی تھی حمید چند لمحے ماؤتھ پیس میں گھورتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "تم بڑی ذہین ہو رشیدہ.... تم مجھ سے پوری بات پوچھ کر ہی رہو گی۔"

خیر سنو! لیکن انور سے ہرگز نہ بتانا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"

حمید پھر مسکرایا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انور اور رشیدہ کو دو مختلف شخصیتیں سمجھنا حماقت ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت بھی فون پر گفتگو کرنے والا انور ہی رہا ہو۔ کیونکہ وہ آواز بدلنے پر پوری طرح قادر تھا۔

"اچھا رشیدہ....!" حمید لمبی سانس لے کر بولا۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے۔ یہ تو تم جانتی ہو کہ عرفانی کے قاتلوں کو کسی چیز کی تلاش تھی.... لیکن وہ انہیں نہیں مل سکی۔ حقیقتاً وہ ہمارے قبضے میں ہے۔"

"کیا چیز ہے؟" رشیدہ کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"چارا کا کا سانپ کی شکل کا ایک پیتل کا سانپ جس کے پھن پر جیرالڈ شاستری کا فوٹو نصب ہے۔"

"مذاق نہ کرو۔"

"تم میرا وقت برباد کر رہی ہو رشیدہ۔" حمید بگڑ کر بولا اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ ریسیور رکھ کر ہٹا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار مکا تان کر وہ ٹیلی فون کی طرف جھپٹا۔

"کیوں خواہ مخواہ بھیجا چاٹ رہی ہو۔" حمید ماؤتھ پیس میں حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کیا بکواس ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی لیکن یہ کسی مرد کی تھی۔

"اوہ.... معاف کیجئے گا۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"سولہ کنکس لین میں فوراً پہنچو.... میں فریدی بول رہا ہوں۔"

حمید "ہیلو ہیلو" ہی کرتا رہ گیا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید کی جھلاہٹ شباب پر تھی۔ مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ کنکس لین تک پہنچنے میں پندرہ منٹ صرف ہوئے اور یہ پندرہ منٹ کس طرح گذرے حمید کو اس کی خبر نہیں کیونکہ اُس کا ذہن اس کی کھوپڑی سے ایک فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا.... سولہ نمبر کی عمارت کے سامنے اس نے موٹر سائیکل روک دی۔

فریدی اندر موجود تھا اُس نے بڑی سرد مہری سے اس کا "استقبال" کیا پھر وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

حمید کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ حالانکہ زمین پر چت پڑے ہوئے آدمی کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن پہلی ہی نظر میں حمید کو ایسا محسوس ہو گیا تھا کہ وہ لاش ہے۔ یہ جوزف پیٹر کی لاش تھی۔ اُس کے ہونٹ سکڑ گئے تھے اور آنکھیں چھت کی طرف گھور رہی تھیں۔ چہرے پر خوف و ہراس کے آثار منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔

"یہ کیسے ہوا....؟" دفعتاً حمید نے فریدی کی طرف مڑ کر تیز قسم کی سرگوشی کی۔

"تمہارا فون ملتے ہی میں یہاں سے چلا گیا تھا۔ لیکن مکان کی نگرانی کے لئے دو آدمی چھوڑ دیئے تھے ان کا بیان ہے کہ جوزف بڑی سراسیمگی کے عالم میں یہاں آیا تھا اور پھر شاید دو یا تین منٹ بعد انہوں نے عمارت میں ایک خوفناک چیخ سنی اور جب وہ یہاں آئے تو انہوں نے اس کو اسی حالت میں پایا۔

"موت کا سبب....!"

"نامعلوم! جسم پر کوئی زخم نہیں ہے۔ البتہ گردن پر ایسے نشانات ملے ہیں جنہیں میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا.... البتہ یہ دیکھو۔"

فریدی نے فرش کی طرف اشارہ کیا جہاں بھورے رنگ کے بے شمار بال بکھرے ہوئے تھے۔ فریدی نے ایک بال چٹکی میں لے کر حمید کے چہرے کے سامنے کر دیا۔ یہ بال تقریباً چھ یا سات انچ لمبا رہا ہو گا۔

"کوئی عورت....!" حمید ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"اگر یہ بال کسی عورت کے ہیں تو وہ یقیناً ریچھ کی اولاد ہو گی۔"

"پھر....!"

"کسی عورت یا مرد کے بال اتنے سخت نہیں ہو سکتے اور دوسری بات یہ کہ کیا وہ عورت پوری عمارت میں اپنا سر کھجاتی پھری ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس قسم کے بال کئی جگہ ملے ہیں لیکن اس کمرے میں سب سے زیادہ ہیں۔"

"پھر آپ نے کیا سمجھا ہے؟"

"کچھ نہیں.... ابھی میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

"اُس کی بیوی واپس آئی۔"

"ہاں.... وہ اوپری منزل پر ہے اور اس نے ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں بتائی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ اُن معاملات سے لاعلم ہے۔"

"کن معاملات سے۔"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے یہاں کی تلاشی کیوں لی تھی۔"

"میں غیب داں تو نہیں۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"احمق ضرور ہو۔ کیا تمہیں کسی قمیض کا وہ جیب یاد نہیں جو ہمیں عرفانی صاحب کے یہاں ملا تھا۔"

"اوہ.... تو کیا....!"

"مجھے وہ قمیض یہاں مل گئی ہے جس کا جیب غائب ہے۔ غالباً جدوجہد کے دوران میں عرفانی صاحب کا ہاتھ جیب پر پڑ گیا تھا۔ جوزف بیوقوف تھا جو اس نے اس قمیض کو ضائع نہیں کر دیا۔" فریدی چند لمحے خاموش رہا پھر یکایک چونک کر بولا۔ "وہ یک بیک وہاں سے بھاگا کیوں تھا۔"

حمید نے مختصراً جیر الڈ شاستری والا واقعہ دہرا لیا۔ اس دوران میں فریدی کی نظریں لاش پر جم رہی تھیں اور اس کی پیشانی پر بار بار سلوٹیں پڑ جاتی تھیں۔

"جیر الڈ کے متعلق آپ کیسی رائے رکھتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ ہمیشہ میرے لئے پُر اسرار رہا ہے مگر اتنا نہیں کہ میں اسے کسی قسم کے جرائم سے متعلق سمجھوں۔"

"وہ ہے کیا بلا۔"

"اسے مشرقی علوم خصوصاً سنسکرت اور فلسفے سے عشق ہے۔ انگلستان کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتا ہے محض اکتساب علم کے شوق میں اُس نے اپنا خاندانی اعزاز اپنے چھوٹے بھائی کو سونپ کر مشرق کی راہ لی۔ ورنہ وہ اس وقت لارڈ آرتھر جیر الڈ ہوتا۔"

"اوہو....! تو کیا وہ لارڈ نکسن جیر الڈ کا بھائی ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"قطعی.... چلو اب ہمیں ایک بار پھر جوزف کی بیوی سے ملنا پڑے گا۔"

اوپری منزل پر پہنچ کر وہ اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں پیملیا تکیوں میں سر ڈالے پڑی تھی۔ ان کی آہٹ پر چونک کر اس نے سر اٹھایا۔ اُس کے چہرے پر غم کے بجائے خوف کے آثار

تھے۔ آنکھیں سرخ ضرور تھیں لیکن یہ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ رونے ہی کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھیں۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں پھر تکلیف دے رہا ہوں۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کہئے.... میں اس وقت ہوش میں نہیں ہوں۔"

"بیدنگ کلب میں جیر الڈ سے کیا باتیں ہوئی تھیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" پیملیا یک بیک اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ خود بخود بڑبڑانے لگی۔

"انہوں نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ وہی ہوا.... وہی ہوا۔"

"کیا کہا تھا۔" فریدی بولا۔

پیملیا چند لمحے اپنی ویران آنکھیں پُر خیال انداز میں فریدی کے داہنے شانے پر جمائے رہی پھر بولی۔ "انہوں نے کہا تھا.... کہ آج تم دونوں کو گھر سے نہ نکلنا چاہئے تھا۔ آج کا دن تمہارے لئے انتہائی خطرناک ہے۔"

"اس سے اس کا کیا مطلب تھا۔"

"اوہ.... مطلب کیا اب بھی مطلب پوچھنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" پیملیا نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

"پچھلی رات.... میں نہیں جانتی۔ شاید وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں تھا۔ تین بجے واپس آیا تھا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے پچھلی رات ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔"

"کیا....؟" پیملیا اچھل کر کھڑی ہو گئی اس کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

یک بیک وہ چیخ پڑی۔ "تم جھوٹے ہو.... جوٹی مہاتما بدھ کا سچا پیرو تھا.... یہ بکواس ہے.... نکل جاؤ یہاں سے۔" پھر وہ پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ "یہ وحشیوں کی سرزمین ہے.... یہ جنگلیوں کی بستی ہے.... یہ غلط ہے.... مہاتما بدھ یہاں نہیں پیدا ہوئے تھے۔"

پُر اسرار جوتشی

دوسری صبح سرجنٹ حمید اور انسپکٹر فریدی، جیر الڈ شاستری کی قیام گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

فریدی نے اتنی سختی سے دانتوں پر دانت جمار کھے تھے کہ اس کے جبڑوں کے مسلس اُبھر آئے
تھے اور اس کی آنکھیں سامنے سڑک پر گھور رہی تھیں۔ حمید نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا اور نتھنے
پھلا کر "شوں شوں" کرنے لگا۔ پھر اچانک چونک کر بولا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سارے انگریز
بڈھسٹ کیوں ہوئے جارہے ہیں۔"

"ہوں....!" فریدی بڑبڑایا۔ "کل تم نے قاسم کے ساتھ شرارت کی تھی۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا....؟"

"اُس نے آج صبح فون پر تمہاری شکایت کی تھی۔"

حمید ہنسنے لگا.... اور پھر اُسے قاسم والا واقعہ دہرانا بھی پڑا۔

"تمہیں سینکڑوں بار سمجھا چکا ہوں کہ دوسروں کو ایسے معاملات میں شریک نہ کیا کرو۔"
فریدی بولا۔

"مجبوری تھی۔" حمید پائپ میں تمباکر بھرتا ہوا بولا۔

کیڈی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فرید
بڑبڑانے لگا۔

"عرفانی کا پُر اسرار قتل.... کسی چیز کی تلاش.... مرنے والے نے نیشنل بنک کا نام لیا تو
کیا وہ چیز قاتلوں کو نہیں مل سکی۔ کہیں عرفانی نے اُسے نیشنل بنک میں نہ رکھا ہو۔"

"میرا خیال ہے" حمید بولا۔ "جوزف کی موت عرفانی کی موت سے بھی زیادہ پُر اسرار ہے
آخر وہ بال کیسے تھے۔"

"پتہ نہیں.... لیکن یہ تو صاف ہے کہ جوزف محض رازداری کے لئے مارا گیا۔ سازشیو
کو یقین تھا کہ وہ ضرور پکڑا جائے گا۔"

"ہوسکتا ہے کہ انہیں اس بات کی اطلاع ہوگئی ہو کہ آپ اس کے مکان کی تلاشی لے رہے ہیں"

"ہوں.... یہ تو بعد کی باتیں ہیں آخر وہ کیا چیز تھی جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا۔ قاتل ا
تلاش کرنے میں اتنے منہمک ہوگئے تھے کہ وہ عرفانی کو بالکل ہی بھول گئے حتیٰ کہ ان کو خبر
ہوئی کہ کب ان کا شکار رینگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔"

"جوزف کی موت....!" حمید بڑبڑایا۔

"اونہہ اسے فی الحال بھول جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا قاتل اُس کے لئے نہ صرف ڈراؤنا
لہ حیرت انگیز بھی تھا اور اس کی موت اتنی جلد واقع ہوئی کہ خوف و تحیر کے آثار مرنے سے
بل اس کے چہرے سے رفع نہ ہوسکے اور اپنے نشانات مرنے کے بعد بھی چھوڑ گئے۔ اسے بھی
ہ لو۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ عام نظریئے سے مختلف ہوگی۔"

"یعنی....!" حمید فریدی کو گھور کر بولا۔

"عام نظریہ یہ ہے کہ جوزف کو گلا گھونٹ کر مارا گیا لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ دم گھٹ کر
رنے کی کہانی سنائے گی۔"

"کیا آپ نے اس قسم کی کوئی ہدایت دی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... وہ رپورٹ قطعی درست ہوگی۔ ابھی تک میں معاملات کی نوعیت کو نہیں سمجھ
کا۔ اس لئے طریق کار متعین کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"آخر رپورٹ میں ہوگا کیا۔"

"موت کی وجہ، دم گھٹنے کے بجائے حرکت قلب کا اچانک بند ہوجانا ظاہر کرے گی۔"

"اور یہ رپورٹ سچی ہوگی۔" حمید بڑبڑایا۔ "لیکن وہ نشانات جو اسکی گردن پر پائے گئے ہیں۔"

"ہاں نشانات بھی تھے۔ لیکن موت خوف کی شدت سے واقع ہوئی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی.... پھر فریدی نے پوچھا۔

"اس کی بیوی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"ہے ہے! چاند کا ٹکڑا ہے ظالم۔"

"ہوں....!" فریدی نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"آپ نے تو دیکھا تھا اُسے۔" حمید لہک کر بولا۔ "غسل کے لباس میں... کتنا سڈول جسم ہے۔"

"ابے تو کیا میں اُس کے حسن کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"آپ پوچھیں یا نہ پوچھیں۔ مجھے سچی بات کہنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔" حمید بھی اُسی
لہجے میں بولا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر کہنے لگا۔ "مجھے اس بدنصیب عورت سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے تو اسی میں شبہہ ہے کہ جوزف حقیقتاً اُس کا شوہر تھا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"رہا ہو! یا نہ رہا ہو۔ لیکن میں یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ جوزف کے

جرم سے واقف نہیں تھی۔"

"کس بناء پر کہہ رہے ہو۔"

"اس بناء پر کہ وہ اب تک زندہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ دوسرے لوگ بھی زندہ ہی ہوں گے جو.... جوزف کے ساتھ تھے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

حمید نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔"جوزف کی موت اس لئے واقع ہوئی کہ کہیں پولیس اس سے کچھ معلوم نہ کرلے۔ یہی چیز پیملیا کے لئے بھی ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کا پتہ نہیں لگا سکے۔"

"پیملیا سے پولیس کچھ نہ معلوم کر سکے گی۔ اسی لئے وہ اب تک زندہ ہے۔" فریدی نے کہا "جوزف بیوقوف اور لاپرواہ آدمی تھا اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اُس قمیض کو ضائع کر دیتا وہ ذہنی طور حقیقتاً ایسا ہی رہا ہوگا کہ پولیس کو اس سے کافی مدد ملتی۔"

"باتوں میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا۔" حمید نے اکتا کر بات ختم کرنے کے لئے کہا۔

"ویسے تم کشتی میں مجھ سے جیت سکتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اوہ! خوب یاد آیا۔" حمید نے کہا۔"آپ فری اسٹائیل کشتی کے داؤں پیچ سے تو واقف ہوں گے۔"

"ہاں.... کیوں....؟"

"عنقریب فری اسٹائل کا ایک دنگل شروع ہونے والا ہے۔ مغربی ممالک کے پہلوان آرہے ہیں۔"

"پھر....!"

"میں قاسم کو کسی سے لڑانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ اس میدان میں ایک معروف آدمی ہے اس لئے میں کافی پیسے پیدا کرلوں گا۔"

"اچھا.... یہ پیشہ کب سے اختیار کیا ہے۔"

"کیا حرج ہے اس میں.... کچھ احمق رئیسوں سے کچھ روپے وصول کرلوں۔"

"کس طرح وصول کرو گے۔"

"قاسم کی جوڑ پر شرط بد کر۔"

"خیال بُرا نہیں۔ لیکن مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"آپ قاسم کو فری اسٹائل کے طریقے بتایئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ جیراللہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے تھے فریدی نے کیڈلاک کو کمپاؤنڈ کے اندر لے جانے کے بجائے پھاٹک ہی پر روک دیا اور وہ دونوں اُتر کر اندر چلے گئے برآمدے میں کوئی نہیں تھا فریدی نے آگے بڑھ کر گھنٹی بجائی۔

تھوڑی دیر بعد اندر قدموں کی آواز سنائی دی دروازہ ذرا سا کھلا اور ایک دبلا پتلا انگریز جس کے گالوں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ سر نکال کر برآمدے میں دیکھنے لگا۔

فریدی نے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر اسکی طرف بڑھایا جسے وہ لے کر کچھ بڑبڑاتا ہوا اندر چلا گیا۔

"اس کے نوکر بھی انگریز ہی ہیں۔" حمید نے کہا۔

قبل اس کے کہ فریدی کچھ کہتا دروازہ پھر کھلا اور وہ دبلا پتلا قبر رسیدہ انگریز برآمدے میں نکل آیا۔ اُس نے فریدی کا کارڈ اُسے واپس کر دیا۔

"کیوں....؟" فریدی نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں خادم نہیں ہوں۔ سمجھے تم....؟" اس نے نتھنے پھلا کر منمناتے ہوئے کہا۔ "میں اس حرامی کا پرائیویٹ سیکریٹری ہوں.... سمجھے تم....؟"

"سمجھا! میں لیکن میرا ملاقاتی کارڈ اس تک کون پہنچائے گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"میں ہی حرامی پہنچاؤں گا۔ لیکن میں خادم نہیں ہوں۔"

"نہیں پیارے تم تو راجہ اندر ہو۔" حمید بولا۔

"کیا....؟" انگریز نے پھر نتھنے پھلائے۔

"کچھ نہیں....!" فریدی جلدی سے بولا۔ "تو پھر میرا وزیٹنگ کارڈ اندر پہنچا دو۔"

"تم اپنی قسمت کا حال دریافت کرنے آئے ہونا۔" انگریز نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"ہاں.... ہاں....!"

"تو میں بتائے دیتا ہوں.... تمہاری پوری قوم کی قسمت کا حال۔ تم ہمیشہ مغرب کے غلام رہو گے۔ تم جو ہاتھ کی لایعنی لکیروں میں یقین رکھتے ہو.... سمجھے تم۔"

"سمجھا میں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کیا یہاں تمہارے اور جیر اللہ کے علاوہ اور کوئی نہی
رہتا۔"

"ایک بوڑھی خادمہ بھی ہے اور مجھے بھی.... اس حرامی کی بدولت بعض اوقات خادم
فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ وہ کتیا کا فرزند نروان کی تلاش میں ہے اس لئے زیادہ اخراجا
نہیں بڑھاتا۔ کبھی کبھی مجھے جھوٹے برتن بھی صاف کرنے پڑتے ہیں۔"

"تو پھر تم یہاں کیوں پڑے ہوئے ہو۔" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

"میں مجبور ہوں.... وہ ولد الحرام میرا باپ ہے۔ میرا نام.... لیمی ہے.... لیمر
آرتھر۔"

"اوہو! لیمی ڈیر.... تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" حمید مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا
بولا۔ "کیا تم بھی شاستری ہو۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔" لیمی خلاء میں مکا لہرا کر چیخا۔ "مجھے مشرق کی ہر چیز سے نفرت ہے۔"

"تب تو ہم گہرے دوست ثابت ہوں گے۔" حمید نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا۔ "
مغرب کی یلا یلیاں بہت پسند ہیں کیا تمہارے ولد الحرام نے کوئی یلا یلی نہیں پیدا کی۔"

"یلا یلی کیا....؟"

"اوہ مسٹر آرتھر.... براہِ کرم میرا کارڈ پہنچادو۔" فریدی جلدی سے بولا۔

لیمی نے کارڈ لے لیا اور اُس کے چلے جانے کے بعد فریدی نے حمید سے کہا۔

"واقعی تم بڑے سور ہو۔"

"نہیں آپ میرے بزرگ ہیں۔" حمید سعادت مندانہ انداز میں شرما کر بولا۔ "مجھے
سور کہا کیجئے۔"

فریدی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اندرونی راہداری میں پھر قدموں کی آواز سنائی دے
تھی۔ لیکن اس بار ایک ایسا آدمی اندر سے نکلا کہ یہ دونوں چونک پڑے۔ آنے والا بھی تھو
ٹھٹھکا لیکن پھر خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "ہیلو آفیسرز.... ادھر کہاں۔"

"اوہو مسٹر برنارڈ....!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "ذرا میری ہتھیلی میں آج کل ایک نئ
پیدا ہو گئی ہے۔"

"کہیں وہ موت کی نہ ہو۔" برنارڈ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"نہیں مسٹر برنارڈ میں نے تم پر چوٹ نہیں کی۔ تم تو بڑے معزز آدمی ہو۔"

"مجھ سے بھی زیادہ معزز....!" حمید اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"چیریو....!" برناڈ ہنستا اور ہاتھ ہلاتا ہوا چلا گیا۔

"یہ یہاں کیسے تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ممکن ہے یہ بھی بدھسٹ ہو گیا ہو۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "اوہ مسٹر لیمی تشریف لا رہے ہیں۔"

لیمی نے دروازے سے سر نکال کر کہا۔ "چلو....!" اور پھر تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔
حمید اور فریدی اس کے پیچھے جا رہے تھے ایک کمرے کے سامنے وہ رک گیا اور چہرے پر بیزاری
کے آثار پیدا کر کے بولا۔ "یہاں بیٹھو۔"

وہ دونوں کمرے کے اندر چلے گئے۔ یہ غالباً ڈرائینگ روم تھا لیکن یہاں فرنیچر نہیں تھا۔
انہیں قالینوں کے فرش پر بیٹھنا پڑا۔ جہاں دو چار گاؤ تکیے بھی پڑے ہوئے تھے۔ دیواروں پر مہاتما
بدھ، تلسی داس، کبیر داس، میرا، گاندھی جی وغیرہ کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں تھیں ایک
طرف بخور دان میں وہ خوشبویات سلگ رہی تھیں جو ہون میں استعمال کی جاتی ہیں۔ بہر حال
ماحول کچھ عجیب سا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جیر اللہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے جسم پر سفید سوٹ تھا اور سر پر وہی
بناری وضع کی پیلی پگڑی تھی اور ماتھے پر تلک بھی موجود تھا جیر اللہ کا چہرہ عجیب تھا۔ حمید کانپ
اٹھا.... اس کے چہرے کے خدوخال اور آنکھوں میں ہم آہنگی نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں چہرے
سے بالکل ہی بے تعلق نظر آتی تھیں۔ خدوخال میں تیکھے پن کے بجائے نرماہٹ تھی لیکن
آنکھیں.... ان میں تو کچھ نہیں تھا خالی خالی سی.... ویران آنکھیں.... جن میں چمک نہیں تھی
لیکن پھر بھی یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ شیشے کی ہیں اور اُن کے آرپار دیکھا جا سکتا ہے ایک لمحے کے لئے
وہ آنکھیں اُن کے چہروں پر رکیں اور پھر ہٹ کر بخور دان پر جم گئیں۔

حمید سوچنے لگا کہ کیا وہ اندھا ہے۔ جیر اللہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اس کی
آنکھیں بدستور بخور دان پر جمی رہیں۔

فریدی اور حمید کھڑے ہو گئے۔

"اوہو تشریف رکھئے۔" جیرالڈ بڑی صاف شفاف اردو میں بولا۔ "آرام سے جوتے اُتار کر تشریف رکھئے۔ مجھے اپنے مشرقی بھائیوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایک بہت ہی اہم معاملے میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"اوہو.... ضرور.... ضرور.... میں نے آپ کے کارڈ میں آپ کا عہدہ دیکھا ہے۔"

وہ تینوں گاؤ تکئے سے لگ کر بیٹھ گئے حمید کی آنکھیں بدستور جیرالڈ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو ان دونوں میں سے کسی کی بھی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اب اس کی نظریں بخور دان سے ہٹ کر میرا کی تصویر پر جم گئیں تھیں۔

"کل ایک آدمی کی موت بڑے پُر اسرار طریقے پر واقع ہو گئی۔ پولیس اس کے لئے پریشان ہے۔" فریدی بولا۔

"پُر اسرار طریقہ پر۔" جیرالڈ آہستہ سے بولا۔ "اگر مجھے اس کی پیدائش کا صحیح وقت دن اور تاریخ معلوم ہو جائیں تو میں اس پُر اسرار طریقے پر روشنی ڈال سکوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اُسے جانتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" جیرالڈ نے سوالیہ انداز میں دہرایا۔ اب اُس کی نظریں میرا کی تصویر سے ہٹ کر پھر بخور دان پر جم گئی تھیں۔

"جی ہاں! جوزف پیٹر جسے آپ نے کل اُس کے مستقبل کے متعلق کچھ بتایا تھا۔"

"ٹھہریئے۔" جیرالڈ بے صبری سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے کہنے دیجئے۔ میں سمجھ گیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک عجیب و غریب ہاتھ تھا کل میں نے ایک نوجوان جوڑے کے ہاتھ دیکھے تھے اور انہیں بتایا تھا کہ آج کا دن ان کے لئے خطرناک ہے اور میں آپ کو بتاؤں مرد کے ہاتھ کی ایک لکیر بتاتی تھی کہ وہ کسی عجیب و غریب درندے کا شکار ہوگا۔ اور ستارے کہہ رہے تھے وہ منحوس دن یہی ہے۔"

"اور اس کی بیوی وہیں رہ گئی تھی۔" فریدی بولا۔

"میں نے دونوں سے کہا تھا کہ وہ گھر چلے جائیں۔"

"کیا ستاروں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی موت گھر ہی پر واقع ہو گی۔"

"جناب من! وہ کہیں نہیں بچ سکتا تھا مقدرات اٹل ہوتے ہیں۔" جیرالڈ نے مسکرا کر کہا۔

حمید کی نظریں اب بھی جیرالڈ کے چہرے پر تھیں اور اس نے اس کے چہرے پر اب تک کسی قسم کا جذباتی تغیر نہیں محسوس کیا تھا۔ حتیٰ کہ مسکراتے وقت بھی اُس کی آنکھیں پہلے کی طرح سپاٹ رہی تھیں۔

"اور دوسری بات۔" جیرالڈ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ آدمی خود بھی قاتل تھا۔ اس کے ہاتھ کی ایک لکیر یہ بھی بتاتی تھی۔"

"مجھے اسی کا تو افسوس ہے...." فریدی نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "جب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ قاتل ہے.... تو وہ خود قتل کر دیا گیا۔"

"کیا ثبوت مہیا ہو گیا تھا۔" جیرالڈ نے پوچھا۔

"قطعی! اُ ایک منٹ کی بھی مہلت نہ ملتی۔"

"عجیب بات ہے آج کل کشت و خون کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔" جیرالڈ بولا۔ "دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے پچھتر فیصدی ہاتھوں میں مجھے اذیت پسندانہ رجحانات کی لکیریں نظر آتی ہیں۔ مہاتما بدھ کی تعلیمات عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔"

"مجھے خو ہے کہ انگریزوں میں بدھ ازم بڑی تیزی پھیل رہا ہے۔" فریدی نے سر ہلا کر کہا۔ "کیا یہ برنارڈ بھی بدھ ازم متاثر ہے۔"

"وہ آہستہ آہستہ راہ راست پر آ رہا ہے کیا آپ اُ جانتے ہیں؟"

"جی ہاں! اچھی طرح۔"

"وہ اب ایک اچھا آدمی بننے کی کو کر رہا ہے۔" جیرالڈ نے کہا۔ "حالانکہ اس کے ہاتھ میں بھی ایسی لکیریں ہیں جو اس کو قاتل ثابت کرتی ہیں۔"

"مگر افسوس ہے کہ پولیس ہاتھ کی لکیروں والے علم بے بہرہ ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن برنارڈ جلد ہی اپنی راہ تلاش کر لے گا.... وہ راہ جو پھانسی کے تختے تک جاتی ہے۔"

"اس کے ہاتھ میں اس قسم کی کوئی لکیر نہیں۔" جیرالڈ بولا۔

"میں نے عرض کیا نا کہ پولیس اس علم بے بہرہ ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ جوزف کو کب جانتے تھے۔"

"یہ آپ کیوں پوچھنا چاہتے ہیں۔" جیر اللہ نے ہنس کر کہا۔ "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ہی وہ درندہ تھا۔"

"معاف کیجئے گا۔ میں آپ کی بہت قدر کرتا ہوں۔"

"شکریہ....! جوزف کو میں زیادہ نہیں جانتا تھا لیکن مجھے اس کا علم ہے کہ وہ بھی بڈھسٹ تھا۔"

"اور اس کے باوجود بھی اس نے عرفانی کے قتل میں حصہ لیا۔" فریدی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"عرفانی.... وہ تو شاید ابھی حال ہی کا واقعہ ہے۔"

"جی ہاں! غالباً آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا۔ کیا آپ کا علم یہ بتا سکتا ہے کہ عرفانی کے قاتلوں کو کس چیز کی تلاش تھی۔"

"افسوس کہ یہ بات میرے علم کے احاطے سے باہر ہے۔" جیر اللہ نے کہا۔ "لیکن میں آپ کا ہاتھ دیکھ کر یہ ضرور بتا سکتا ہوں کہ آپ اس کیس میں کامیاب ہوں گے یا نہیں۔"

"شکریہ! مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "میں خود ہی اپنے ہاتھ کی لکیریں بناتا اور بگاڑتا رہتا ہوں۔ میرا ہاتھ میری قوت ارادی کا پابند ہے۔"

"تب تو آپ واقعی باکمال آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" جیر اللہ سنجیدگی سے بولا۔ "اصل حقیقت تو یہی ہے کہ لکیروں کا بننا بگڑنا آدمی کے خیالات پر منحصر ہے باحوصلہ آدمیوں کے ہاتھوں میں مایوسی کی لکیریں نہیں ہوتیں۔"

"اچھا! اب اجازت چاہوں گا۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"اوہ کوئی بات نہیں۔" جیر اللہ اٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ہلاتا ہوا بولا۔ "پھر بھی ملتے رہئے گا۔"

"آپ کی شخصیت اتنی پرکشش ہے کہ ملنا ہی پڑے گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

لیکن حمید اس زہریلی مسکراہٹ سے اچھی طرح واقف تھا۔

عرفانی کا راز

سرجنٹ حمید آفس میں زیادہ تر عشقیہ ناول پڑھا کرتا تھا اس کی میز فریدی کی میز کے سامنے ہی تھی۔ اس وقت بھی وہ اردو کے ایک چٹپٹے مسالے دار بلکہ خستہ کرارے عشقیہ ناول میں گمن تھا

اور فریدی ایک ایسے چھوٹے سے پیکٹ کو ادھیڑنے میں مشغول تھا جو ابھی رجسٹرڈ پوسٹ سے اس کے نام آیا تھا۔

دفعتاً حمید نے اس ناول کو بیچ سے پھاڑ دیا۔ جھرانا جو ہوا تو فریدی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا بیہودگی ہے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"بیہودگی میری نہیں بلکہ ان پیسوں کی ہے جو اس ناول کے لئے میری جیب سے نکلے تھے۔"

"میں نے تمہیں ہزار بار منع کر دیا کہ آفس میں ناول نہ پڑھا کرو۔"

"مجبوراً پڑھنا پڑتا ہے۔" حمید بسور کر بولا۔ "فقط خون گرم رکھنے کا بہانہ۔ خدا کی قسم ان ناولوں کو پڑھ کر خون گرم ہوتا ہے۔ غصہ آتا ہے اور مرنے مارنے کو دل چاہنے لگتا ہے۔ اب اسی ناول کا آخری منظر ملاحظہ فرمائیے۔ سورج پہاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ دھند پھیل گئی۔ دو دھندلے سائے ایک دوسرے سے چپکے ہوئے پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ وہ دور ہوتے گئے اور سرجنٹ حمید اُلو کا پٹھا چیختا ہی رہ گیا کہ ابے میرے ساڑھے تین روپے تو دیتے جاؤ۔"

فریدی جھلاہٹ کے باوجود بھی مسکرا پڑا اور حمید بکتا رہا۔ "کیا میں ساڑھے تین روپے اس کے لئے خرچ کرتا ہوں کہ ہیرو اور ہیروئن پہاڑی پر چڑھ جائیں۔ اس ناول میں ہیروئن کا باپ دھوکے سے ہیرو کی ماں سے شادی کر لیتا ہے جب یہ راز کھلتا ہے تو اس کا دل ٹوٹ ٹاٹ کر برابر ہو جاتا ہے اور وہ مارے غم کے ایک اور شادی کر لیتا ہے۔ لیکن اتفاق سے وہ بھی ہیرو کی ماں نکلتی ہے اب یہاں سے سس پنس شروع ہوتا ہے آخر ہیرو کی اصلی ماں کون تھی۔ ہیرو دونوں کو اماں کہتا تھا اور آخر میں جب یہ راز کھلتا ہے ساری دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے ان میں سے ایک ماں اصل....!"

"بکواس بند کرو۔"

"دل کا بخار نکال لینے دیجئے ورنہ مجھے برانکائٹس ہو جائے گا۔"

"خاموش رہو۔" فریدی دانت پیس کر بولا۔ وہ پیکٹ کھول چکا تھا اور اس میں سے برآمد ہونے والے کاغذ کے دو ٹکڑے اس کے سامنے پھیلے ہوئے تھے اور وہ تحیر آمیز نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا اس پیکٹ سے کوئی غمزدہ بکری برآمد ہوئی ہے۔" حمید نے دانت پر دانت جما کر کہا۔

"نہیں مانو گے تو میں دھکے دے کر باہر نکال دوں گا۔" فریدی نے کاغذات پیکٹ سمیت جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

پھر حمید نے اُسے مضطربانہ انداز میں ٹہلتے دیکھا۔ کئی بار رک کر اُس نے فون کرنے کے لئے ریسیور بھی اٹھایا لیکن پھر رکھ دیا۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"گھر چلیں گے۔" فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ابھی تین ہی بجے تھے اور آ ختم ہونے کا وقت ساڑھے چار تھا مگر یہ بات حمید کے لئے غیر معمولی نہ تھی کیونکہ فریدی آ میں بہت ہی کم بیٹھتا تھا۔

"نہیں گھر نہیں۔" فریدی برآمدے میں پہنچ کر بولا۔ "نیشنل بنک وقت بہت کم ہے۔ تیز چلنا پڑے گا۔"

نیشنل بنک کے نام پر حمید چونکا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اب نیشنل بنک جانے کی ضرو کیوں پیش آئی جب کہ فریدی پہلے ہی وہاں تحقیقات کر چکا تھا نہ صرف تحقیقات کر چکا تھا مایوس بھی ہو چکا تھا۔

مرنے سے قبل عرفانی نے نیشنل بنک کا نام لیا تھا اس لئے خیال پیدا ہوا تھا کہ ممکن عرفانی نے وہ پُر اسرار چیز جس کی قاتلوں کو تلاش تھی نیشنل بنک میں رکھوا دی ہو۔ لیکن تحقیقات کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہاں عرفانی کے روپے ضرور جمع تھے لیکن اُس نے کوئی چیز کسٹڈی میں نہیں رکھوائی تھی۔

فریدی کی کیڈی لاک سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور اس وقت سچ مچ اس کا دل چاہ رہا ٹریفک پولیس کے ایک آدھ کانسٹیبل کو جان ہی سے مار ڈالے۔ چوراہوں سے گذرتے وقت کانسٹیبل ہاتھ دے کر ایک طرف کے ٹریفک رکوا دیتے فریدی کا کلیجہ خون ہو جاتا.... وہ سو تھا کہ کہیں بنک بند نہ ہو جائے۔

"کیا مصیبت آ گئی۔" دفعتاً حمید بڑبڑایا۔ "کہیں ایکسیڈنٹ نہ فرما دیجئے گا۔ آخر اب یک نیشنل بنک کی کیوں سوجھی۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ عرفانی چند ہزار روپیوں کے لئے قتل گیا ہے اور قاتل کو دراصل وصیت نامے کی تلاش تھی۔"

"نہیں.... جس چیز کی تلاش تھی وہ نیشنل بنک ہی میں ہے۔"

"کیا الہام ہوا ہے....!" حمید بھنا کر بولا۔

"مت بور کرو۔" فریدی نے بیزاری سے کہا "عرفانی صاحب مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی ثبوت دے رہے ہیں۔"

"ہائیں! تو کیا وہ بہرام کی لاش تھی۔" حمید اچھل کر بولا۔

"بکواس بند کرو۔ یہ دیکھو۔" فریدی نے جیب ٹٹول کر ایک کاغذ نکالا اور حمید کی طرف بڑھا دیا۔

کاغذ پر تحریر تھا۔

"فریدی! اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اُسے نیشنل بنک کی سیف سے نکال لینا۔ کنجی اور سیف کسٹڈی کی رسید روانہ کر رہا ہوں۔ اگر میری گمشدگی کی خبر سنو تو کم از کم ایک ہفتے تک انتظار رو۔ اگر میری طرف سے تمہیں کوئی اطلاع ملے تو اُسے وہیں رہنے دینا.... اگر ہفتے کے بعد بھی برے متعلق کچھ نہ سنو تو پھر تمہیں اختیار ہے اُسے ضرور بالضرور نکال لینا۔ لیکن رازداری شرط ہے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو ورنہ میری ہی طرح تمہیں بھی وصیت کرنے پڑے گی۔"

نیچے عرفانی کا نام تحریر تھا اور اس کے نیچے تاریخ درج تھی۔

"یہ تاریخ اُسی دن کی ہے جس رات عرفانی کو حادثہ پیش آیا۔" فریدی بولا۔

"یعنی اُسے پہلے ہی سے خطرے کا احساس تھا۔" حمید نے تحیر آمیز لہجہ میں کہا۔

"اگر نہ ہوتا تو مجھے یہ سب کچھ بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

"اچھا.... دوسری بات!" حمید فریدی کو کاغذ واپس کرتا ہوا بولا۔ "یہ خط بتاتا ہے کہ وہ چیز سیف کسٹڈی میں ہے اور آپ کی پچھلی تحقیقات کا ماحصل یہ تھا کہ عرفانی نے نیشنل بنک کی سیف کسٹڈی میں کوئی چیز رکھوائی ہی نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے فرزند! اسی لئے تو کہا تھا کہ عرفانی صاحب مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ نیشنل بنک کی محفوظ تجوری انسپکٹر احمد کمال فریدی کے نام سے کرائے پر لی گئی تھی۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا آپ کو۔"

"تم ڈیوٹ ہو کیا؟" فریدی بگڑ کر بولا۔ "کیا رسید پر تجوری حاصل کرنے والے کا نام نہیں

لکھا جاتا۔"

"رسید پر آپ کا نام ہے۔" حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔

"ہاں.... ہاں.... ہاں۔" فریدی جھنجھلا گیا۔ "اب یہ بھی پوچھو کہ نام کے ہجے کیا ہیں۔"

"اب دیکھئے.... تجوری سے خونی ہیرا برآمد ہوتا ہے یا لنگڑا جاسوس۔" حمید مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ "فومانچو کی بندریا نکلتی ہے یا پی کے چیونگم۔"

"یا تمہارا جنازہ۔"

"ہائے ہائے آپ تو کسی نوعروس بیوہ کی طرح کلکلا رہے ہیں۔" حمید سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

فریدی دانت پیس کر رہ گیا اور حمید نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ اب خاموش ہی رہے کیونکہ ابھی ابھی کیڈی ایک خچر گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ بنک بند ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا تھا اور اس وقت سیف کسٹڈی کا معاملہ گھٹالے ہی میں پڑ جاتا اگر فریدی نے منیجر کو اپنے کام کی سرکاری اہمیت نہ سمجھانی شروع کر دی ہوتی۔

رسید پر پڑے ہوئے نمبر والی تجوری کھولی گئی۔ ایک بڑا سا لفافہ برآمد ہوا جس پر فریدی کا نام تحریر تھا۔ حمید نے اسے ہاتھ پر رکھ کر اُس کے وزن کا اندازہ لگایا اور مایوسانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

واپسی پر منیجر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ مسٹر عرفانی کے اکاؤنٹ کے متعلق تفتیش کرنے کے لئے آپ ہی تشریف لائے تھے۔"

"جی ہاں...." فریدی نے کہا۔

"تو براہِ کرم یہ بتایئے کہ یہ چرخہ کب تک چلتا رہے گا۔"

"کیوں....!"

"میں عاجز آگیا ہوں۔ لیکن پوچھنے والے صرف یہی پوچھتے ہیں کہ عرفانی نے سیف کسٹڈی میں تو کوئی چیز نہیں رکھوائی تھی۔"

"کیا میرے علاوہ بھی کسی نے پوچھا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں کتنے آئے اور مغز چاٹ کر چلے گئے۔"

"اوہ....!" فریدی سگار کیس نکالتا ہوا بولا۔ "کیا پولیس والے تھے۔"

"جی نہیں! عرفانی کے بھائی بھتیجے! بھانجے داماد نواسے اور نہ جانے کیا کیا الا بلا۔ میرا اردلی تو پریشان ہوگیا ہے کہ اب میرے پاس آنے والے ہر آدمی سے پوچھ بیٹھتا ہے کہ وہ عرفانی کا رشتے دار تو نہیں۔"

"اوہ....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اچھا اب یہ کیجئے اگر اب اس قسم کا کوئی آدمی آئے تو اُسے ں کر مجھے فون کر دیجئے گا۔"

"آخر معاملہ کیا ہے! عرفانی کے اکاؤنٹ کے متعلق کوئی کچھ نہیں پوچھتا۔"

"آپ نے اخبارات میں تو عرفانی کے متعلق پڑھا ہی ہوگا۔" فریدی بولا۔ "دراصل اُن کے لوں کو چند نادر و نایاب ہیروں کی تلاش تھی لیکن وہ انہیں نہیں مل سکے۔ اب غالباً وہی لوگ ف بنکوں میں پتہ لگاتے پھر رہے ہیں۔ اُن کی دانست میں عرفانی نے اُن ہیروں کو کسی بنک ہی ار کھ چھوڑا تھا۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ میں آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔ آپ کا فون نمبر۔"

حمید نے فون کے نمبر لکھوا دیئے۔ واپسی پر حمید کی بوکھلاہٹیں قابلِ دید تھیں۔

"ارے تو کھولئے نا اس لفافے کو۔" اُس نے کہا۔

"گھر پہنچ کر....!" فریدی بڑبڑایا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔" حمید مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "اگر عرفانی خود کو خطرے میں ہ رہا تھا تو اُس نے پہلے ہی آپ کو یا پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی اور وہ یہ لفافہ آپ تک اپنی گی میں بھی پہنچا سکتا تھا۔"

"اُن کے خط کو دوبارہ پڑھو۔ اُن کے اس طریقے کار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ہے اس راز میں مجھے بدرجہ مجبوری شریک کیا ہے۔ اگر وہ اس ناگزیر خطرے میں نہ پڑتے تو مجھے سا کی کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی صاف لکھا ہے کہ نیشنل بنک سے وہ چیز اُسی وقت نکلوائی جاسکتی ہے جب انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے.... ورنہ نہیں۔"

"ارے تو وہ کیا چیز ہے! کھولئے لفافہ ورنہ میرا دم الٹ جائے گا۔"

"بے صبری نہیں.... اس میں ہیرے نہیں ہیں۔"

"کچھ بھی ہو لیکن اس سے دو خون وابستہ ہیں۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ایک بات سمجھ

میں نہیں آتی کہ وہ عجیب و غریب درندہ جوزف کے مکان میں کس طرح داخل ہوا۔ ظاہر ہے ک
کنکس لین کافی گنجان آباد ہے اور اس کی پشت پر بھی عمارتوں کا سلسلہ ہے۔ تعجب ہے کہ کسی ن
اُسے دیکھا نہیں۔"

"اوہ کیا تمہیں وہ بن مانس یاد نہیں جو لاطینی[1] بولتا ہے۔"

"تو آپ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی آدمی کسی درندے کی کھال پہن کر جوزف کے سامنے پہ
تھا جسے دیکھ کر وہ خوف کے مارے مر گیا۔"

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔"

"اگر آپ یہ سمجھتے ہیں تو پھر آپ کی نظروں میں جیر اللہ سو فیصدی مشتبہ ہوگا کیوں کہ ا
نے تو جوزف کو گھر بھیجا تھا۔"

"ہوسکتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح ہو۔"

"اگر یہ ہوسکتا ہے تب تو میرا بیڑہ باقاعدہ طور پر غرق ہوگیا میں دوبارہ اُس خوفناک آدم
قریب سے دیکھنے کی ہمت نہ کرسکوں گا۔"

"کیوں! کیا خاص بات ہے اس میں۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"اُس کی آنکھیں.... خدا کی پناہ.... اس کا چہرہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔ آنکھوں ہی ک
بناوٹ پر دوسرے خدوخال کی نرمی یا تندی کا دارومدار ہوتا ہے۔ مگر وہاں دونوں میں بے ربطی
آنکھیں خوفناک اور چہرے کے خدوخال معصومیت کے حامل ہیں۔"

"ہاں ہے تو کچھ ایسا ہی۔" فریدی بڑبڑایا۔

گھر پہنچ کر فریدی نے جیب سے لفافہ نکالا۔ سیل توڑی اور لفافہ کھول کر اس کے اندر ک
اشیاء میز پر الٹ دیں۔ یہ تعلیمی تاش کے دو پتے تھے اور ایک چرمی جلد کی پاکٹ ڈائری۔

"ہات تیرے کی۔" حمید اپنا سر پیٹ کر چیخا۔ "یہ کس جاسوسی ناول کا پلاٹ ہے۔ الل
بختوں نے اب چڑیا کی تکی اینٹ کی بیگم اور چڑی کا غلام چھوڑ کر تعلیمی تاش استعمال کرنے شرو
کردیئے۔"

فریدی نے دھیان تک نہ دیا۔ وہ بڑی تیزی سے ڈائری کے اوراق الٹ رہا تھا لیکن وہ
کے سب سادہ تھے۔ کسی صفحے پر بھی کوئی تحریر نہیں تھی۔

[1] جاسوسی دنیا کا تحیر انگیز ناول "پہاڑوں کی ملکہ" جلد نمبر 3 دیکھئے۔

حمید تعلیمی تاش کے پتوں کو الٹنے پلٹنے لگا۔ ان کے ایک طرف حروف تھے اور دوسری طرف تصویریں۔ تصویروں میں سے ایک پر دو مختلف فوجوں کی لڑائی کا منظر تھا اور دوسرے پتے کی پشت پر صرف ایک نوخیز لڑکے کی تصویر تھی جس کے ہاتھ میں تعلیمی تاشوں کا پیکٹ تھا۔

حروف ایک ہی تھا اور یہ حرف تھا "ل"

فریدی نے ڈائری رکھ کر پتے حمید کے ہاتھ سے لے لئے وہ بھی چند لمحوں تک انہیں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر عجیب نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں سوچتا ہوں کیا عرفانی مجھ سے بھی زیادہ مسخرہ تھا۔" حمید نے کہا۔

"عرفانی بہت ذہین آدمی تھے۔"

"تو پھر.... اس حرکت سے کیا نتیجہ اخذ کروں۔" حمید دوبارہ سر پیٹ کر بولا۔

"کیا تمہیں اور کوئی کام نہیں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "میں تمہیں نتیجہ اخذ کرنے کی تکلیف نہ دوں گا۔"

حمید پر اُس کے لہجے کی خشکی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تعلیمی تاش کے پتوں کو دیکھتے ہی اُس کی سنجیدگی رخصت ہوگئی تھی اور وہ اس بُری طرح مضحکہ اڑانے کے موڈ میں آگیا تھا کہ اگر اس وقت اس کا باپ بھی ہوتا تو وہ اُسے چٹکیوں میں اڑا دیتا۔

"دونوں پتوں پر لام ہیں۔" وہ نہایت مفکرانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "ایک پر لڑکے کی تصویر ہے اور دوسرے پر لڑائی کی۔ فریدی صاحب معمہ حل ہوگیا آپ نے اردو کی ابتدائی کتاب تو پڑھی ہی ہوگی۔ بس اس کا پہلا تصویری سبق یاد کیجئے۔ اب دیکھئے ان پتوں کی طرف.... لام سے لڑکا اور لام سے لڑائی۔ یعنی یہی لڑکے مٹاتے ہیں جوانی کو جواں ہوکر۔ اُف فوہ زندگی کا فلسفہ حل ہوگیا؟ عرفانی صاحب میں تمہاری عظیم روح کو سلام کرتا ہوں۔ کیا بات پیدا کردی ہے تم نے یعنی لڑکے جوان ہوکر فوج میں بھرتی ہوجاتے ہیں۔"

"بکے جاؤ فرزند....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تمہاری بکواس بھی کبھی کبھی کارآمد ثابت ہوتی ہے۔"

"لام سے لتا منگیشتر بھی ہوسکتا ہے لیکن میں فی الحال لام سے لگ گئی چوٹ کریجو! میں ہائے رالا کو ترجیح دوں گا۔ ہمارے سامنے دو لام ہیں۔ اس لئے ایک شعر سنئے دونوں لاموں کی تشریح

ہو جائے گی۔"

مس زلف دکھاتی ہیں کہ اس لام کو دیکھو
ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو

"اور یہ ساری ڈائری۔" فریدی نے ڈائری کی طرف اشارہ کیا۔

"بطور نمونہ آئی ہے۔ اگر آپ سول ایجنسی لیں گے تو چالیس فیصدی کمیشن ملے گا۔ اور دوسری بات یہ کہ مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے کہ ابھی ہم نے شام کی چائے نہیں پی۔"

"چائے تو دم کے ساتھ ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "یہ تو بتاؤ.... بچوں کے اس کھیل کے پیچھے دو خون ہو گئے۔"

"بہرام کی خالہ سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ ورنہ پھر اس سلسلے میں فیروز پور کے ایک دوسرے منشی جی سے خط و کتابت کیجئے جو ابھی زندہ ہیں میں ایک موڈرن سراغ رساں اتنی اونچی باتیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی ہو گئی۔ فریدی نے ڈائری اور تاش کے دونوں پتے تجوری میں رکھ دیئے۔

چائے پر حمید نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔

"فی الحال عرفانی کو بھول جاؤ۔" فریدی بولا۔ "اگر ہم اس کیس کو جوزف کی موت سے شروع کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"کیوں؟ عرفانی کو کیوں بھول جاؤں۔"

"اس لئے کہ ابھی تک ہم قتل کی وجہ نہیں معلوم کر سکے لیکن جوزف کے قتل کی وجہ صاف ہے اُسے صرف اس لئے ختم کر دیا گیا کہ کہیں وہ پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔"

"اچھا چلئے یہی سہی.... تو کیا آپ جیر اللہ کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"میں فی الحال صرف اپنے خلاف ایک کاروائی کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا....؟" حمید نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ تمہیں جان سے مار دوں۔"

"میری خطا.... جہان پناہ۔"

"تمہیں اس دن قاسم کا چکر چھوڑ کر جیر اللہ کا تعاقب کرنا چاہئے تھا۔"

"میں جانتا تھا کہ آپ کسی نہ کسی موقع پر یہ سوال ضرور اٹھائیے گا۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔

"لیکن آپ یہ نہ سمجھئے کہ اس پُراسرار درندے کا رول جیر اللہ ہی نے ادا کیا ہو گا۔"

"میں یہ نہیں سمجھتا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اور فی الحال اُسے چھیڑنا ٹھیک بھی نہیں۔ تم پمیلا پر نظر رکھو۔"

"شکریہ.... میں جیتے جی اُسے کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ مگر خدارا کچھ تو بتائیے یہ تاش کے پتے۔ سادی ڈائری.... آخر ہے کیا بلا....!"

عینک اور بھوت

فریدی جواب دینے کی بجائے حمید کی آنکھوں میں دیکھتا رہا آخر حمید کو اُلجھن ہونے لگی اور وہ جھنجھلا کر بولا۔

"دیکھئے میں اتنا گاؤدی نہیں ہوں! جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ کیا میں یہ نہیں سوچ سکتا کہ اس ڈائری پر پیاز کے عرق سے کچھ لکھا گیا ہو گا جو آگ دکھاتے ہی واضح ہو جائے گا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "عرفانی جیسے ذہین آدمی سے اس کی توقع رکھتے ہو۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔" حمید نے اپنے داہنے گال پر تھپڑ مار کر کہا۔

"کچھ نہیں.... میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے ڈائری سادی ہی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ عرفانی صاحب نے کسی سیدھے سادے طریقے پر اس میں کوئی خفیہ تحریر چھوڑی ہو۔ پیاز کا عرق، نمک کا پانی یا سنگترے کے چھلکے کا عرق تو بچوں کے کھیل ہیں۔"

وہ چائے ختم کر چکے تھے اور حمید نے بات بھی جہاں کی تہاں ختم کر دی تھی وہ اس سلسلے میں زیادہ سر مغزی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اب اس کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اگر نیشنل بنک کی تجوری خالی بھی ملتی تو اُسے اتنی کوفت نہ ہوتی جتنی تعلیمی تاش کے پتے اور سادی ڈائری سے ہوئی تھی وہ اس چیز کو نہ جانے کیا سمجھے بیٹھا تھا جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا تھا۔

فریدی اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"ذرا دیکھنا تو....!" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"آپ کا فون ہے۔" وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "آئی جی۔"

فریدی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔

"ہیلو.... جی ہاں.... میں ہی بول رہا ہوں.... تسلیمات.... میں نہیں سمجھا.... اوہ.... لیکن.... کیوں.... ایسا کیوں ہوا؟.... جی ہاں.... میں اس سے ملا تھا.... جوزف کے سلسلے میں.... لیکن عجیب بات ہے.... مجھے شبہ ہے.... ٹھیک ہے.... میں نے وہاں دو آدمی مقرر کئے ہیں.... اوہ بہت بہتر.... بہتر.... مجھے کوئی اعتراض نہیں.... جی بڑی مہربانی.... تسلیمات۔"

فریدی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اُس نے ریسیور رکھ دیا۔

"کیا بات ہے؟" حمید اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

"میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ کر دیا گیا۔"

"کیوں....؟"

"غالباً جیر اللہ نے شکایت کی۔"

"اوہ.... لیکن ہماری ملاقات تو بڑے شریفانہ طور پر ہوئی تھی۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اُس نے کہا۔

"اجازت نامہ منسوخ ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم اس کیس میں دخل اندازی نہ کریں.... اور اگر جیر اللہ مجرم ہے تو میرے علاوہ اور کوئی اُس پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا۔"

"میں تو کہتا ہوں ماریئے گولی۔ آپ بھگتیں گے یار لوگ۔"

"اگر عرفانی صاحب قتل نہ ہوئے تو شاید میں خود ہی الگ رہتا۔ لیکن ایسی صورت میں ناممکن ہے۔"

"فرض کیجئے یہ کیس کسی اور کو سونپ دیا جائے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میری راہ کون روک سکے گا۔ کیا پورے محکمے میں کوئی ایسا؟ اگر ہو تو بتاؤ۔"

حمید نے ایک بار فریدی کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"چلو اٹھو....!" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کہاں....!"

"عرفانی صاحب کے گھر....!"

"وہاں کیا کریں گے۔"

"اوہ.... ان کا بھتیجا وہاں آ گیا ہے۔"

"آنے دیجئے! وہ بھی کوئی نہ کوئی تحفہ ہمارے لئے کسی بنک میں محفوظ کر جائے گا۔ مثلاً انڈوں کے چھلکے! اور پھر ہم سر جوڑ کر یہ ثابت کر دیں گے یہ کسی جرمن نسل کی عورت کے انڈے ہیں۔"

"اٹھو....!" فریدی اس کا کان پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ "مجھے زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔"

فریدی ایک بار پھر عرفانی کے گھر کی تلاشی لینا چاہتا تھا اُسے توقع تو یہ تھی کہ وہ اس طرح کسی خاص راستے پر چل سکے گا لیکن پھر بھی اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اس کے امکانات بھی نہ چھوڑے جائیں۔ ممکن ہے کہ اس کے قتل پر کچھ روشنی پڑنے کے اسباب پیدا ہو ہی جائیں۔

فریدی سے عرفانی کے بھتیجے کی کچھ یونہی رسمی سی جان پہچان تھی وہ جلال آباد کی ایک پرائیویٹ فرم کا اسسٹنٹ منیجر تھا اور عرفانی کی موت کی خبر سن کر کچھ دنوں کے لئے یہیں آ گیا تھا چونکہ صرف وہی اکیلا اُس کے وارثوں میں سے تھا اس لئے اُس کے قیام کی مدت طویل بھی ہو سکتی تھی۔ وجہ یہی تھی کہ عرفانی کا تھوڑا تھوڑا اکاؤنٹ شہر کے بہتیرے بنکوں میں تھا۔ عرفانی کی یہ ایک بہت بڑی کمزوری تھی اس نے محض اس لئے بہت سے بنکوں میں حساب کھول لیا تھا تاکہ دوسروں پر اس کی امارت کا رعب پڑے وہ کسی کو چیک دیتے وقت آٹھ دس چیک بکیں اپنے سامنے رکھ کر اُس سے بڑے پُر وقار انداز میں پوچھا کرتا تھا کہ اُسے کس بنک کا چیک چاہئے۔

بہرحال عرفانی کی یہ کمزوری اب اس کے بھتیجے کے لئے سوہانِ روح ہو گئی تھی۔ اگر کوئی وصیت نامہ بھی چھوڑ جاتا تو اُسے کوئی دشواری پیش نہ آتی لہٰذا فریدی نے جب اس سے ایک نجی کارروائی کیلئے درخواست کی تو اس نے کوئی اعتراض نہ کیا غالباً وہ یہ سوچ کر خوش ہی ہوا ہو گا کہ شہر کا کم از کم ایک معزز آدمی تو اُسے جانتا ہی ہے۔ جو عرفانی کا ترکہ حاصل کرنے میں اُسے مدد دے سکے گا۔

فریدی نے سب سے پہلے عرفانی کی لائبریری کا رخ کیا۔ لکھنے کی میز پر جتنے بھی کاغذات موجود تھے انہیں دیکھتا رہا۔ بہتیری کتابیں الٹیں پلٹیں.... لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے عرفانی کے قتل پر روشنی پڑے.... کئی گھنٹے گذر گئے عرفانی کا بھتیجا بھی اکتا گیا اور آخر اُسے معذرت کر کے اُن کا ساتھ چھوڑ دینا پڑا۔ گھر فریدی کا دیکھا ہوا تھا اس لئے اُسے اُس کی رہنمائی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ دوسرے کمروں کو دیکھتے بھالتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے جسے عرفانی نے فوٹوگرافی کا ڈارک روم بنا رکھا تھا فریدی نے ٹارچ کی روشنی میں سوئچ تلاش کر کے بجلی جلادی۔ نیلے رنگ کا بلب روشن ہو گیا ساتھ ہی فریدی کے منہ سے تحیر آمیز آواز نکلی.... حمید اُسے گھورنے لگا۔

"حمید ڈیئر۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "یہ فوٹوگرافی کا ڈارک روم ہے۔ آخر یہاں نیلے بلب کا کیا کام۔ یہاں تو سرخ بلب ہونا چاہئے۔"

"خدا محفوظ رکھے سراغ رسانی سے۔" حمید بڑبڑایا۔ "کل صبح آپ پوچھیں گے ہائیں یہ آج سورج ٹیڑھا کیوں نکل رہا ہے۔"

فریدی نے اُس کی بکواس کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بڑے انہماک سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخر اُسے میز پر ایک سرخ بلب بھی مل گیا۔

"نیلا بلب....!" وہ اس طرح بڑبڑایا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید کو الجھن ہونے لگی۔ آخر اس مسئلے پر اتنے غور و خوض کی کیا ضرورت ہے ہو گی کوئی بات بھلا نیلے یا سرخ رنگ کے بلب سے عرفانی کے قتل کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور پھر عرفانی کو تو نیلے رنگ کا جنون تھا اُس کے رہائش کے کمرے کی ہر چیز نیلی تھی حتیٰ کہ شب خوابی کا لباس بھی نیلا ہوا کرتا تھا اگر اُسکے ڈارک روم میں نیلے رنگ کا بلب نظر آجائے تو اس کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔

اس نے فریدی کی طرف دیکھا جو اپنے ہونٹ اس طرح سکوڑے ہوئے تھا جیسے سیٹی بجانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ دفعتاً خفیف مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی اور وہ کہنے لگا۔

"حمید اب ہمیں اس مکان میں ایک ایسی عینک تلاش کرنی چاہئے جس کے شیشے زرد رنگ کے ہوں۔"

"اور اگر نہ ملے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تو بازار سے خرید کر یہاں رکھ دینی چاہئے تاکہ

عرفانی کی روح کو سکون مل سکے۔ بیچارہ جو ساری زندگی عینک کو ترستا رہا۔"

فریدی ڈارک روم میں رکھی ہوئی چیزوں کو الٹنے پلٹنے لگا۔ حمید چپ چاپ کھڑا اُسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ فریدی کی باتیں اکثر بڑی بے ربط ہوا کرتی تھیں اور اُن کی چولیں ملانے کے سلسلے میں حمید کو باقاعدہ طور پر اختلاج ہونے لگتا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کا بھیجا کھوپڑی سے نکل آیا ہو۔ اس وقت وہ بڑے ضبط و تحمل سے کام لے رہا تھا ورنہ خود اس کی زبان سے اتنی بے ربط باتیں نکلتیں کہ فریدی بوکھلا جاتا۔

فریدی نے میز کی دراز کھولی۔

"گڈ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "عینک تو ہے.... خوب.... زرد رنگ....!"

وہ حمید کی طرف مڑا اور عینک اُس کے چہرے کے قریب لے جاتا ہوا بولا۔ "یہ وہی زرد رنگ کی عینک.... اب ہم کسی قابل ہو سکیں گے۔"

"ہمیشہ جوتیاں چٹخاتے رہیں گے۔" حمید جل کر بولا۔ "اگر آپ اتنا وقت برباد کرنے کی بجائے مجھ سے کہتے تو میں آپ کو ایک درجن ایسی عینکیں خرید دیتا۔"

"ہُم! شٹ اپ! آؤ اب چلیں۔" وہ عینک جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔

"ارے ارے یہ کیا؟ عینک چرائیں گے آپ۔"

"اوہ....!" فریدی چونک کر بولا۔ "ٹھیک ہے اس کی ضرورت نہیں۔"

اُس نے عینک جیب سے نکال کر پھر میز کی دراز میں ڈال دی اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

بازار میں پہنچ کر فریدی نے کیڈیلاک ایک عینک ساز کمپنی کے سامنے روک دی۔

"یاخدا....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فریدی اُسے لئے ہوئے دکان کے اندر آیا اور یہاں اس نے زرد شیشوں والی دو عینکیں طلب کیں۔

"بس آپ ہی شوق فرمائیے قبلہ۔" حمید بڑبڑایا۔ "خدا وہ دن نہ لائے کہ آپ کو سلیمانی سُرمے کی تلاش ہو اُس سے پہلے ہی مر جانے کی تمنا کروں گا۔"

زرد شیشے کی عینک کا استعمال عام نہیں۔ اس لئے وہ انہیں اس دوکان میں تیار نہ مل سکی۔ فریدی کو جلدی تھی۔ اس لئے اس نے باقاعدہ مہم شروع کر دی۔ کبھی اس دکان میں اور کبھی اُس

دکان میں لیکن اسے مایوسی ہی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"ہم اب تک خواہ مخواہ وقت برباد کرتے رہے۔" فریدی بڑبڑایا۔ "کھلونوں کی دکان ضرور مل جائے گی۔ بچوں کے لئے کئی رنگوں کی عینکیں بنتی ہیں۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ایک ایسی عینک جس کے شیشے زرد ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"بعد کو بتاؤں گا۔"

"بہت بہتر....!" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "اور اگر میں اس دوران میں مر جاؤں تو راز میرے باپ کو بتا دیجئے گا۔"

"حمید بکو نہیں.... آؤ۔"

وہ سڑک پار کر کے فٹ پاتھ پر چڑھ ہی رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے حمید کو آواز دی۔ دونوں مڑے قاسم اپنی کار روک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اُتر رہا تھا وہ دونوں رک گئے فریدی ناگواری کے ساتھ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

قاسم آیا اور احمقوں کی طرح منہ کھول کر اُن کے قریب کھڑا ہو گیا۔ وہ کبھی حمید کو دیکھتا اور کبھی فریدی کو۔

"کیا بات ہے؟" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"میں تم سے خوش نہیں ہوں حمید بھائی۔" قاسم تھوک نگل کر بولا۔ "لیکن میں اس وقت پرانے جھگڑے نہیں چھیڑوں گا۔ کیونکہ میں نے ایک بھوت دیکھا ہے۔"

"بھوت....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "برف کا تو نہیں تھا۔"

"نہیں.... فریدی صاحب میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں نے انگریز جوتشی کے یہاں عرفانی کا بھوت دیکھا ہے۔"

"کیا....؟" فریدی اسے گھور کر رہ گیا۔ پھر جلدی سے اس کا شانہ تھپتھپا کر بولا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ قریب کے ایک ریستوران میں چلے گئے۔

"ہاں کیا بات تھی۔" فریدی نے اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد قاسم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جوتشی کے یہاں.... عرفانی....!"

"ٹھہرو.... کیا جیرالڈ سے تمہاری جان پہچان ہے۔"

"نہیں تو....!"

"پھر تم وہاں کیسے گئے تھے۔"

"اوہ.... وہ....!" قاسم شرما کر بولا۔ "یہی ذرا قسمت کا حال وال....!"

"خیر ہاں.... عرفانی کی کیا بات تھی۔"

"واپسی پر میں نے ایک کمرے میں عرفانی کی شکل کا ایک آدمی دیکھا تھا جو آرام کرسی پر لیٹا ار پی رہا تھا۔"

"عرفانی کو تم کیسے جانتے ہو۔"

"اوہ.... میں نے اخبار میں تصویر دیکھی تھی۔"

"تب پھر تمہیں دھوکا ہی ہوا ہوگا.... صرف تصویر دیکھ کر۔"

"مجھے یقین واشق ہے۔"

"واشق نہیں.... واثق.... بوندو....!" حمید بیچ میں بول پڑا۔

"واشق....!" قاسم اُسے گھور کر غرایا۔ "میرے والد صاحب یہی بولتے ہیں۔"

"کیا تمہارے والد صاحب بابائے اردو ہیں۔" حمید نے کہا۔

"تم خود ہو گے بابائے اردو.... ذرا زبان سنبھال کر ہاں۔" قاسم ڈپٹ کر بولا۔

"بیکار باتیں نہیں.... حمید خاموش بیٹھو۔" فریدی نے کہا پھر قاسم سے بولا۔

"تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔"

"ہوا ہوگا سالا کچھ....!" قاسم کا موڈ بگڑ گیا تھا۔ "اپنی ایسی کی تیسی میں گیا عرفانی اور اس کا بھوت! ہاں حمید صاحب تم نے اس دن مجھے شراب کیوں پلائی تھی۔"

"کیا میں نے اپنے ہاتھ سے پلائی تھی۔"

"کہا تو تھا تم نے.... تم نے بہکایا تھا مجھے۔"

"میرے کہنے سے تم زہر پی لو گے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"ذرا کہہ کر تو دیکھو.... کیسی گت بناتا ہوں۔"

"اوں.... ہونہہ.... چھوڑو بھئی یہ جھگڑے۔" فریدی کافی کے لئے آرڈر دے کر بولا

"ہاں جیر اللہ نے کیا بتایا تھا تمہارا ہاتھ دیکھ کر۔"

قاسم نے جواب دینے کے بجائے شرما کر سر جھکا لیا۔ کچھ دیر ناخن سے دانت کریدتا رہا! کنکھیوں سے دروازے کی طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔"اس نے بتایا ہے! بیوی یہی رہے گی"

"تب تو تمہیں ضرور زہر پی لینا چاہئے۔" حمید نے کہا۔

"تم چپ رہو حمید بھائی.... الا قسم تمہاری طرف سے دل میں میل آ گیا ہے اگر پلائی تھی تو.... وہاں چھوڑ کر چلے کیوں آئے تھے.... اگر میں بھی شرارت کروں تو۔"

"بھلا تم کیا شرارت کرو گے؟" حمید نے پوچھا۔

"میں کسی اخباری رپورٹر سے بتا سکتا ہوں کہ تم نے اس دن جوزف کی کار میں گھٹالا کر دیا اور اُسی دن وہ مر گیا۔"

"لیکن تم ایسا ہرگز نہیں کرو گے۔" فریدی اُسے گھور کر بولا۔

"نہیں کروں گا.... میں نے تو مثال کے طور پر کہا ہے۔ لیکن آپ حمید بھائی کو سمجھا دیجئے میری پیٹھ کی کھال اُدھڑ گئی ہے۔"

"کیوں....؟" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"والد صاحب نے بندھوا کر ہنٹر سے خبر لی تھی۔"

"چہ چہ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "حمید تم بڑے سور ہو۔ خبردار اب جو کبھی قاسم پریشان کیا۔"

"بیوی کے سامنے۔" حمید نے پوچھا۔

"بس زیادہ جان نہ جلاؤ۔ اگر بیوی کے سامنے پیٹا ہوتا تو میں تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔ ویسے وہ سالی میری کچھ حقیقت نہیں سمجھتی۔"

"واقعی نہ سمجھتی ہو گی اور نہ اس وقت تک سمجھے گی جب تک کہ تم کوئی بڑا کارنامہ انجام دو۔" حمید بولا۔

"کیسا کارنامہ....!" قاسم نے پوچھا۔

"ایسا جس سے تمہاری شہرت ہو۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "مثلاً نقریب فری اسٹائل کا دنگل شروع ہونے والا ہے تم کسی نامی پہلوان کو للکار دو۔"

"مجھے داؤں پیچ نہیں آتے۔"

"فری اسٹائل میں زیادہ داؤں پیچ نہیں ہوتے۔"

"مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔"

"اگر سکھا دیا جائے تو۔"

"میں لڑ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک تو.... فریدی صاحب تمہیں سکھا دیں گے۔"

"کیوں؟ آپ سکھا دیں گے۔" قاسم چہک کر بولا۔

"ہاں کسی وقت اطمینان سے آنا۔" فریدی نے کہا۔

"ویسے میں دھوبی پاٹ بڑی اچھی مارتا ہوں۔" قاسم بولا۔

"ہوں خیر.... دیکھا جائے گا۔ لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ اُس آدمی اور عرفانی میں کوئی مشابہت تھی۔"

"مشابہت کیا.... وہ ہو بہو عرفانی تھا۔ مجھے یقین ہے میں وہاں سے نکل کر سیدھا آپ کے یہاں گیا تھا۔ مگر آپ نہیں ملے تھے۔"

"تم نے کس وقت دیکھا تھا۔"

"تقریباً چار بجے۔"

"کسی اور سے تو اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔"

"نہیں.... کسی سے نہیں۔"

"اچھا تو اب کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔"

حمید کو اُلجھن ہونے لگی تھی وہ زرد رنگ کی عینک کے متعلق سوچ رہا تھا اور قاسم کی اس کہانی کی اُس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں تھی۔

رنگ جاگتے ہیں

فریدی اور حمید آفس پہنچے ہی تھے کہ فریدی کو سپرنٹنڈنٹ کا پیغام ملا جو اپنے آفس میں اُس کا منتظر تھا۔

"سوپر کو شاید آپ سے پھر عشق ہو گیا ہے۔" حمید ہنس کر بولا۔

سپرنٹنڈنٹ نے بڑی خوش اخلاقی سے فریدی کا استقبال کیا۔

"فریدی صاحب۔" اُس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ عرفانی والا کیس آپ کو نہ مل سکا۔ حالانکہ میں نے بہت کوشش کی۔"

"میں آپ کا شکر گذار ہوں اور پھر اکیلے میں ہی تو نہیں ہوں اور بھی ہیں۔ میں دراصل اس وجہ سے دلچسپی لے رہا تھا کہ عرفانی سے میرے خاص قسم کے تعلقات تھے۔"

"آپ جیر اللہ سے خواہ مخواہ جا بھڑے۔" سپرنٹنڈنٹ نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں! سوپر میں تو صرف جوزف کے سلسلے میں اُس سے ملا تھا اور ہماری گفتگو دائرہ اخلاق ہی میں رہی تھی۔"

"اُسے شاید کسی طرح علم ہو گیا تھا کہ آپ کے کچھ آدمی اسکے مکان کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ہو گا.....!" فریدی لاپروائی سے بولا۔ "میں اب اس میں دلچسپی نہیں لے رہا ہوں۔"

"کیس مسٹر آصف اور مسٹر سنگھ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

"پتہ نہیں کیا چیز تھی جسے قاتل تلاش کر رہے تھے۔ معلوم نہیں وہ انہیں ملی یا نہیں۔"

"مل ہی گئی ہو گی۔"

سپرنٹنڈنٹ تیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا پھر ذرا سا مسکرا کر بولا۔ "کیا آپ اس سلسلے میں کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یعنی.....!"

"میں یہ چھپا رہا ہوں کہ قاتلوں کو وہ چیز نہیں ملی۔"

"آپ کو کیسے علم ہوا۔"

"اس طرح کہ کچھ لوگ ان بنکوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں جن میں عرفانی کا اکاؤنٹ تھا۔ وہ خود کو عرفانی کا رشتہ دار ظاہر کر کے یہ بات معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ عرفانی نے کوئی چیز سیف کسٹڈی میں تو نہیں رکھوائی تھی۔"

"ممکن ہے وہ اس کے رشتہ دار ہی ہوں۔"

"جی نہیں ان کا صرف ایک بھتیجا ہے اور وہ بے چارہ ابھی تک خاموش ہی بیٹھا ہوا ہے۔"

"ہوں.....!" سپرنٹنڈنٹ کی طویل "ہوں" خاموشی میں بدل گئی اور پھر اُس نے کچھ دیر بعد کہا "آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"جوزف کی موت کے بعد سے معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔" سپرنٹنڈنٹ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"وہ قاتلوں کا شریک کار تھا۔ آخر ایک انگریز کا عرفانی سے کیا تعلق۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "بہتیری باتیں قابل غور ہیں.... مثال کے طور پر ایک یہی کہ برنارڈ جیسے بدنام آدمی کو جیر اللہ کے یہاں کیا کام ہو سکتا ہے۔"

"کیا برنارڈ.....وہ.....اینگلو انڈین۔"

"جی ہاں وہی.... جیر اللہ کے بیان کے مطابق وہ بھی آج کل بدھ ازم سے بہت متاثر نظر آ رہا ہے۔"

"مسٹر فریدی سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی....!" سپرنٹنڈنٹ کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

فریدی نے پہلے تو اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر یک بیک اس طرح بے تعلقی برتنے لگا جیسے اُسے اس کی ادھوری بات سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"بہر حال میں نے آپکو اس لئے تکلیف دی تھی کہ آپ آصف وغیرہ کی مدد کرتے رہیں۔"

"بھلا یہ کیونکر ممکن ہے.....جب کہ میں باضابطہ طور پر بے تعلق کر دیا گیا ہوں۔"

"بھئی اب کیا کیا جائے.....اوپر کے یہی احکام ہیں۔"

"جی ہاں اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ جب اوپر والوں کو مجھ پر اعتماد نہیں رہا تو میں کیوں خواہ مخواہ دخل دوں۔"

"میں خود بھی.....جیر اللہ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔" سپرنٹنڈنٹ آہستہ سے بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا.... کچھ دیر سکوت رہا.... پھر فریدی نے کہا "مجھے دو ماہ کی رخصت چاہیئے۔"

"اوہ.... تو اس کا مطلب یہ ہے کہ....!"

"نہیں میں اس کیس میں دلچسپی لینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مجھے آرام کی ضرورت ہے۔"

"لیکن چھٹی لینے سے تو افسران بالا یہی سمجھیں گے۔"

"سمجھا کریں مجھے آرام کی سخت ضرورت ہے اگر چھٹی نہ ملی تو میں استعفا دے دوں گا۔"

"اوہو.... استعفا....!" سپرنٹنڈنٹ ہنسنے لگا۔ "تب تو ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"نہیں.... قطعی نہیں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "میرے مخصوص اجازت نامے کی منسوخی میری سب سے بڑی توہین ہے۔ میرے جذبات شدت سے مجروح ہوئے ہیں۔"

"اوہ....!" سپرنٹنڈنٹ اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اس کی بات کے وزن کا اندازہ لگا رہا ہو۔ فریدی کا چہرہ پتھر کی طرح بے جان تھا۔

"آپ....!" سپرنٹنڈنٹ تھوڑے تامل کے بعد بولا۔ "درخواست لکھیئے میں کوشش کروں گا۔"

فریدی کے استعفا کا معاملہ ہی ایسا تھا اُس کے محکمے کے لوگ تو دل سے چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح محکمے سے الگ ہو جائے اس کی موجودگی میں افسران بالا تک احساس کمتری میں مبتلا رہتے تھے اور اُس کے ہم رتبہ لوگوں کا تو یہ عالم تھا کہ اُسے اپنی ترقی کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔

فریدی اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے رخصت نہ مل سکے گی اور ایسی صورت میں خاص طور پر اس میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی جب کہ اُس نے سبک دوش ہو جانے کی دھمکی دی ہو۔

فریدی اپنے کمرے میں واپس آگیا یہاں سرجنٹ حمید ایک نئی ٹائپسٹ لڑکی کو ٹافیاں کھلا رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اُس نے کہنا شروع کر دیا۔ "ہاں دیکھئے اس کی تین کاپیاں نکال لیجئے۔ فائل نمبر تین میں نیچے سے چوتھا ڈرافٹ.... بس جایئے۔"

لڑکی خود ہی فریدی کو دیکھ کر سراسیمہ ہو گئی تھی۔ حمید کا اشارہ پاتے ہی کھسک گئی۔ فریدی کو دیکھتے ہی آفس کی سبھی لڑکیاں حواس باختہ ہو جاتی تھیں اور اُس کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھیں۔ اُس نے آج تک کسی ٹائپسٹ لڑکی کو براہِ راست کوئی کام نہیں دیا تھا۔ اور نہ اُن سے کبھی گفتگو کرتا تھا اگر انہیں اس کا کوئی ڈرافٹ ٹائپ کرنے میں دشواری ہوتی تو وہ حمید کی وساطت سے کام بنا لیا کرتی تھیں۔

"حمید! دو ماہ کی چھٹی کی درخواست لکھو۔" فریدی نے آفس میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"اُف فوہ.... آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔ ابھی پرسوں ہی تو اُس سے جان پہچان ہوئی ہے۔"

"بکو نہیں!.... میں نے سینکڑوں بار سمجھایا کہ آفس کی لڑکیوں سے فلرٹ نہ کیا کرو۔"

"تو پھر آپ ہی مجھے کوئی ایسی لڑکی تلاش کر دیجئے جس سے میں فلرٹ کر سکوں۔"

"ارے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"خوب رہی! گویا یونہی بیکار بیٹھے مکھی مارا کریں۔"

"میں کہتا ہوں درخواست لکھو۔"

"لکھتا ہوں۔" حمید پیڈ اٹھا کر سامنے رکھتا ہوا بولا۔ "بولئے کیا لکھ دوں۔"

"دو ماہ کی رخصت کی درخواست۔"

"ارے تو لکھوں کیا....؟" حمید پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "لکھ دوں کہ کسی عزیز کو بیمار ڈال کر مارنا چاہتا ہوں یا میں خود ہی بیمار ہو کر مر جانا چاہتا ہوں۔"

"جو دل چاہے لکھ دو! ظاہر ہے کہ منظور تو ہو گی نہیں۔"

"ہائیں۔" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "پھر کاغذ خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیونکہ اس کے بعد پھر کاغذ خراب کریں گے استعفاء کے لئے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر ایک اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں آج رات کی گاڑی سے اللہ میاں کے یہاں جا رہا ہوں۔"

"تم بھی میرا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"نہیں میں رخصت کی درخواست دے کر ملک الموت کو دعوت دے رہا ہوں۔" حمید بڑبڑاتا رہا اور اس کا قلم کاغذ پر چلتا رہا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ.... آپ رخصت کی درخواست محض اس لئے دے رہے ہیں کہ کھلونوں کی دکان پر زرد رنگ کی عینک تلاش کر سکیں۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ اُن کے ساتھ جھن جھنے اور غبارے ضرور خریدیں گے۔"

درخواست لکھ کر اُس نے فریدی کی طرف بڑھا دی۔

"ہم دونوں کی طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اس لئے ہم واپس جائیں گے۔"

حمید گھبرا کر اپنی نبض ٹٹولنے لگا۔

"اور ہم میں سے مرے گا کون پہلے۔" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

فریدی اپنی میز پر بیٹھ کر درخواست لکھنے میں مشغول ہو گیا تھا۔ جب لکھ چکا تو اس نے حمید کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "عینکیں بن کر آگئی ہوں گی۔"

"اُس قسم کی تو نہیں ہیں جیسی ہنٹر والی لگاتی تھی۔"

فریدی اس کی بات کا جواب دیئے بغیر سپرنٹنڈنٹ کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

دو گھنٹے بعد وہ دونوں گھر میں تھے۔

حمید اپنے کمرے میں اوندھا پڑا.... شیلی کی ایک نظم انگریزی لے میں گنگنا رہا تھا۔ سرہانے کی گول میز پر اُس کی پالتو چوہیا پچھلی ٹانگوں پر پھدک رہی تھی۔

اچانک فریدی کمرے میں داخل ہوا وہ اپنی اوپری منزل والی تجربہ گاہ سے آیا تھا۔ حمید نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا.... فریدی کا چہرہ سرخ تھا اور اس کی آنکھوں میں وہی پرانی وحشیانہ چمک تھی جو اُس کی کسی کامیابی پر دلالت کرتی تھی۔

"اٹھو! فرزند....!" وہ مخصوص فاتحانہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ "ورنہ تمہیں افسوس ہوگا۔"

"کوئی خاص بات۔"

"وہی زرد عینک....!"

"اوہ....!"

"آؤ.... اٹھو۔"

فریدی اُسے تجربہ گاہ میں لے آیا پھر وہ اُس مخصوص حصے میں آئے جہاں فریدی نے فلم دھونے کے لئے ڈارک روم بنا رکھا تھا۔ ڈارک روم میں نیلے رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

"آپ کے ڈارک روم میں بھی نیلا بلب....!" حمید بڑبڑایا۔

فریدی نے میز پر سے دوسری زرد عینک اٹھا کر حمید کی آنکھوں پر لگا دی۔

"واہ.... واہ....!" حمید بچوں کی طرح تالیاں بجا کر بولا۔ "اے سبحان اللہ فریدی صاحب

ارے یہ روشنی تو سبز ہو گئی.... کمال ہے۔"

"بکو مت....! فرزند ابھی تمہاری آنکھیں نکل پڑیں گی۔" فریدی نے کہا "اُدھر دیکھو.... یہ کیا ہے۔"

"وہی نامراد ڈائری۔"

"اب دیکھو....!"

دفعتاً حمید کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی۔ ڈائری کے پہلے ہی صفحہ پر تحریر نظر آرہی تھی۔ کتھئی رنگ کی تحریر۔ حروف کے کناروں پر پیلا رنگ جھلکیاں مار رہا تھا۔ حمید نے چشمہ اُتار دیا۔ اب وہی صفحہ بالکل سپاٹ پڑا تھا۔ تحریر کیا کوئی ہلکا سا نقش بھی نہیں نظر آرہا تھا۔ کاغذ کی سطح نیلی روشنی کی وجہ سے نیلی دکھائی دے رہی تھی۔ حمید نے پھر چشمہ لگا لیا۔ کاغذ کی سطح کی نیلی رنگت سبزی میں تبدیل ہو گئی اور کتھئی رنگ کی تحریر.... حمید کا دماغ چکرا گیا.... فریدی صفحات الٹتا رہا۔ تحریر قریب قریب ڈائری کے آدھے صفحات میں پھیلی ہوئی تھی۔

"اب بتاؤ....!" فریدی ڈائری بند کر کے بولا۔ "کیا میں پاگل تھا.... بولو۔"

"لیکن جناب! لیکن آپ ہر معاملے کی شروعات پاگل پن ہی سے کرتے ہیں۔ اگر پہلے ہی یہ بتا دیا ہوتا.... تو کیوں....؟"

"پہلے مجھے بھی یقین نہیں تھا۔ بچپن کی ایک بھولی بسری یاد کے سہارے یہ سب کچھ کرتا چلا گیا۔"

"بھولی بسری یاد سے کیا مطلب۔"

"اسے پڑھو! خود ہی معلوم ہو جائے گا۔" فریدی نے ڈائری اُس کی طرف بڑھا دی۔

حمید پڑھنے لگا۔ "کمال میاں! تمہیں تاش کے پتے اور سادی ڈائری دیکھ کر حیرت تو ضرور ہوگی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اس کی تہہ تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔ خفیہ تحریر کا یہ طریقہ میں نے اور تمہارے والد مرحوم نے ایجاد کیا تھا۔ تم اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ تمہارے والد نے تم سے اس کا تذکرہ ضرور کیا ہوگا۔ تعلیمی تاش کے یہ پتے پُراسرار ہیں۔ میں ان کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں کچھ لوگ انہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میرے پاس کیا ہے ان تاشوں سے دراصل ان کا کوئی راز وابستہ ہے۔ اس دوران میں کئی بار مجھ پر حملے بھی ہو چکے ہیں لیکن میں بچتا ہی رہا۔ آج نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ

یہ میری زندگی کا آخری دن ہے لہٰذا میں اس طریقے سے ان چیزوں کو تم تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میری داستان طویل ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کہاں سے شروع کروں.... بہر حال تمہیں یاد ہوگا۔ دو تین ماہ قبل کی بات ہے پولیس کو ایک عجیب و غریب کیس سے واسطہ پڑا تھا۔ بات یوں تھی کہ واکر اسٹریٹ میں ایک آدمی پیدل جا رہا تھا۔ اچانک ایک کار اُس کے قریب سے گذری اور کار سے اس پر کسی نے گولی چلائی۔ پیدل چلنے والا سڑک کے کنارے گر گیا۔ راہ گیر سمجھے کہ اُسے گولی لگی ہے جب کار واکر اسٹریٹ سے دوسری سڑک پر مڑ گئی تو گرنے والا اٹھ بیٹھا۔ اُس کے گرد بھیڑ لگ گئی لوگوں نے پوچھ گچھ شروع کی۔ لیکن وہ سرے ہی سے اس بات کا منکر تھا کہ اُس پر گولی چلائی گئی تھی۔ اُس نے گرنے کا سبب ایک قسم کا دورہ بتایا جس کا وہ عرصے سے شکار تھا ہر کس و ناکس نے گولی چلانے کی آواز سنی تھی اور کار کی کھڑکی کے آگے دھواں بھی لہراتا دیکھا تھا۔ ڈیوٹی کانسٹیبل بھی گواہ تھا لیکن گرنے والا فائر کرنے والے خیال کا مضحکہ اڑاتا رہا اُس نے یہ بات کسی طرح نہ تسلیم کی کہ اس پر گولی چلائی گئی تھی۔ اتفاق سے میں بھی جائے واردات پر موجود تھا مجھے بڑی حیرت ہوئی بہر حال میں نے اُس آدمی کو نظر پر چڑھا لیا میں نے نہ صرف اُس کی جائے قیام کا پتہ لگا لیا بلکہ اُس سے جان پہچان بھی پیدا کر لی۔ وہ ہر طرح سے ایک پُر اسرار آدمی تھا اُس کے متعلق اُس کے پڑوسیوں کو بھی کچھ نہیں معلوم تھا۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اُس کا ذریعہ معاش کیا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے اُس کے بعض حالات کا علم ہوتا گیا۔ وہ ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر تھا اور اُس نے دوسری جنگ عظیم میں بہتیرے نمایاں کارنامے انجام دیئے تھے اور پھر میں نے اس کے ملنے جلنے والوں میں کئی مشتبہ آدمی دیکھے ایسے آدمی جن کے متعلق جنگ کے دوران میں شبہہ کیا جا رہا تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ اہم ترین فوجی راز بھیجا کرتے تھے۔ پولیس کا خیال بھی یہی تھا لیکن ان لوگوں کے خلاف ٹھوس قسم کے ثبوت نہیں حاصل کر پائی تھی۔ بہر حال یہ دیکھ کر میرا ذوق تجسس پوری طرح بیدار ہو گیا۔ اس پر اسرار آدمی سے میری گہری دوستی ہو گئی تھی اور میں نے اس سے اپنے بارے میں بھی سب کچھ صحیح صحیح بتا دیا لیکن اس کو اس بات کی ہوا بھی نہ لگنے دی کہ میں نے اس سے کیوں راہ و رسم پیدا کی ہے۔

داستان طویل ہے میں اسے مختصر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ اس کوشش میں کوئی ضروری تفصیل رہ جائے.... میں نے تمہیں اس کا نام تو بتایا ہی نہیں۔ اس کا نام شیکھر تھا اور وہ زینت محل کی نچلی منزل کے تیسرے فلیٹ میں تنہا رہتا تھا۔ ایک رات میں اُس سے ملنے کے لئے گیا۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا میں بے دھڑک اندر چلا گیا۔ اچانک وہ مجھے فرش پر اوندھا پڑا ہوا دکھائی دیا۔ اُس کی پیٹھ سے خون ابل رہا تھا اور اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ہونٹ ہل رہے تھے اس نے نحیف آواز میں مجھ سے کہا کہ اُسے اٹھا کر پلنگ پر ڈال دوں۔ اُس نے نہ تو مجھے پولیس کو مطلع کرنے دیا اور نہ طبی امداد ہی کے لئے تیار ہوا۔ پھر اُس نے اٹک اٹک کر مجھے ایک طویل داستان سنائی وہ ایک خطرناک گروہ سے تعلق رکھتا تھا اور اُسی کے بیان کے مطابق اُس گروہ کے عزائم بہت ہی بھیانک تھے لیکن اس نے ان عزائم کا تذکرہ نہیں کیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ میں اس کی داستان اسی کے الفاظ میں لکھوں اور اسی ترتیب کے ساتھ۔ لیکن خود میری زندگی کی گھڑیاں گھٹتی نظر آ رہی ہیں۔ بہر حال اس نے جو کچھ بتایا اُس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ گروہ بہت بڑا اور انتہائی تور ہے۔ گروہ کے لوگوں کی آپس میں دشمنیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو مار بھی لتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی تنظیم سے غداری نہیں کرتا۔ کبھی کسی نے پولیس کو اس کی لاع نہیں دی۔ اُس نے بتایا کہ وہ بھی اسی قسم کے ایک حادثے سے دوچار ہوا ہے۔ لیکن وہ بڑا یدہ خاطر تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ صاف صاف تو اُس گروہ کا پتہ نشان نہیں دے سکتا کیونکہ اس نے ازداری کی قسم کھائی تھی لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ گروہ دنیا پر تباہی لائے۔ اُس نے مجھ سے لمی تاش کا پیکٹ اٹھانے کو کہا جو سامنے ہی میز پر پڑا ہوا تھا۔ پھر اُس نے سارے پتوں میں سے دپتے نکال کر مجھے دیئے اور کہا کہ انہیں پتوں کے ذریعے میری رسائی اُس گروہ تک ہو سکتی ہے۔ ان پتوں میں سب کچھ ہے اُس کی ہدایت تھی کہ میں انہیں سمجھنے کی کوشش کروں۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک آدمی آ گیا اور شیکھر اُسے دیکھتے ہی جوش میں بھر گیا اُس کے منہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکلنے لگیں پھر اُس نے چیخ کر مجھ سے چلے جانے کو کہا اور کہا کہ میں اُس چیز کو حفاظت سے رکھوں ایک دن انصاف ہو جائے گا۔ میں چلا آیا.... دوسرے دن کے اخبارات میں زینت محل سے برآمد ہونے والی ایک لاش کی خبر تھی.... اُسی دن سے مجھ پر حملے ہونے شروع ہو گئے۔ انہیں اُس چیز کی تلاش ہے جو اُس مرتے ہوئے آدمی نے مجھے دی تھی۔ خدا کرے یہ دونوں چیزیں تم تک بحفاظت پہنچ جائیں۔ میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔"

حمید نے ڈائری بند کردی۔ اور تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"کئی باتیں رہ گئیں۔" بالآخر فریدی بولا۔ "نہ تو اُن مشتبہ آدمیوں کے نام ہیں جو شیکھر سے ملتے رہتے تھے اور نہ اُس شخص کے متعلق وضاحت ہے جو آخیر وقت میں شیکھر کے فلیٹ میں آیا تھا۔"

"شیکھر کی لاش پندرہ دن قبل ملی تھی شاید۔" حمید نے کہا۔

"ہاں لیکن اُس کے فلیٹ سے کوئی ایسی چیز نہیں برآمد ہوئی تھی جو پُراسرار ہوتی۔"

"آخر یہ کس قسم کا گروہ ہے.... اور وہ خوفناک عزائم کیا ہیں۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ اُس کی آنکھیں خلاء میں گھور رہی تھیں۔

دوسرا حصہ

کڑکڑاتی ہڈیاں

انور اور رشیدہ کیفے کاسینو میں شام کی چائے پی رہے تھے۔ انسپکٹر آصف بھی تھا.... اور آ وہ کچھ بجھا بجھا سا نظر آ رہا تھا۔ غالباً اس کی وجہ وہ ناکامی تھی جو دن بھر کی دوڑ دھوپ کے باوجود اُس کے حصے میں آئی تھی۔

"مجھے یقین ہے۔" آصف گلا صاف کر کے بولا۔ "فریدی کوئی خاص بات جانتا ہے جس تذکرہ اُس نے سرکاری رپورٹ میں نہیں کیا۔"

"کرتے بھی کیا۔" انور کیک کا ایک بڑا سا ٹکڑا نگلتا ہوا بولا۔ "سرکاری رپورٹیں تو ردی بھاؤ بکا کرتی ہیں۔"

"انور تمہاری مدد کے بغیر میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"مائی ڈیئر اولڈ آصف....!" انور آہستہ سے بولا۔ "وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں اپنا قرض طرح ادا کروں۔"

"پھر اڑے تم....!"

"میں سچ کہہ رہا ہوں.... اس ماہ میں تین سو کا مقروض ہو گیا ہوں۔"

"میں بھی آج کل تنگ دست ہو رہا ہوں۔" آصف بڑبڑایا۔

"پھر بھلا بتاؤ میں تمہاری مدد کس طرح کر سکتا ہوں۔ اگر تمہاری مدد کرتا ہوا کام آگیا تو میرے قرض خواہ روز قیامت مجھے خون اور پیپ کی کاک ٹیل پلوا دیں گے۔"

"تو تم صاف انکار کرتے ہو۔"

"نہیں پیارے! میں تو دل و جان سے تمہاری خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ مگر میرا قرض۔"

"رشیدہ تم سمجھاؤ۔" آصف گھگھیایا۔

"بھلا میری کون سنے گا۔" رشیدہ بولی۔

"خدا سنے گا تمہاری۔ تم کچھ سناؤ بھی تو۔" انور نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا سنو!" آصف نے انور کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر مدد نہیں کر سکتے تو یہی کرو کہ فریدی کے لئے اس کیس میں کوئی کام نہ کرنا۔"

"مگر میں نے تو سنا ہے کہ یہ کیس انہیں نہیں دیا گیا۔"

"یہی نہیں بلکہ" آصف مخصوص اجازت نامہ بھی کینسل کر دیا گیا ہے۔"

"تب پھر....!"

"نہیں وہ اپنی ٹانگ ضرور اڑائے گا۔"

"تو پھر آصف صاحب مجھ میں تو اتنا دم نہیں کہ میں اُن کی ٹانگ ہٹا دوں۔"

"تم اس کے لئے کام نہیں کرو گے۔"

"لیکن انہوں نے اگر میرا قرض ادا کر دیا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔"

"قرض....!" آصف اُسے گھور کر رہ گیا۔

"صرف تین سو ہیں زیادہ نہیں۔"

"تو تم باز نہیں آؤ گے اچھا دیکھ لوں گا.... کبھی مجھ سے بھی کوئی کام پڑے گا۔"

"یار آصف بور مت کرو۔ میں ویسے ہی پریشان ہوں۔"

پھر انور نے رشیدہ کو اشارہ کیا کہ وہ اٹھ کر چلی جائے۔ رشیدہ چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی پھر اٹھ کر چلی گئی انور چائے ختم کر چکا تھا وہ ایک سگریٹ سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ آصف اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم جوزف کی بیوی سے ملے تھے۔" انور نے آصف سے پوچھا۔

"ملا تھا.... لیکن اس عورت سے کچھ معلوم کرلینا انتہائی دشوار ہے۔"

"اگر میں اس سے کچھ معلوم کرلوں تو تم مجھے کتنا معاوضہ دو گے۔"

"مگر میں اُس سے کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا۔" آصف جلدی سے بول پڑا۔

"پھر تم مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہو۔"

"بات یہ ہے کہ۔" آصف قدرے ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔ "فریدی سے تمہارے تعلقات اچھے ہیں تم اُس سے کسی طرح وہ بات معلوم کرلو جو اُس نے سرکاری رپورٹ میں نہیں لکھی۔"

"مجھے معلوم ہے وہ بات۔" انور نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا....؟" آصف ہمہ تن اشتیاق بن گیا۔

"سرکاری رپورٹ میں انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ تمام عمر کنوارے رہنے کی قسم کھا چکے ہیں۔"

"انور بچپنامت کرو.... میں آج بہت پریشان ہوں۔"

"اگر تم واقعی پریشان ہو تو میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا.... مگر میں بغیر معاوضہ لئے کوئی مشورہ نہیں دیتا.... آصف صاحب مجھے افسوس ہے۔" انور نے کہا۔

"اوہ.... یہ رشیدہ کہاں چلی گئی۔" دفعتاً وہ چونک کر بولا۔ "مسٹر آصف ایک منٹ.... ذرا دیکھ لوں رشیدہ کہاں چلی گئی۔"

انور کے جانے کے بعد آصف اونگھتا رہا۔ اس دوران میں بیرا بل رکھ کر چلا گیا اور آصف کو خبر تک نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چونکا۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔ انور کو گئے ہوئے پندرہ بیس منٹ ہو چکے تھے۔ پہلے تو آصف نے اُسے کوئی اہمیت نہ دی لیکن پھر بُری طرح چونکا اور ساتھ ہی اس کی نظر بل پر پڑ گئی پھر یہ حقیقت اس پر روشن ہوگئی کہ بل کے دام اسی کو ادا کرنے پڑیں گے اور رشیدہ چکمہ دے کر نکل گئے حالانکہ خود انور ہی نے آصف کو چائے کی دعوت دی تھی۔

آصف نے طوعاً و کرہاً بل کے دام چکائے اور ایک مفلوج آدمی کی طرح بدن ڈھیلا چھوڑ کر کرسی کے ایک طرف جھک گیا۔ اُسے آج کے منحوس دن پر غصہ آرہا تھا۔ کیونکہ آج صبح ہی سے برابر ہر جگہ چوٹ ہو رہی تھی.... اور انور نے تو تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی تھی۔ اب وہ تنہا بیٹھ کر مکھیاں تو مار نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ کیفے کاسینو ایک صاف ستھری جگہ تھی۔ لہٰذا آصف کو چھاتی پر صبر کی سل رکھنی ہی پڑی۔

✻

انور کی موٹر سائیکل کی رفتار کنگس لین میں داخل ہوتے ہی کم ہوگئی سولہ نمبر کی کوٹھی کے سامنے وہ رک گیا چند لمحوں کے بعد وہ برآمدے میں لگی ہوئی گھنٹی بجا رہا تھا۔ دروازہ خود پیملیا نے کھولا۔ انور اُسے پہچانتا نہیں تھا اُس نے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے مسز پیٹر سے ملنا ہے۔"

"اوہ....!" پیملیا کارڈ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "کرائم رپورٹر....!"

پھر وہ خالی خالی نظروں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"کیا چاہتے ہو۔" اُس نے آہستہ سے پوچھا۔

"تمہیں اس سے کیا سروکار....!" انور خشک لہجے میں بولا۔

پیملیا اس وقت خانگی لباس میں تھی اور انور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مکان کی مالکہ خود ہی گھنٹی کے جواب میں دروازے تک آئی ہوگی بہرحال وہ اسے خادمہ نہیں۔ تو پیملیا کی سیکریٹری ضرور سمجھا تھا۔

"میں ہی مسز پیٹر ہوں۔" پیملیا آہستہ سے بڑبڑائی۔

"اوہ معاف کیجئے گا۔" انور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "مسٹر جوزف بڑے اچھے آدمی تھے میں ان کی سوانح حیات شائع کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر اُن پر بھی تو ایک قتل کا الزام تھا۔" پیملیا نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"مجھے اس کہانی پر یقین نہیں۔" انور نے کہا۔ "یہاں کی پولیس ناکارہ اور کام چور ہے۔ سو میں پچھتر کیس ایسے ہوتے ہیں جن میں وہ یا تو دھوکا کھاتی ہے یا اپنی آسانی کے لئے جان بوجھ کر فرضی کہانیاں گھڑلیتی ہے۔ مجھے پیٹر سے ہمدردی ہے کیونکہ وہ میرا دوست تھا۔"

"اوہ.... اندر آجایئے۔" پیملیا کی آواز بڑی رسیلی تھی۔

انور اندر چلا گیا۔ وہ نشست کے کمرے میں آئے۔

"میں یہ بھی سمجھتا ہوں۔" انور کہہ رہا تھا۔ "پیٹر قتل کیا گیا ہے.... اور اس میں کسی آدمی کا ہاتھ ہے۔ درندے کی داستان بھی فرضی ہی معلوم ہوتی ہے۔"

"مگر مسٹر انور وہ بال میں نے بھی دیکھے تھے۔"

"ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے ایسے نشانات بڑی آسانی سے مہیا کئے جاسکتے ہیں۔"

پیملیا کچھ نہ بولی۔ وہ انور کے صحت مند جسم کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی آنکھیں بار بار اس کے خوبصورت چہرے پر جم جاتی تھیں۔۔۔۔ انور کہہ رہا تھا۔ "مسز پیٹر۔۔۔۔ اگر آپ میری تھوڑی بہت مدد کریں تو۔۔۔۔ قاتل کا سراغ مل سکتا ہے۔۔۔۔ اور آپ کو کرنا چاہئے۔"

"لیکن ہم کبھی نہیں ملے۔" پیملیا حیرت سے بولی۔

"یہ ایک افسوس ناک اتفاق ہے۔ میں نے اس کے لئے بہتیری تعلیمات کا ترجمہ کیا تھا۔ پیٹر آپ سے بہت محبت کرتا تھا اکثر کہا کرتا تھا کہ بدھ ازم ترک کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن میں پیملیا کے علاوہ سب کچھ ترک کرسکتا ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔!" پیملیا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

"آپ خود کو سنبھالئے ہمیں پیٹر کے قاتل سے انتقام لینا ہے۔" انور بولا۔ "میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ کو باہر لے جاؤں۔ اگر آپ سوگ میں پڑیں تو یہ پیٹر کی روح سے دشمنی ہوگی ہمیں اُس کے قاتل کو ڈھونڈنا ہے۔"

"مگر مسٹر۔۔۔۔ آنو۔۔۔۔" وہ اُس کے ملاقاتی کارڈ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "مسٹر انور۔۔۔۔ میں کسی پر اعتماد نہیں کرسکتی۔ میں اس دیس میں آکر لٹ گئی۔۔۔۔ تباہ ہوگئی۔"

"ٹھیک ہے۔" انور نے کہا۔ "اتنی جلدی کسی پر بھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے لیکن میں آپ اپنی اور پیٹر کی ایک یادگار تصویر دکھاؤں۔"

انور نے اپنے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر پیملیا کی طرف بڑھادی۔

اس میں جوزف پیٹر اور انور ایک ہی میز پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ پیٹر انور کی طرف پیسٹریوں کی پلیٹ بڑھا رہا تھا اُس کے ہونٹوں پر بے تکلفانہ انداز کی مسکراہٹ تھی انور نے اس تصویر پر بڑی محنت کی تھی اسے اُس نے ایک فوٹوگرافر کی دکان سے حاصل کیا تھا۔ حقیقتاً تصویر میں پیٹر کے ساتھ انور کی بجائے کوئی اور تھا انور نے بڑے فنکارانہ انداز میں اس کی تصویر اڑا کر کے اپنی فٹ کی تھی۔ بہرحال یہ سب کچھ اتنے سلیقے سے کیا گیا تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا

بھی اسے کیمرہ ٹرک نہیں کہہ سکتا تھا۔

"یہ کب کی تصویر ہے۔" پیملیا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اوہ یہ ہماری۔۔۔۔ آخری ملاقات ہے۔" انور مغموم لہجے میں بولا۔ "پیٹر میرے دفتر میں آیا تھا۔۔۔۔ اور اسٹاف فوٹوگرافر نے وہیں ہماری تصویر لی تھی افسوس۔۔۔۔ وہ کام نہ ہوسکا۔ ہم دونوں نے کرائسٹ اور مہاتما بدھ کی ملتی جلتی تعلیمات کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"اوہ۔۔۔۔!" پیملیا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

❁

اُسی رات کو انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید نے۔۔۔۔ انور اور پیملیا کو آرلکچو میں رمبا ناچتے دیکھا۔ پیملیا کے گداز جسم کی بوٹی بوٹی تھرک رہی تھی۔

"ہائیں۔۔۔۔!" حمید آنکھیں نکال کر سر کھجاتا ہوا بولا۔ "اس کا کیا مطلب۔"

"اسکا یہ مطلب ہے کہ انور واقعی بڑا ذہین ہے وہ بھی اُسی نتیجے پر پہنچا ہے جس پر میں پہنچا تھا۔"

"آپ دونوں غلط ہیں۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن ٹھہریئے۔ میں ابھی اس کی ساری ذہانت خاک میں ملا دیتا ہوں کیا آپ نے اُسے شریک کرلیا ہے۔"

"ابھی تک تو نہیں۔۔۔۔ جب ضرورت سمجھوں گا دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اب ہم محکمے کے آدمیوں سے کوئی مدد نہ لے سکیں گے۔"

"شکریہ۔۔۔۔ میں ابھی آیا۔"

حمید کو یاد آگیا کہ اُس نے رشیدہ کو کیفے ڈی سائپریس میں دیکھا تھا۔ جو آرلکچو سے زیادہ دور نہیں تھا۔

وہ فریدی کو وہیں چھوڑ کر اُس کی تلاش میں نکل گیا۔

پھر اُسے رشیدہ کو آرلکچو تک لانے میں دشواری نہیں ہوئی اس نے دوبارہ ٹکٹ خریدے اور رشیدہ سمیت رنگ ہاؤز میں داخل ہوگیا۔

رقص شباب پر تھا۔ حمید نے انور اور پیملیا کی طرف اشارہ کیا۔ رشیدہ اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔

"اُف فوہ۔۔۔۔!" وہ بڑبڑائی۔ "آخر یہ انور مجھ پر ہی یہ کیوں ظاہر کرتا ہے کہ اُسے عورتوں سے نفرت ہے۔"

"اب تم ہی سمجھو۔" حمید لاپروائی سے بولا۔ "اس کے برخلاف میں تم سے اتنی....!"

"آپ اپنی بات تو رہنے ہی دیجئے۔" رشیدہ چڑ کر بولی۔

"کاش تم میرے دل کے درد کو سمجھ سکتیں....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"زیادہ رومانی بننے کی کوشش نہ کرو۔" رشیدہ کی نظریں بدستور انور اور اس کی ہم رقص پر جمی رہیں۔

"کیا میں تم سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن وہ ہے کون۔" رشیدہ حمید کی طرف مڑی۔

"پتہ نہیں.... تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میں رقص کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"رشو ڈیئر۔"

"اے.... دیکھو تم مجھے اس طرح مخاطب نہ کیا کرو۔"

"آج.... اچھا....!" حمید نے دفعتاً اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ دونوں رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں آگئے۔ رشیدہ جھنجھلا کر حمید کے شانے پر چٹکیاں لے رہی تھی۔

"رشو! تم چاندنی ہو۔" حمید آہستہ سے اُس کے کان میں بولا۔

"میں تمہیں یہیں گرا کر ماروں گی۔"

وہ انور اور اس کی ہم رقص کے قریب سے گذر رہے تھے۔

"دوسروں پر ڈاکہ ڈالنے سے پہلے ہی آدمی لٹ جاتا ہے۔" حمید اتنے زور سے بولا کہ موسیقی کے شور کے باوجود بھی انور نے سن لیا۔ وہ مڑ مڑ کر انہیں گھور رہا تھا۔

"یہ رقابت کا معاملہ تو نہیں۔" رشیدہ بولی۔

"لاحول.... میں تو اُسے جانتا بھی نہیں۔" حمید نے کہا۔ "لیکن ذرا انور کو دیکھو تمہیں دیکھ لینے کے باوجود بھی اس طرح نظر انداز کر رہا ہے جیسے تمہیں جانتا ہی نہیں۔"

"تو اس سے کیا ہوا۔"

حمید چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اب انور اور اس کی ہم رقص نظر نہیں آ رہے تھے۔ غالباً وہ آگے بھیڑ میں تھے۔

"کاش....!"

"میں اب کچھ نہیں سنوں گی۔" رشیدہ جھنجھلا کر بولی۔ "مجھے الو نہ بناؤ۔"

"اوہو! اتنی حسین عورت اُلو کیسے بن سکتی ہے.... ویسے میں تم پر اُلو کا میک اپ ضرور کر سکتا ہوں۔"

"ہاں بس تم ایسی ہی باتیں کیا کرو۔" رشیدہ مسکرا کر بولی۔ "رومانی بننے کی کوشش کرتے ہو تو گدھے نظر آنے لگتے ہو۔"

"مگر مجھے اپنا گدھا پن ہی اچھا لگتا ہے۔ گدھے بھی پسند ہیں.... کیونکہ نہ تو وہ شعر کہتے ہیں اور نہ وقت بے وقت بور کرتے ہیں۔ گدھا تو بڑی عظیم تخلیق ہے۔ رشو ڈیئر! اگر تم کسی گدھے سے شادی کر لو تو۔"

"بکو نہیں....!" رشیدہ بگڑ گئی۔

"گدھے بڑے سعادت مند شوہر ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ میں تو بعض اوقات یہ سوچنے لگتا ہوں گدھے کو شوہر ہی کیوں نہیں کہا جاتا۔"

"حمید.... مجھے جانے دو۔" رشیدہ نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ مگر حمید کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

"کیوں.... اپنا مذاق اڑاؤ گی۔ میں تو بہت ہی بے حیا قسم کا آدمی ہوں۔ اگر تم مجھے مار بھی بیٹھو گی تو.... جانتی ہو کیا ہو گا۔"

"کیا ہو گا....؟"

"لوگ مجھے تمہارا شوہر سمجھیں گے۔ گدھے چوں بھی نہیں کرتے۔"

رشیدہ کچھ نہ بولی۔ وہ چپ چاپ حمید کے ساتھ رینگتی اور تھرکتی رہی۔ اُس کے پیر غلط پڑ رہے تھے لہٰذا اسے رینگنا اور تھرکنا ہی کہا جا سکتا ہے۔

"رشو ڈیئر۔" حمید نے پھر چھیڑا۔ "یقیناً تمہیں دکھ ہوا ہو گا۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کیا بک رہے ہو تم۔ مجھے کیوں ہو گا افسوس....! کیا میں انور کی بیوی ہوں۔"

"مگر.... وہ.... مم....!"

"بس زبان بند! ہم صرف دوست ہیں۔"

"ابسن کی Un Womanly Woman بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہ سب بکواس ہے۔"

"اوہو! تو اب تم مجھ پر اپنے مطالعہ کا رعب ڈال رہے ہو۔" رشیدہ ہنس کر بولی۔

"لیکن تم اُلو ہو.....!"

"افسوس اے حور روش او پری تمثال وائے عشوہ گرو آگیا بیتال.... میں، تم سے مم....!"

"شٹ اپ.... میرا مضحکہ نہ اڑاؤ۔"

دفعتاً کچھ دور پر بھیڑ میں ایک تیز قسم کی نسوانی چیخ سنائی دی۔ رقاصوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ چھوڑ دیئے وہ سب ایک طرف جھپٹ رہے تھے۔

حمید بھی رشیدہ کو وہیں چھوڑ کر اُس طرف لپکا۔ کئی طرح کی ملی جلی آوازیں ہال میں گونج رہی تھیں۔

اُس نے دیکھا.... پیملیا فرش پر پڑی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی اور انور آنکھیں پھاڑے اُسے گھور رہا تھا۔ سب کی توجہ کا مرکز پیملیا بنی ہوئی تھی۔ انور کی طرف کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

کسی نے انور کے شانے پر پیچھے سے ہاتھ رکھ دیا۔ انور مڑا اور حمید نے اُسے بھیڑ سے نکلتے دیکھا.... حمید اُس ہاتھ کو پہچانتا تھا۔ وہ فریدی کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا۔

کچھ عورتوں نے پیملیا کو فرش سے اٹھانا چاہا لیکن انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کئی من وزنی لوہا اٹھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اچانک پیملیا نے اپنے ہاتھ پیر تان دیئے اور اُس کی ہڈیوں کی کڑکڑاہٹ سینکڑوں آدمیوں نے سنیں۔ بس ایسا معلوم ہوا جیسے اس کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا ہو...

دوسرے لمحے میں فرش پر ایک لاش نظر آ رہی تھی حمید نے کچھ دیر پہلے بھی وہ چہرہ دیکھا تھا لیکن اب وہ اُسے پہچان نہیں سکتا تھا ناک ٹیڑھی ہو گئی تھی اوپر کا ہونٹ مڑ کر ناک سے جا ملا تھا.... اور دانت.... بڑے خوفناک معلوم ہو رہے تھے وہ کسی انسان کی لاش نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"کوئی.... کمرے سے باہر نہیں جائے گا۔" دفعتاً ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ "پولیس۔"

ادھر اُدھر ہال کے دروازے بند ہو گئے۔ ہر ایک اپنی جگہ پر جم گیا تھا۔ حمید نے فریدی کو دیکھا.... وہ آرکسٹرا کے قریب کھڑا مجمعے کو گھور رہا تھا۔

۴

خوفناک درندہ

پولیس کی آمد میں دیر نہیں لگی۔ اتفاق سے کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش ہی ڈیوٹی پر تھا

فریدی نے اُسی کو فون کیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ مرنے والی جوزف پیٹر کی بیوی پیملیا تھی۔ انسپکٹر جگدیش آصف کو اطلاع دے کر یہاں آیا تھا اُسے معلوم تھا کہ جوزف پیٹر اور عرفانی والا کیس اسی کے سپرد کیا گیا ہے۔

فریدی نے خاص طور پر حمید کی توجہ ایک چیز کی طرف مبذول کرائی۔ بھورے رنگ کے بڑے بڑے بال لاش کے گرد بکھرے ہوئے تھے پھر وہ دونوں لاش کے پاس سے ہٹ آئے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ کوتوالی انچارج کیا کر رہا ہے کوتوالی انچارج کو اب دراصل انسپکٹر آصف کا انتظار تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ شاید فریدی اپنے آفیسروں سے لڑ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کیس اُسے نہیں سونپا گیا۔ ورنہ اس قسم کے پیچیدہ کیسوں کے لئے محکمے میں فریدی کے علاوہ اور کون تھا۔

رشیدہ بھی اُن دونوں کے پاس ہی آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"انور کہاں ہے۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"گھر گیا۔" فریدی نے جواب دیا۔ "کسی سے اس کا تذکرہ نہ آنے پائے کہ انور اُس کے ساتھ ناچ رہا تھا۔"

رشیدہ کچھ نہ بولی۔ مجمع باہر نکلنے کے لئے بے چین تھا لیکن.... اُسے رکنا ہی پڑا۔ انچارج آصف کے آنے سے پہلے دروازہ نہیں کھلوانا چاہتا تھا۔

"اور وہ بال۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا تم نے کوئی درندہ دیکھا تھا۔" فریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"نہیں تو.... غالباً کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔"

"پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس بار وہ درندہ کھال میں نہیں تھا بلکہ صرف تھوڑے سے بال اپنے ہمراہ لایا تھا.... کیا سمجھے؟"

"غالباً آصف اور سنگھ کا انتظار ہے۔" حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پتہ نہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

انسپکٹر آصف آ گیا تھا.... وہ سیدھا لاش کی طرف گیا۔ دو ہی تین منٹ بعد اس کا رخ فریدی اور حمید کی طرف تھا۔

"تم یہاں کیسے۔" آصف نے پوچھا۔

"اوہ! تو اب کیا میری بھی نگرانی ہونے لگی ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" آصف گڑبڑا کر بولا۔ "کیا تم پہلے سے یہاں موجود تھے۔"

"ظاہر ہے۔ اگر موجود نہ ہوتا تو جگدیش کو فون کیسے کرتا اور تمہیں کیوں کر اطلاع ہوتی۔ لیکن خدارا.... مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔"

"فرض کرو اگر میں پوچھوں تو۔"

"تب مجبوری ہے۔" فریدی اپنے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "مجھے صاف صاف بتا دینا پڑے گا کہ میں یہاں اپنے محکمے کے بعض آفیسروں کی عقلوں کے کفن کیلئے چندہ اکٹھا کرنے آیا تھا۔"

"تم آئی جی صاحب پر چوٹ کر رہے ہو۔"

"تمہارا ظرف نظر ہے.... جسے چاہو سمجھ لو۔"

آصف کچھ نہ بولا۔ وہ چند لمحے لاش کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس کا ہم رقص کون تھا؟"

"میں پھر تمہیں اپنا مشغلہ یاد دلاؤں گا۔" فریدی خفیف سا مسکرا دیا۔

"تم جانتے ہو کہ اس قسم کی معلومات چھپانا جرم ہے۔"

"اوہ.... ایسا ہے۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا اب میں ضرور قانون کا مطالعہ کروں گا۔"

"آؤ حمید چلیں.... ہمیں اسی وقت سے یہ نیک کام شروع کر دینا چاہئے۔"

"دروازے بند ہیں۔" آصف بھنا کر بولا۔ "اور میری اجازت کے بغیر نہیں کھل سکتے۔"

"میں دروازوں سے استدعا کروں گا کہ وہ تم سے اجازت طلب کریں۔"

"لونڈے ہو۔" آصف اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "خیر دیکھ لوں گا۔"

"مجھے تمہارے بڑھاپے پر رحم آتا ہے۔" فریدی کی ہنسی بڑی زہریلی تھی۔

آصف نہ جانے کیا کیا بکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ پھر وہ دونوں اسے لاش پر جھکا ہوا دیکھ رہے تھے۔

"لوگ بُرے پھنسے۔ مجھے دروازے نہ بند کرانا چاہئے تھا۔" فریدی بولا۔ "اب پتہ نہیں کب تک یہ حضرت جھک مارتے رہیں۔"

دفعتاً آصف پھر تیر کی طرح ان کی طرف آیا۔ اس بار وہ رشیدہ کو گھور رہا تھا۔

"تم یہاں کیسے ہو۔" اُس نے سوال کیا۔

"شکریہ.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" رشیدہ نے سنجیدگی سے کہا اور حمید کو ہنسی آ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی۔" آصف حمید کی طرف گھوم پڑا۔

"آصف صاحب! ذرا ہوش میں۔ میں مارتا پہلے ہوں۔ اس کے بعد چاہے زندگی بھر سہلاتا ہوں۔ آپ اپنی انسپکٹری کا رعب مجھ پر نہ جھاڑیئے گا۔ اگر ہم خود ہی اپنی ترقیوں کو نہ ٹھکراتے رہتے تو اس وقت تم مجھے سلیوٹ کرتے.... اب زبان سے کچھ نہ نکلے ورنہ خدا کی قسم یہیں پٹخ کر ماروں گا.... اور ملازمت پر تو اب ہم خود ہی لعنت بھیجنے والے ہیں۔"

"ارے.... ارے.... خاموش.... خاموش۔" فریدی اسے دوسری طرف گھسیٹ لے گیا۔

آصف اُن دونوں کو گھورتا رہا۔ پھر وہ جھینپ مٹانے کے لئے رشیدہ سے باتیں کرنے لگا۔

"میں ماروں گا۔" حمید مچل رہا تھا۔

"کیا گدھا پن ہے چین سے رہو۔ تمہیں اس کی توہین نہ کرنی چاہئے تھی۔ بوڑھا آدمی ہے۔"

"آپ ہمیشہ مجھے ہی دباتے رہتے ہیں کیا لغویت ہے کیا میں اس کے باپ کا نوکر ہوں۔"

"اوہ جانے دو بھئی.... کسی طرح دروازے کھلنے چاہئیں.... ورنہ یہ الو زندگی تلخ کر دے گا۔"

شائد آصف کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس نے پیملیا کے ہم رقص کے متعلق لوگوں سے پوچھ گچھ کی.... لیکن کسی نے کوئی تشفی بخش جواب نہ دیا۔ آخر تھک ہار کر اُسے دروازے کھلوانے ہی پڑے۔

❁

دوسرے دن کے اخبار میں پھر سنسنی خیز سرخیاں نظر آئیں۔ پیملیا کی پُراسرار موت پر کئی زاویوں سے روشنی ڈالی گئی تھی اُن پُراسرار بالوں کا تذکرہ بھی تھا جو اُس کے شوہر کی لاش کے قریب پائے گئے تھے یہ خیال تو سبھی نے ظاہر کیا تھا کہ اُس کی موت بھی حرکت قلب ہی کے بند ہو جانے پر واقع ہوئی تھی.... لیکن دوپہر کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ایک دوسری ہی کہانی سنائی۔

اس کے مطابق پیملیا کسی خطرناک قسم کے زہر کا شکار ہوئی تھی۔ پوسٹ مارٹم کے دوران میں اس کی بائیں ران پر ایک ایسا نشان پایا گیا تھا جو کانٹا یا سوئی چبھنے کا نتیجہ ہو سکتا تھا۔ انجکشن کے خیال کی تردید کی تھی۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ وہ کانٹا یا سوئی بجائے خود زہریلی تھی.... معدے

میں زہر کے اثرات نہیں پائے گئے یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل تھی کہ زہر کسی خارجی طریقے سے اُس کے نظام عصبی پر اثر انداز ہوا۔

انسپکٹر آصف اور انسپکٹر سنگھ کو چکر آنے لگے تھے۔

اُسی شام کو محکمہ سراغ رسانی کے ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی اور حمید کو اپنی کوٹھی پر آنے کی دعوت دی پورے محکمہ میں یہی ایک آفیسر تھا جسے ان دونوں سے ضد نہیں تھی اور صرف یہی ایک ایسا آفیسر تھا جس کا فریدی صحیح معنوں میں احترام کرتا تھا۔

"آصف نے تم دونوں کی شکایت کی ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرا کر بولا۔

فریدی اس پر سارے واقعات دہراتا ہوا بولا۔ "اب آپ خود ہی سوچ سکتے ہیں کہ زیادتی کس کی ہے.... وہ حضرت خواہ مخواہ حمید کے منہ لگا کرتے ہیں۔ حمید میرا اسسٹنٹ ہے اس لئے کسی دوسرے کو اس سے سروکار نہ رکھنا چاہئے۔ میرا اس پر کیا برتاؤ ہے یہ میرا نجی معاملہ ہے۔ میں اسے اپنے بھائی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔"

"میرے خیال سے بات کچھ اور ہے آصف کا خیال ہے کہ تم ان وارداتوں کے متعلق کوئی خاص بات جانتے ہو جسے چھپا رہے ہو۔"

"اس کا خیال بالکل درست ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ایک نہیں درجنوں باتیں جانتا ہوں اور یہ بات صرف آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ میں نجی طور پر اس کیس سے دستبردار نہیں ہوا کیونکہ عرفانی سے میرے قریبی تعلقات تھے اور میں اس سازش کے سرغنہ کی کھوپڑی توڑے بغیر نہ رہوں گا۔"

"لیکن سنو....!" ڈی۔ آئی۔ جی مشفقانہ انداز میں بولا۔ "فی الحال نہ جانے کیوں آئی۔ جی صاحب تم سے خوش نہیں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں انہیں انگریزوں سے عشق ہے۔" فریدی نے تنفر سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ کر دیا گیا ہے.... یہ میری کھلی ہوئی توہین ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی مجھے مجبور نہ سمجھے۔ مجھے خدا کے بعد اپنے بازوؤں پر بھروسہ ہے۔"

"کیا تم.... اس عورت کے ہمرقص سے واقف ہو۔"

"جی ہاں.... لیکن وہ میرا آدمی تھا۔ میں شروع ہی سے یہ سمجھتا تھا کہ پیملیا بہت کچھ جانتی ہے

لیکن اس کے ساتھیوں کو اس پر اعتماد تھا اسی لئے وہ اب تک بچی رہی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ میں جال اس کے گرد مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں تو انہوں نے اُسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"ہمرقص کون تھا۔"

"کرائم رپورٹر انور۔"

"اوہ....!"

"لیکن یہ اطلاع صرف آپ کے لئے ہے۔ میں نے آپ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔"

"تم مطمئن رہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی سگار کا ڈبہ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "لو پیئو۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم بے تحاشہ سگار پیتے ہو۔"

فریدی نے سگار لے لیا۔

"تم....!" ڈی۔ آئی۔ جی حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں نہیں پیتا۔" حمید نے شرما کر کہا۔

"میں نے سنا ہے تم بہت شیطان ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنسنے لگا.... اور حمید کسی کنواری لڑکی کی طرح سچ مچ اور زیادہ شرما گیا۔

"میں آپ سے کیا عرض کروں کہ یہ کتنا عظیم آدمی ہے۔" فریدی بولا۔

"میں جانتا ہوں.... لیکن تم دونوں کو نصیحت کروں گا کہ جو کام کرو احتیاط سے کرو۔ اس وقت حالات تمہارے ناموافق ہیں۔"

"ہم پورا پورا خیال رکھیں گے۔"

"اور حالات سے مجھے باخبر رکھنا۔"

"میں نے ہر موقع پر یہی کیا ہے۔"

"اور ہاں کسی دن.... بچے تمہارے عجائبات کا ذخیرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور.... بڑے شوق سے۔ جب دل چاہے۔ مجھے صرف ایک گھنٹہ قبل اطلاع کرا دیجئے گا۔"

"تم کہو گے آج میں نے فرمائشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ میرے بڑے لڑکے کو تو جانتے ہی ہو گے۔"

"جی ہاں.... وہ جو تار جام میں اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔"

"ہاں.... اُسے بلڈ ہاؤنڈ کا ایک جوڑا چاہئے۔ مجھ سے کہا تھا کہ تم سے سفارش کروں۔"

"اوہو.... اس میں سفارش کی کیا بات۔ میرے پاس اس وقت چار جوڑے ہیں۔ جو پسند ہو لے لیں۔"

"کل کتنے کتے ہیں تمہارے پاس۔"

"چھیالیس....!"

"اوہ.... اور سانپ.... آخر سانپوں سے تمہیں کیوں اتنی دلچسپی ہے۔"

"میں خود بھی نہیں جانتا۔ لیکن سانپ مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔"

"تمہارے شوق.... انتہائی عجیب و غریب ہیں۔ لیکن خطرناک بھی ہیں۔ تم شادی کیوں نہیں کرتے۔"

"ابھی دل نہیں چاہتا۔" فریدی نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"کوئی ٹریجڈی....!" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرایا۔

"نہیں صاحب! مجھے کبھی ادنیٰ قسم کا جانور بننے سے دلچسپی نہیں رہی۔ میں جنسیت کو ایک سیدھا سادا مسئلہ سمجھتا ہوں جسے آدمی جیسے سمجھدار جانور کے لئے اتنا پیچیدہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ شاعری کرنے لگے۔"

"بڑے خشک آدمی ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنسنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پیملیا کی موت کا ذمہ دار کون ہے۔ مگر میں ابھی اُس کے پیچھے لگنا نہیں چاہتا۔ ورنہ وہ اس کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔"

"کون ہے؟"

"برنارڈ.... یہاں کے مشہور لوگوں میں سے ہے۔ لیکن ہمارے پاس ابھی تک اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔"

✿

رات تاریک اور خنک تھی۔ فریدی اور حمید دن بھر کی تھکن کے بعد آرام کرنے جا رہے تھے کہ انور آ گیا۔ شاید وہ بھی دن بھر کا تھکا ہوا تھا۔ کیونکہ اس کے چہرے پر کسلمندی کے آثار تھے۔

"آپ نے ٹھیک کہا تھا۔" وہ فریدی کو مخاطب کر کے بولا۔ "آصف سچ مچ میرے پیچھے لگ

گیا ہے۔"

"لیکن! یہ نہ سمجھو کہ اُسے تم پر شبہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اُس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہے کہ تم ہی پچھلی رات کو پیملیا کے ہم رقص تھے۔"

"پھر.... وہ کیوں آج سارا دن میرا تعاقب کرتا رہا۔"

"اوہ سیدھی سی بات ہے اُسے یقین ہے کہ میں اس کیس سے دستبردار نہیں ہوا۔ اور تم میرے لئے کام کر رہے ہو۔ لہٰذا وہ تمہاری نگرانی کر کے جرم کے متعلق میرے نقطہ نظر کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

انور ہنس کر بولا۔ "لیکن وہ بھی کیا یاد کرے گا۔ آج میں نے اُسے اتنا دوڑایا ہے کہ کل شاید میری طرف رخ کرنے کی بھی ہمت نہ کر سکے۔"

"خیر اُس کام کا کیا رہا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"برنارڈ کے چھ ملاقاتیوں کے نام اور پتے میں نے نوٹ کئے ہیں۔" انور نے جیب سے ڈائری نکالتے ہوئے کہا.... پھر حمید سے بولا۔ "لکھ لو۔"

حمید نے جیب سے اپنی ڈائری نکال کر پتے نوٹ کئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔

"اُن میں ایک نام قابل غور ہے۔ لیمبرٹ آرتھر.... اسے تم نے کہاں دیکھا تھا۔"

"برنارڈ کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہ اپنی بغل میں ایک بڑا سا پیکٹ دبائے ہوئے تھا۔"

"ہوں! اور آصف تم سے کتنے فاصلے پر تھا۔"

"آصف اُس وقت مجھے کھو چکا تھا۔" انور ہنس کر بولا۔ "میں اُسے ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی ہو گئی۔

"لیکن...." انور سگریٹ سلگا کر بولا۔ "آصف اُس وقت موجود تھا جب میں نے ایک عجیب غریب منظر دیکھا تھا کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے جوزف پیٹر اور پیملیا کو زندہ دیکھا ہو گا۔"

"ہاں ہاں یار....!" حمید جماہی لے کر بولا۔ "نیند آ رہی ہے اس لئے یقین کر لیں گے۔"

"زندہ دیکھا....؟" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نے ان دونوں کو ایک کار میں سوار ہوتے دیکھا تھا.... اور کار کی روانگی کے بعد میں

نے آصف کی بدحواسی بھی دیکھی تھی۔ وہ کافی دور تک اس کے پیچھے دوڑتا چلا گیا تھا۔ میں بھی
پیدل ہی تھا اور وہ جگہ ایسی تھی کہ دور دور تک ٹریفک کا پتہ نہیں تھا۔"

"کہاں دیکھا تھا۔"

"پولو گراؤنڈ کے قریب۔"

"اوہ....!" فریدی کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں اور پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"قاسم نے بھی عرفانی کا بھوت دیکھا تھا۔"

"انور.... یہ غپ تو نہیں ہے۔" حمید نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"آصف سے تصدیق ہو جائے گی۔" انور بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"مجرم جاگ رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "کم از کم وہ میری اور میرے ساتھیوں کی نقل و
حرکت سے تو ہر وقت باخبر رہتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"قاسم حمید کا دوست ہے اس لئے اس نے عرفانی کا بھوت دیکھا۔ تم میرے لئے کام کر رہے
ہو اس لئے تمہیں بھی دو مردے نظر آئے.... وہی کھیل جو پرانا بھی ہے اور گندہ بھی پمیلا کی
لاش کے قریب ویسے ہی بال پائے گئے تھے جیسے اُس کے شوہر کی لاش کے قریب ملے تھے۔ ظاہر
ہے کہ اگر وہ درندہ رنگ ہاؤز کے کیشیر [illegible] میں داخل ہوا ہوتا تو سینکڑوں کی نظریں اُس پر پڑتیں
لیکن بالوں کی موجودگی اُسی درندے کی کہانی سناتی ہے۔ وہی پرانا اور گندہ کھیل.... بھوت
پریت۔ مجرم چالیں ضرور چل رہے ہیں مگر ان چالوں میں کچا پن ہے۔ ان باتوں کی اہمیت اُس
وقت ختم ہو جاتی ہے جب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ زہر کا افسانہ سناتی ہے۔"

"لیکن یہ تو دیکھئے کہ قاسم نے عرفانی کا بھوت جیراللہ کے یہاں دیکھا تھا۔" حمید نے کہا

"اگر آپ کی بات مان بھی لی جائے تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کیا جیراللہ احمق ہے۔ اگر اس نے دیدہ
دانستہ اپنے یہاں قاسم کو عرفانی کا بھوت دکھایا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود ہی پولیس کو اپنے
پیچھے لگانا چاہتا ہے۔"

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ دفعتاً کمپاؤنڈ میں کتے بھونکنے لگے۔ بیک وقت
چھیالیس کتوں کا شور تھا۔

"کیا ان کم بختوں کو فرنجک ہو گئی ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔

پھر انہوں نے نوکروں کی بھی چیخیں سنیں۔ وہ جھپٹ کر برآمدے میں آئے۔ ایک نوکر
کرسی میں اٹک کر فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا اور بقیہ اندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ابھی باہر کی
روشنی گل نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے کمپاؤنڈ میں اندھیرا نہیں تھا۔ انہوں نے پھاٹک کے قریب
ایک طویل القامت اور خوفناک بن مانس دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی لکڑی تھی.... اور
وہ اسی لکڑی سے رکھوالی کرنے والے السیشین کتوں پر جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔

"حمید.... رائفل۔" فریدی چیخا۔ حمید بھاگتا ہوا اندر چلا گیا.... چاروں السیشین بن مانس
پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ اتنے میں رائفل آ گئی۔ حمید ٹارچ بھی لیتا آیا تھا.... فریدی نے دو فائر
کئے۔ پہلے فائر پر بن مانس نے قلابازی کھائی۔ پھر اٹھا لیکن دوسرے فائر نے اُسے ٹھنڈا کر دیا۔

وہ تینوں گم سم برآمدے میں کھڑے رہے پھر آگے بڑھے۔ السیشین بڑے جوش و خروش
کے ساتھ مردہ بن مانس کو جھنجھوڑ رہے تھے۔ فریدی نے انہیں الگ کیا۔

بن مانس کا قد کسی انتہائی لمبے آدمی کے قد سے کم نہیں تھا۔ اس لئے حمید کو توقع تھی کہ
بھورے رنگ کے بالوں والی کھال کے نیچے کوئی آدمی ہی برآمد ہو گا۔

لیکن اُسے نہ صرف مایوسی ہوئی بلکہ حیرت بھی ہوئی جب کہ وہ سو فیصدی بن مانس ہی ثابت
ہوا۔ لیکن ایک عجیب و غریب بن مانس جس کے بال بھورے تھے اور قد ایسا کہ شائد اس سے قبل
اتنا طویل القامت بن مانس دنیا کے کسی حصے میں نہ دیکھا گیا ہو۔

"درندہ....!" فریدی بڑبڑایا۔ "اس کے بال ویسے ہی ہیں جیسے ان دونوں لاشوں کے قریب
ملے تھے۔ حمید سارے کتے کمپاؤنڈ میں آزاد چھوڑ دو اور انور اب تم اس وقت واپس نہیں جاؤ گے۔"

حمید اور وہ لڑکی

پچھلی رات کے واقعے پر پھر فریدی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ لیکن سرجنٹ حمید کے ذہن
میں کئی گتھیاں تھیں۔ اس درندے کو دیکھنے سے قبل اس کا خیال تھا کہ مجرم معاملات کو پُراسرار
بنانے کے لئے اپنے شکاروں کے بھوتوں کی نمائش کر رہے ہیں اور اس کا سلسلہ انہوں نے جوزف

کی موت کے بعد ہی سے شروع کر دیا تھا اس کی لاش کے قریب بالوں کی موجودگی کسی درند
ہی کی طرف اشارہ کرتی تھی لیکن اُس درندے کو کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ اس پر فریدی نے خ
ظاہر کیا تھا کہ شاید اس کا قاتل کسی درندے کی کھال میں آیا ہو۔ بات قابل قبول تھی....
پیملیا بھرے مجمعے میں ختم ہو گئی۔ اس کی لاش کے قریب بھی ویسے ہی بال پائے گئے لیکن در
دکھائی نہ دیا۔ اس سے فریدی کے قائم کردہ نظریئے کو تقویت پہنچتی تھی۔ یعنی اس درندے ک
میں کوئی آدمی ہی کام کر رہا تھا.... مگر پچھلی رات.... جب انہوں نے اُس درندے کو دیک
اس نظریئے کا قریب قریب خاتمہ ہی ہو گیا اور اس بات میں بھی کوئی وزن نہ رہ گیا کہ وہ د
کوئی مافوق الفطرت ہستی تھا اگر یہ بات ہوتی تو وہ معمولی جانداروں کی طرح رائفل کی گولی سے
نہ ہو جاتا۔ اب تو یہ بھی سوچنا پڑ رہا تھا کہ اس معاملے میں کسی آدمی کا ہاتھ ہے بھی یا نہیں....
اول تو اس سائز کا بن مانس ہی آج تک دریافت نہیں ہوا تھا۔ دوسری بات یہ کہ ا
بھرے پُرے شہر میں آیا کہاں سے۔ اگر وہ کسی کا پالتو تھا تب بھی اس کی شہرت کم از کم ا
کانوں تک ضرور پہنچ جاتی کیونکہ یہ بن مانس ایک عجوبہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کے پالنے وا
اسے صندوق میں بند کر کے تو رکھا نہ ہو گا....

ناشتے کی میز پر مکمل خاموشی تھی۔ فریدی، حمید اور انور اپنے اپنے خیالات میں الجھے
تھے۔ دفعتاً انور بولا۔ ''آپ اس کی لاش کو کیا کریں گے۔''

''مشتہر کروں گا۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''کیا تم چار گھنٹوں کے اندر اندر اپنے اخ
ورق والا مخصوص ضمیمہ چھاپنے کا انتظام کر سکو گے۔''

''ضرور.... یہ تو بڑا اچھا خیال ہے۔ خصوصاً میں اپنی رپورٹ سے بڑے اچھے پیسے بنا
لیکن کیا آپ یہ ظاہر کریں گے کہ آپ نے اس کا شکار اپنے گھر پر کیا ہے۔''

''نہیں.... لڑکال جنگل میں۔'' فریدی بولا۔

دفعتاً حمید چونک کر فریدی کو گھورنے لگا اُس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

''کیا کہا آپ نے۔'' حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''صبر.... فرزند.... صبر....!'' فریدی مسکرا کر ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔

حمید بیٹھ گیا۔ لیکن وہ شدت جذبات سے پھٹا پڑ رہا تھا۔ انور نے حیرت سے اس کی

دیکھا لیکن فریدی نے اسے باتوں میں الجھا دیا۔ ''ہاں دیکھو.... رپورٹ میں اس درندے کے
بالوں کا تذکرہ ضرور آئے اور ان بالوں سے متعلق بھی کوئی کانٹے کی بات ہو جو ان دونوں لاشوں
کے قریب پائے گئے تھے۔''

انور ناشتہ چھوڑ کر لکھنے کی میز پر جا بیٹھا.... فریدی نے حمید سے کہا۔

''حمید تم ذرا کیمرہ وغیرہ ٹھیک کرو۔ اخبار میں تصویریں بھی ہوں گی مختلف زاویوں سے۔''

سارے مراحل طے ہو جانے کے بعد انور چلا گیا۔

''اب بتایئے۔'' حمید فریدی کو جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ ''آپ نے مجھے اتنے دنوں تک تاریکی میں
کیوں رکھا۔''

''تو تم سمجھ گئے۔''

''اب اتنا گاؤدی بھی نہیں ہوں لیکن یہ بتایئے! لڑکال جنگل کا نام اچانک آپ کے منہ سے
نکلا تھا یا آپ پہلے سے سوچ چکے تھے۔''

''نام تو اچانک ہی نکلا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جنگل کا نام لوں۔ اچانک یہ نام ذہن میں گونجا
در ساتھ ہی تعلیمی تاش کے وہ پتے بھی یاد آ گئے لڑکے کی تصویر اور لڑائی کا نقشہ.... لڑائی کو
نگ کر دو۔ لڑکا کے ساتھ وہ لام ملالو کارڈ کا حرف ہے۔ اس طرح لڑکال بنتا ہے اور جنگ کے
اتھ لام ملانے سے جنگل۔ عرفانی کے ساتھ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو وہ بھی اس معاملے کی
یہ تک پہنچ جاتے۔ ظاہر ہے کہ بن مانس جنگلوں ہی میں رہتے ہیں۔ گھنے جنگلوں میں....
ستوائی خطوں کے جنگل کہہ لو لیکن ہم خط استوا پر نہیں رہتے۔ لہٰذا قدرتی بات ہے کہ ہمارا ذہن
نا جنگل ضرور ڈھونڈے گا اور اس علاقے میں صرف ایک ہی گھنا جنگل ہے جو دس میل کے رقبہ
ں پھیلا ہوا ہے اور یہ ہے لڑکال جنگل.... لیکن.... اس بیچارے جنگل میں معمولی بندر بھی
ایدی ہوں۔''

''تو پھر اگر اس گروہ کا تعلق لڑکال جنگل سے ہے تو اس خبر پر اس کے افراد بُری طرح چونکیں گے۔''

''یقیناً....!'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''لیکن اب ہمیں ہر وقت ہوشیار رہنا پڑے گا۔ اوہ
ح ابھی تک اخبار بھی نہیں دیکھا.... ذرا سرخیاں پڑھ جاؤ۔''

حمید نے میز پر سے اخبار اٹھایا اور بلند آواز سے سرخیاں پڑھنے لگا۔ ایک جگہ وہ رکا اور اس کی

نظریں تیزی سے پوری خبر پر دوڑتی چلی گئیں۔

"کیا بات ہے.... رک کیوں گئے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ آنکھیں بند کئے آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔

"سنئے....!" حمید جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ "مسٹر اور مسز جوزف پیٹر کے بھوت انگلش سفارت خانے میں.... ۱۴ر ستمبر گیارہ بجے شب کو انگلش سفارت خانے میں بھگدڑ مچ گئی۔ انگلستان کے سفیر کل گیارہ بجے شب کو ایک اہم دستاویز ترتیب دے رہے تھے کہ اچانک ان کے کمرے میں ان کے دو ایسے شناسا داخل ہوئے جن کی موت حال ہی میں واقع ہوئی تھی یہ پُر اسرار طریقے پر مرنے والے مسٹر اور مسز جوزف پیٹر تھے وہ دونوں حسب دستور اپنے قدیم مخصوص تکلفانہ انداز میں ہز ایکسیلنسی کی طرف بڑھے.... اور ہز ایکسیلنسی اپنے ہوش و حواس پر قابو نہ رکھ سکے۔ جب انہیں ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ وہ دستاویز اور کئی دوسرے اہم کاغذات جو حکومت برطانیہ کے بعض اہم رازوں سے تعلق رکھتے تھے غائب ہو گئے۔ اس حیرت انگیز واقعے کی بنا پر سفارت خانے میں سنسنی پھیل گئی ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دی گئی ہے لیکن سفارت خانہ نجی طور پر بھی کچھ کر رہا ہے۔"

حمید خبر پڑھ چکا تھا.... اور کمرے میں قبرستان کی سی خاموشی تھی۔

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ.... وہ بھوت خاص طور پر ہمیں دکھانے کے لئے نہ بنائے گئے تھے۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

فریدی خاموشی سے چھت کی طرف دیکھتا رہا۔

❋

شام ہوتے ہوتے فریدی کی کمپاؤنڈ میں خاصی بھیڑ ہو گئی۔ اسٹار کا ضمیمہ شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔

محکمہ پولیس اور سراغ رسانی کے قریب قریب سارے ہی حکام وہاں جمع تھے۔ فریدی ایک دلچسپ فرضی داستان سنا رہا تھا کہ کس طرح اس نے پچھلی شام کو لڑکال جنگل میں وہ عجیب غریب درندہ شکار کیا تھا.... سرجنٹ حمید اپنے آفس کی ٹائپسٹ لڑکیوں میں گھر کر رہ گیا تھا۔ وہ ان کے نرغے سے کبھی کا نکل گیا ہوتا۔ مگر حقیقت تو یہ تھی کہ وہ خود ہی ان میں گھرا رہنا

تھا۔ آفس کی لڑکیوں میں اُس کے لئے کوئی خاص دلکشی نہ تھی۔ مگر وہ.... لڑکی! شاید وہ ان میں سے کسی کی دوست تھی۔ وہ نسلاً اینگلو انڈین لیکن اُس کے انداز خالص مشرقی تھے۔ کئی بار وہ سرجنٹ حمید کی گھورتی ہوئی نگاہوں کے مقابلے میں لجائی بھی تھی۔

آخر ایک لڑکی نے دونوں کا تعارف کرادیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حمید وقت کی نزاکت کا لحاظ کئے بغیر انہیں آرلکچو میں چائے پلانے پر راضی ہو گیا۔ فریدی کی نظروں سے بچ کر نکل جانا اس وقت ناممکن نہیں تھا۔ آرلکچو میں وہ کافی دیر تک بیٹھے۔ نئی لڑکی روزا حمید کو بڑی شاندار نظر آئی۔ وہ بیوقوف ہونے کی حد تک سیدھی تھی۔ دوسری لڑکیاں بور ہو رہی تھیں۔ کیونکہ سرجنٹ حمید کی شخصیت ان کے لئے نئی نہ تھی وہ اُسے اچھی طرح جانتی تھیں یا دوسرے الفاظ میں اُس کی رگ رگ سے واقف تھیں۔ حمید کی نہ ختم ہونے والی دلچسپ باتوں نے روزا کو الجھا لیا تھا۔ دوسری لڑکیاں اب اٹھنا چاہتی تھیں ہوا یہ کہ تھوڑی دیر بعد روزا تنہا رہ گئی۔

"مجھے اینگلو انڈین بڑے اچھے لگتے ہیں۔" حمید بولا۔

"کاش میں صرف انڈین ہوتی۔ مجھے دوغلا پن اچھا نہیں لگتا۔ نہ ہمیں انگریز پسند کرتے ہیں اور نہ دیسی۔"

"نہیں پسند کرتے تو جہنم میں جائیں۔ میں تو اپنی بات کر رہا تھا۔"

"آپ بھی دل سے نہیں پسند کرتے۔" روزا اٹھلائی اور حمید کو اپنا خیال بدل دینا پڑا۔ کیونکہ وہ ان لڑکیوں کی موجودگی میں جتنی بیوقوف نظر آئی تھی اب اس کے برعکس ہوتی جا رہی تھی۔

"صرف دل ہی نہیں بلکہ جگر، گردے اور پھیپھڑے سے بھی پسند کرتا ہوں۔" حمید بولا.... وہ ہنسنے لگی۔

"آپ بڑے اچھے دوست ثابت ہو سکتے ہیں۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔

"اوہ! آپ کا لہجہ۔" حمید خواب ناک آواز میں بولا۔ "آپ کا لہجہ میری روح کو اُن دھندلاہٹوں میں گھسیٹ لے جاتا ہے جہاں پراسرار رنگوں کے لہریئے تلملایا کرتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"آہ.... میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ خدا کرے آپ آنکھوں کی زبان سمجھنے لگیں۔"

"آپ اظہار محبت تو نہ کریں گے۔" روزا اکھڑ گئی۔

"نہیں....!" حمید سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔ "میں اپنے باپ سے پوچھے بغیر اظہار محبت نہ کروں گا۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔"

روزا پھر ہنس دی۔ وہ یونہی بار بار اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کر رہی تھی۔ "میرا دل چاہتا ہے۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کہ میں اس رات کا کچھ حصہ کسی ویرانے میں بسر کروں۔"

"اوہو.... تو آؤ چلیں.... اُس وقت منٹو پارک بالکل ویران ہوگا۔" روزا نے ہنس کر کہا اور حمید کے جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

دونوں اٹھ گئے۔ کلوک روم میں پہنچ کر روزا نے حمید سے کہا۔ "ذرا ٹھہریئے میں گھر پر فون کرنا تو بھول ہی گئی۔ وہ پھر واپس چلی گئی۔ حمید کلوک روم میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ وہ خود کو دنیا کا بہت بڑا آدمی تصور کرنے لگا۔ اتنی جلدی لڑکیاں اس پر اعتماد کر لیتی ہیں۔ اُس کے علاوہ اور شاید ہی کوئی ایسا ہو.... روزا واپس آگئی۔ باہر نکل کر انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور منٹو پارک کی طرف روانہ ہوگئے۔

"بات یہ ہے۔" روزا بولی۔ "میں زیادہ رات گئے تک بغیر اطلاع گھر سے باہر نہیں رہ سکتی۔"

"یہی شریفوں کی پہچان ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرے ڈیڈی بہت سخت آدمی ہیں۔ ان کی تاکید ہے کہ میں کسی انگریز سے دوستی نہ کروں۔ دیسیوں کے ساتھ مجھے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔"

"تمہارے ڈیڈی کیا کرتے ہیں۔"

"جیمز اینڈ مورگن کے منیجر ہیں۔"

"نام کیا ہے؟"

"مکلارنس برنارڈ.... عموماً لوگ انہیں مکی برنارڈ کہتے ہیں۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی۔ لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔ ٹیکسی منٹو پارک کی طرف چل پڑی تھی اور نئے نئے شبہات اس کے ذہن میں سر ابھارنے لگے تھے۔ روزا نے اسی برنارڈ کا حوالہ دیا تھا جو پولیس کی نظروں میں عرصہ سے کھٹک رہا تھا۔ حمید سوچنے لگا کہ کیا وہ خطرے میں ہے؟ کیا روزا نے منٹو پارک کی تجویز کسی خاص مقصد کے تحت پیش کی تھی.... اور پھر وہ اُسے کلوک روم میں چھوڑ کر فون بھی کرنے گئی تھی۔ لیکن حمید کے ذہن نے پھر سنبھالا لیا۔ اگر وہ کسی قسم کی

سازش کر رہی تھی تو اُس نے اپنے باپ کا نام کیوں بتا دیا۔ ظاہر ہے کہ برنارڈ بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ پولیس اُس کی طرف سے اچھے خیالات نہیں رکھتی۔ نہیں فی الحال کسی سازش کا امکان نہیں.... دفعتاً پھر ایک دوسرا سوال اُس کے ذہن میں اُبھرا.... وہ تنہا ہے۔ اگر چند نامعلوم آدمیوں نے اُسے ٹھکانے لگا دیا تو پولیس کو کیا پتہ چل سکے گا۔ مجرموں کے نام پردہ راز ہی میں رہیں گے۔

"کیا سوچنے لگے۔" روزا نے اُسے ٹہوکا دیا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم نے اپنے ڈیڈی سے کیا بہانہ کیا ہوگا۔"

"کچھ بھی نہیں.... میں نے صاف صاف بتا دیا کہ میں اس وقت ایک آفیسر سارجنٹ حمید کے ساتھ ہوں اور کچھ دیر بعد واپس آؤں گی۔"

"انہوں نے کچھ کہا نہیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"اگر ہم منٹو پارک کے بجائے کہیں اور چلیں تو۔" حمید نے پوچھا۔

"شہر کے اندر ہی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تمہیں ویرانہ چاہئے نا۔ وہ تو تمہیں میرے مکان پر بھی مل جائے گا.... آؤ میرے گھر چلو.... ڈرائیور.... گاڑی موڑ لو۔"

اس نئی تجویز پر حمید کی الجھن بڑھ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر سازش نہیں ہے تب بھی اس کا برنارڈ کے گھر پر جانا ٹھیک نہیں کیونکہ فریدی اُسے جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔

"کتنی عجیب و غریب باتیں ہونے لگی ہیں۔" روزا ٹیکسی موڑتے ہی بڑبڑانے لگی۔ "سفارت خانے کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے لیکن میں تمہارے گھر بھی نہیں جانا چاہتا۔"

"کیوں....؟ آخر کیوں؟"

"بات یہ ہے کہ تمہارے ڈیڈی کے تعلقات پولیس سے اچھے نہیں ہیں۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کی ٹوہ میں آیا ہوں۔"

"لیکن میں تو سمجھتی ہوں.... میں خود آپ کو لے جا رہی ہوں۔ ڈیڈی کی بعض باتیں مجھے بھی پسند نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ انہیں ترک کر دیں۔"

"کون سی باتیں۔"

"وہ بلیک مارکیٹنگ کرتے ہیں۔"

"ہے تو بُری بات.... شاید اسی بناء پر پولیس اُن سے برگشتہ ہو۔ مگر میں نے تو سنا ہے کہ وہ آج کل بدھ ازم سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔"

"پتہ نہیں.... تمہیں کیسے معلوم ہوا۔"

"ایک دن گفتگو ہوئی تھی۔"

"کیا وہ تمہیں جانتے ہیں۔"

"اچھی طرح....!"

ٹیکسی برنارڈ کے بنگلے کے سامنے رک گئی۔ حمید باتوں میں الجھا رہا تھا۔ اس لئے اُسے کوئی دوسری تجویز پیش کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

"اوہو! تم چلو تو....!" وہ حمید کو پھاٹک میں دھکیلتی ہوئی بولی۔ "میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ سارجنٹ یہاں آتے ہوئے کیوں ہچکچا رہے تھے۔"

طوعاً و کرہاً حمید آگے بڑھا۔ لیکن کم از کم اسے اتنی تقویت تو ضرور تھی کہ آج صبح ہی سے اُس کے جیب میں ریوالور پڑا ہوا تھا۔

باغ میں اندھیرا تھا۔

"اوہ کم بختوں نے برآمدے کی لائٹ بھی نہیں جلائی۔" روزا بڑبڑائی۔

وہ حمید کا ہاتھ پکڑے اُسے عمارت کی طرف لے جا رہی تھی۔

"کیا معاملہ ہے۔" حمید نے رکتے ہوئے کہا۔ "مجھے کہیں بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی۔"

"مجھے خود حیرت ہے.... پتہ نہیں کیا بات ہے.... آؤ.... بیرونی روشنی کا سوئچ برآمدے ہی میں ہے۔"

"میں دیاسلائی جلاؤں۔" حمید نے کہا۔

"اونہہ اس کی ضرورت نہیں.... راستہ صاف ہے۔" وہ اُسے گھسیٹتی ہوئی بولی۔

اس بار اس کی رفتار تیز تھی۔ پورٹیکو میں پہنچ کر یکایک حمید کی چھٹی حس جاگ پڑی۔ اُسے بڑی شدت سے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب کو ٹٹول ہی رہا تھا کہ سر کے پچھلے

حصے پر کوئی ٹھوس چیز کافی قوت سے پڑی اور وہ ایک بے جان شہتیر کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

دو حملے

کرائم رپورٹر انور نے گھڑی دیکھی۔ پندرہ منٹ گذر چکے تھے لیکن نہ تو برنارڈ کے بنگلے میں کہیں روشنی دکھائی دی اور نہ حمید ہی واپس آیا۔

وہ حمید اور روزا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ انہیں آرلکچو سے نکل کر ٹیکسی پر بیٹھتے دیکھ کر اس کی موٹر سائیکل ان کے پیچھے لگ گئی تھی۔ وہ کافی فاصلے سے ان کا تعاقب کرتا رہا تھا اس تعاقب کی وجہ یہ تھی کہ انور برنارڈ کی لڑکی کو بخوبی پہچانتا تھا اگر اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ فریدی دیدہ و دانستہ برنارڈ کو نظر انداز کر رہا ہے تو اُسے حمید کی اس حرکت پر حیرت نہ ہوتی۔ ایسی حالت میں اُسے یہی سوچنا پڑا کہ شائد حمید اُس لڑکی سے واقف نہیں ہے۔

بہر حال اُس نے موٹر سائیکل ان کے پیچھے لگا دی تھی۔ جس ٹیکسی پر وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے اُس کا انجن بہت خراب تھا اس لئے حمید اُس کے شور کی بناء پر موٹر سائیکل کی آواز نہ سن سکا ورنہ اس کا یہ شبہ یقین کی حد تک پہنچ جاتا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہونے والا ہے۔

تھوڑی دور جا کر ٹیکسی جب پھر پیچھے کی طرف مڑنے لگی تھی تو انور کا شبہ اور زیادہ پختہ ہو گیا تھا اور اس نے تعاقب جاری رکھا تھا۔

پانچ منٹ اور گذر گئے لیکن عمارت بدستور تاریک رہی۔ انور کو یقین ہو گیا کہ حمید ضرور کسی مصیبت میں یا تو پھنس گیا ہے یا پھنسنے والا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عورت حمید کی سب سے بڑی کمزوری ہے وہ مکار ترین مردوں سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن ایک احمق ترین عورت بھی اُسے اچھی طرح اُلو بنا سکتی ہے۔

اُس نے موٹر سائیکل وہیں اندھیرے میں سڑک کے کنارے چھوڑ دی اور خود قریب قریب دوڑتا ہوا دوسری سڑک پر نکل آیا۔ یہاں پاس ہی ایک دوافروش کی دوکان تھی۔ انور نے وہاں پہنچ کر فریدی کو فون کیا۔ خوش قسمتی سے فریدی گھر ہی پر موجود تھا۔ انور نے مختصراً پوری روداد سنا دی۔

فون کر کے وہ پھر برنارڈ کے بنگلے کے سامنے آ گیا۔ اب بھی عمارت تاریک پڑی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل خالی ہو۔ پائیں باغ میں بھی کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد فریدی بھی پہنچ گیا شاید وہ اپنی کار بڑی تیز رفتاری سے لایا تھا۔

"حالات بدستور ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"جتنی دیر میں فون کرتا رہا.... اس دوران میں اگر کوئی تبدیلی ہوئی ہو تو اُس سے واقف نہیں۔"

"ریوالور ہے تمہارے پاس۔"

"میرے پاس کہاں سے آیا ریوالور۔"

"یہ لو....!" فریدی نے جیب سے ایک ریوالور نکال کر اُسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "آؤ....!"

اس نے آگے بڑھ کر پھاٹک کھولا چند لمحے کھڑا ہو کر آہٹ لیتا رہا۔ پھر آگے بڑھا.... وہ پورٹیکو میں آئے لیکن یہاں بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

فریدی نے دروازے کو دھکا دیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اُس نے یکے بعد دیگرے تینوں دروازے آزمائے لیکن ان میں سے کسی نے بھی جنبش بھی نہ کی۔

آخر اس نے جیب سے ٹارچ نکال کر گھنٹی تلاش کی اور اس کے بٹن پر انگوٹھا رکھ دیا۔

اندر کسی دور افتادہ مقام پر گھنٹی بجنے لگی۔

کچھ دیر بعد اندر قدموں کی چاپ سنائی دی اور کسی نے کمرے میں روشنی کر دی۔ دروازہ کھلا۔ ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ جو ظاہری حالت سے نوکر نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے ان دونوں کو گھور کر پوچھا۔

"برنارڈ سے ملنا ہے۔" فریدی بولا۔

"برنارڈ.... کون برنارڈ.... یہاں کوئی برنارڈ نہیں رہتا۔ کیا آپ نے پھاٹک پر نیم پلیٹ نہیں دیکھی۔"

"نہیں! لیکن جانتا ہوں کہ مکی برنارڈ یہیں رہتا ہے۔"

"رہتا ہوگا.... اب نہیں ہے۔" یہ کہہ کر جیسے ہی اُس نے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کرنا چاہا فریدی نے اس کی گردن پکڑ لی اور انور نے منہ دبا دیا۔

دوسرے لمحے میں وہ بے حس و حرکت اُس کے قدموں میں ڈھیر تھا۔ وہ آگے بڑھے انو

نے پلٹ کر شکار کی طرف دیکھا۔

"فکر نہ کرو.... آدھ گھنٹے سے پیشتر ہوش میں نہیں آئے گا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کمرے کی روشنی گل کر دی۔ پھر وہ ایک تاریک راہداری سے گذر رہے تھے۔

آگے چل کر داہنی طرف کے ایک کمرے میں انہیں روشنی دکھائی دی۔ کھڑکی کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ شیشوں کے ذریعے وہ اندر دیکھ سکتے تھے۔

سرجنٹ حمید ایک آرام کرسی پر پڑا اپنے سامنے کھڑے ہوئے چار آدمیوں کو گھور رہا تھا۔ اس کے قریب ہی برنارڈ کی لڑکی روزا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ان چاروں آدمیوں میں برنارڈ بھی تھا۔

"تم نہیں بتاؤ گے۔" برنارڈ حمید سے کہہ رہا تھا۔

"اپنی لڑکی سے میری شادی کر دینے کا وعدہ کرو تو بتا دوں۔" حمید نہایت سنجیدگی سے بولا۔

"بکواس بند کرو۔" برنارڈ گرجا۔ پھر اپنی لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "روزا جاؤ تم آرام کرو۔"

قبل اس کے کہ وہ کرسی سے اٹھتی۔ فریدی اور انور دروازے میں تھے۔ دونوں نے ریوالور نکال لئے تھے۔

"مجھ سے پوچھو! پیارے برنارڈ....!" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔ "شاید تم لڑکال جنگل والا لطیفہ سننا چاہتے ہو۔"

چاروں بوکھلائے ہوئے انداز میں انہیں گھور رہے تھے۔

"لیکن اس سے پہلے میں اس بن مانس کی کہانی سننا پسند کروں گا۔" فریدی نے پھر کہا۔

"اوہو! کیا آپ واقعی بن مانس کو نہیں جانتے۔" حمید ہنس کر بولا۔ "وہ مکی برنارڈ کا داماد ہے۔ اور یونیورسٹی میں اقتصادیات کا درس دیتا ہے۔"

"آپ تو بولئے ہی مت۔" فریدی چڑ کر بولا۔ "آپ کی عشق بازی کسی دن آپ کو جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"فریدی بکواس بند کرو۔" برنارڈ بگڑ گیا۔ "تمہارے اسسٹنٹ نے زبردستی میرے مکان میں گھس کر میری لڑکی پر حملہ کیا تھا۔"

"ضرور کیا ہوگا.... لیکن تم اس سے پوچھنا کیا چاہتے ہو۔"

"چٹ....!" ایک ہلکی سی آواز کمرے میں گونجی اور اندھیرا ہو گیا فریدی اور انور نے روزا کو دیوار کی طرف کھسکتے نہیں دیکھا تھا۔

دفعتاً ان کے ہاتھوں سے ریوالور نکل گئے۔ شاید وہ چاروں بیک وقت اُن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دونوں ان پر مکوں کی بارش کر رہے تھے.... اور انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ چاروں مدافعتی جدوجہد کر رہے ہوں۔ شاید اس طرح وہ نکل جانے کی کوشش میں تھے۔

❁

پرنسٹن کے چوراہے پر کھڑے ہوئے ٹریفک کانسٹیبل کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس کے دونوں اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے کی طرف جھول کر رہ گئے اور وہ تیز رفتار ٹرک چوراہے سے گذر گیا جسے دیکھ کر اُس کی یہ حالت ہوئی تھی۔

آگے چل کر ایک راہ گیر بھی اپنی بے ساختہ چیخ نہ روک سکا ٹرک کی رفتار بہت تیز تھی اور وہ زیادہ تر ایسی ہی سڑکوں پر مڑ رہا تھا جن پر زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں رہتی تھی۔

زورولین میں ایک پھل فروش کی نظر ڈرائیور کی سیٹ پر پڑی اور وہ چیخ کر اپنے ٹھیلے پر آ رہا۔ ٹھیلا الٹ گیا۔ وہ خود اسی ٹرک کی زد میں آ گیا ہوتا۔ لیکن ٹرک بڑی صفائی سے کترا کر آگے نکل گیا۔

چیتھم روڈ پر ایک آدمی ٹیلی فون کے تار کے کھمبے پر چڑھا لائن کی خرابی دور کر رہا تھا جیسے ہی ٹرک اس کے قریب سے گذرا.... اور وہ اوندھے منہ نیچے چلا آیا۔

آدھ گھنٹے کے اندر ہی اندر سارے شہر میں اُس ٹرک کے متعلق سنسنی پھیل گئی اور پولیس کی کئی کاریں اس کی تلاش میں مختلف سڑکوں پر چکر لگانے لگیں۔

اور وہ ٹرک پولو گراؤنڈ والی سنسان سڑک پر ہو لیا تھا اور اب وہ ایک ایسے کچے راستے پر مڑ رہا تھا جو ہوائی اڈے کی طرف جاتا تھا۔ کچے راستے کے اختتام پر پھر ایک پختہ سڑک ملی جو ہوائی اڈے کے پھاٹک پر ختم ہو گئی تھی۔ دفعتاً ٹرک ٹھیک اُسی جگہ پر رک گیا جہاں وہ کچا راستہ سڑک سے آملا تھا۔

ٹرک اس طرح رکا تھا کہ پختہ سڑک بالکل بند ہو گئی تھی ٹرک کا انجن نہیں بند کیا گیا تھا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ گرد و پیش کے مناظر تاریکی میں ڈوبتے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہوائی اڈے کی مخالف سمت میں کسی کار کی ہیڈ لائیٹس نظر آئیں۔ ان کی روشنی پھسلتی ہوئی دو چار بار ٹرک پر بھی پڑی۔ کار کا ڈرائیور دور ہی سے اُس ٹرک کو راہ میں حائل

پے در پے ہارن دینے لگا تھا۔ لیکن ٹرک میں جنبش تک نہ ہوئی۔ البتہ اُس کا انجن بدستو آنے والی کار ایک بڑی سیاہ رنگ کی لیماؤسین تھی۔ اس کی رفتار بتدریج کم ہوتی گئی اور پھر سے شاید پانچ یا چھ گز کے فاصلے پر رک گئی۔ ڈرائیور نے چیخ کر کچھ کہا لیکن ٹرک سے کوئی ملا آخر وہ کار سے اُتر کر آگے بڑھا۔

تا ٹرک کی ڈرائیور کی سیٹ سے ایک عجیب الخلقت چیز اتری سات فٹ اونچا بن مانس۔ اپنے منہ سے ایک عجیب طرح کی آواز نکالی اور ٹرک کے پچھلے حصے سے دھما دھم کئی بن ٹرک پر کود آئے۔ کار کا ڈرائیور تو پہلے ہی چاروں خانے چت گر چکا تھا لیکن کار کے اندر ئے کسی آدمی نے ٹارچ کی روشنی باہر ڈالی.... پھر کار میں کئی چیخیں گونجیں۔

"ریوالور.... ریوالور....!" اندر کسی نے چیخ کر کہا۔ آواز خوفزدہ سی تھی۔ پھر دوسرے ہی ں کار کے اندر سے فائر ہونے شروع ہو گئے۔

ڈرائیور کی سیٹ سے اترا ہوا بن مانس گولیوں کی پرواہ نہ کر کے برابر کار کی طرف بڑھتا جا رہا ار میں تین آدمی تھے اُن میں سے ایک اُچھل کر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن ابھی وہ اسٹارٹ بھی نہ کر پایا تھا کہ دو گنجان بالوں والے سخت ہاتھ اس کی گردن پر پڑے اور پھر بڑی بے دردی سے کار سے باہر کھینچ کر ایک طرف ڈال دیا گیا۔ اندر سے فائر اب بھی ہے تھے اور بقیہ بن مانسوں نے کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اُن میں سے کئی ریوالور کی ں کا نشانہ بن کر زمین پر پڑے چیخ بھی رہے تھے۔ ان کی چیخوں سے دوسرے بن مانسوں کا ں و خروش بڑھ گیا تھا اور وہ چاروں طرف سے کار پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ کار میں بیٹھے ہوئے وں آدمی خوفزدہ ضرور تھے لیکن انہوں نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیئے تھے۔ دو رناک ہاتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بڑھے پھر فائر ہوا۔ گولی اس بن مانس کے سینے پر پڑی جو کار کے ر ہاتھ ڈال رہا تھا وہ اپنی جگہ سے ایک گز پیچھے اچھل کر لڑکھڑایا لیکن زمین پر نہیں گرا۔ کار سے ر فائر ہوا۔ اس بار گولی اس کے داہنے شانے سے نکل گئی۔

اُس نے ایک بھیانک چیخ ماری اور پھر کار کی طرف جھپٹا.... دوسرے لمحے میں اُس نے ایک آدمی کو کار سے باہر کھینچ کر سڑک کے کنارے اچھال دیا۔ دوسرا آدمی اب بھی اندر سے فائر کر رہا تھا۔ ہوائی اڈہ قریب ہی تھا۔ شور کے ساتھ فائروں کی آوازیں بھی وہاں تک پہنچیں اور بہت

سے لوگ اسی طرف چل پڑے۔ انہیں دور سے بڑے بڑے تاریک سائے دکھائی دے رہے تھے
اور کبھی کبھی ریوالور کے شعلوں کی چمک بھی نظر آجاتی تھی شور کچھ عجیب قسم کا تھا۔ ایسا شور شاید
انہوں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ اسی شور میں انہیں کبھی کبھی کسی آدمی کی چیخیں بھی سنائی دے جاتی
تھیں۔ وہ تیزی سے اُس طرف بڑھتے رہے اُن کے ساتھ مسلح محافظوں کی ایک ٹولی بھی تھی۔

ادھر اُس بن مانس نے آخری آدمی کو بھی کھینچ کر سڑک پر پٹخ دیا.... اس کے بعد اس نے
کار سے کوئی وزنی چیز اٹھائی اور جھپٹتا ہوا ٹرک کے پاس آیا.... دوسرے لمحے میں ٹرک بڑی تیزی
سے کچے راستے پر مڑ رہا تھا۔

ہوائی اڈہ کے عملہ نے ٹارچیں روشن کرلی تھیں اور وہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے انہوں
نے دور سے دیکھا کہ عجیب الخلقت جانور ایک سیاہ رنگ کی کار پر چاروں طرف سے ٹوٹے پڑ رہے
ہیں۔ فائر بند ہوگئے تھے۔ پہلے تو وہ کچھ خوفزدہ ہوگئے پھر مسلح محافظوں نے رائفل کی باڑھ ماری
تین درندے چیختے ہوئے ڈھیر ہوگئے۔ ایک جو باقی بچ رہا تھا چیختا ہوا روشنیوں کی طرف جھپٹا
دوسری باڑھ ماری گئی.... اور وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا گرا۔

گیارہ ایسے بن مانسوں کی لاشیں ان کے سامنے تھیں جن میں سے ایک کی تصویر وہ آج
دوپہر کو اسٹار کے مخصوص ضمیمے میں دیکھ چکے تھے۔

پھر انہوں نے چار زخمی آدمیوں کو زمین سے اٹھایا جو بیہوش تھے۔

”ارے.... یہ تو.... سفارت خانے کے لوگ ہیں۔“ کسی نے چیخ کر کہا۔

”کون.... یوگوسلاوی سفیر کے اتاشی۔“ کوئی دوسرا بولا۔

❋

فریدی دروازے پر جم گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُن میں سے کوئی نکل کر جا سکے لیکن چند
لمحوں کے بعد اُسے حیرت ہونے لگی کیونکہ دروازے کی طرف کوئی بھی نہیں بڑھ رہا تھا البتہ
دھینگا مشتی کی آوازیں برابر جاری تھیں۔ اس نے سوچا کہ شاید حمید بھی شریک ہوگیا اور دونوں
نے مل کر انہیں الجھالیا ہے۔

فریدی آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور روشنی کردی۔

انور اور حمید آپس میں گتھے ہوئے تھے اور برنارڈ ساتھیوں سمیت غائب تھا۔ وہ دونوں

جھلاہٹ میں ایک دوسرے پر دانت پیس کر الگ ہوگئے۔

داہنی سمت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فریدی اس طرف جھپٹا.... پھر انہوں نے سارا مکان چھان
ڈالا لیکن کہیں بھی کسی آدمی کا سراغ نہ مل سکا۔ حتی کہ وہ بھی نہ ملا جسے وہ بیہوش کر کے بیرونی
کمرے میں ڈال آئے تھے۔

”سنو....!“ فریدی نے حمید اور انور کو مخاطب کیا۔ ”اب ہمیں چپ چاپ یہاں سے چل
دینا چاہئے۔ برنارڈ پہلے ہی الزام لگا چکا ہے کہ حمید زبردستی اس کے گھر میں گھس آیا تھا۔“

”اس کے الزام لگانے سے کیا ہوتا ہے۔“ حمید بولا۔

”شاید تم یہ بھول چکے ہو کہ ہمارا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہوچکا ہے۔“ فریدی طنز آمیز
لہجے میں بولا۔

وہ باہر نکل آئے۔ فریدی نے اپنی کار برنارڈ کے بنگلے سے کافی فاصلے پر کھڑی کی تھی انور نے
اپنی موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنی چاہی لیکن وہ اسٹارٹ نہ ہوئی۔

”ذرا ٹارچ تو دیجئے گا۔“ انور نے فریدی سے کہا۔

”احمق ہوئے ہو۔“ فریدی بولا۔ ”اسے دھکیل کر میری کار تک لے چلو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ
لوگ زیادہ دیر تک روکے رکھنے کے لئے اُسے بگاڑ گئے ہوں۔“

انور موٹر سائیکل کو دھکیل کر کیڈی تک لایا۔ پھر وہ کسی نہ کسی طرح اٹھا کر اس کی اسٹپنی میں
ٹھونس دی گئی۔

”مجھے یقین ہے۔“ فریدی کیڈی اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ ”برنارڈ پولیس کو اس کی اطلاع ضرور
دے گا اور اگر نہیں رپورٹ کرتا تو یہ سمجھ لو کہ وہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا۔ دوسری صورت
مجھے ناممکن نظر آتی ہے اگر واقعی اس کا تعلق اسی گروہ سے ہے تو وہ ہرگز روپوش نہ ہوگا۔“

”سو فیصدی....!“ حمید سر ہلا کر بولا۔ ”وہ اُسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے وہ مجھ سے لڑکال
جنگل والے اسسٹنٹ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔“

”کیا پوچھ رہا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”یہی کہ تم لوگوں نے بن مانس کے سلسلے میں لڑکال جنگل کا نام کیوں لیا۔“

”ہوں! تب تو تم بڑے خوش قسمت تھے کہ انور کی نظر تم پر پڑگئی ورنہ تم اس وقت دوسری

دنیا میں ہوتے۔ برنارڈ اس واقعے کے بعد تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔"

"مجھے خوشی ہوتی۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "کھوپڑی کا پچھلا حصہ پلپلا ہو گیا ہے۔" اس کے بعد اُس نے بغیر پوچھے پوری داستان دہرا دی۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے آفس کی کوئی لڑکی بھی ان سے ملی ہوئی ہے۔" فریدی بولا۔

"میرا یہ خیال نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔ "نسرین نے اُسے تعارف کراتے ہوئے اس کا پورا نام مس روزا برنارڈ بتایا تھا۔ لیکن میں نے اس وقت لفظ برنارڈ پر غور نہیں کیا۔"

"غور کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔" انور چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ملائم اور نمکین گوشت کا کوئی نام نہ ہو تب بھی وہ لذیذ ہی رہتا ہے۔"

"میں تم سے بات نہیں کر رہا ہوں۔" حمید بگڑ گیا۔

"مجھ سے بات کرنے کی تم میں اہلیت ہی نہیں۔"

"فضول باتیں کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھو۔" فریدی نے دخل اندازی کی۔ "حمید میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم اس وقت چپ چاپ کسی ہوٹل میں جا ٹھہرو۔ اگر تمہارے سر چوٹ نہ ہوتی تو پھر تشویش کی بات نہیں تھی۔"

"کیسی تشویش میں کسی ہوٹل میں کیوں ٹھہروں۔"

"فرزند! برنارڈ تمہاری رپورٹ ضرور کرے گا اور شاید یہ بھی لکھوائے کہ اس نے غصے میں تمہیں زخمی کر دیا ہے تمہارے سر کا زخم شہادت دے گا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں۔"

"مگر میرے پاس کوئی سامان نہیں۔ کیا ہوٹل والوں کو شبہ نہ ہو گا اور ایسی صورت میں جب کہ میرے کوٹ پر خون کے دھبے بھی ہیں۔"

"کوٹ انور سے بدل لو۔ فی الحال میں تمہیں ریلوے اسٹیشن پر چھوڑے دیتا ہوں تم وہاں ہسپتال میں جا کر اپنے زخم کی ڈریسنگ کراؤ۔ اس کے بعد ویٹنگ روم میں انور کا انتظار کرنا تمہارا سامان لے کر آئے گا اگر میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ نہ ہوا ہوتا تو اس کی ضرورت نہ پیش آتی۔ خیر تم کیپٹل میں قیام کرنا۔ بقیہ سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔"

حمید کو اسٹیشن چھوڑنے کے بعد فریدی گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے جلدی تھی۔

کیونکہ وہ جن حالات سے گذر رہا تھا ان کا تقاضا یہی تھا کہ احتیاط کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونے پائے۔ گھر پہنچ کر وہ حمید کے لئے ضروری سامان ٹھیک کرانے لگا۔ اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی انور کو برآمدے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تین چار منٹ تک فون پر کسی سے گفتگو کرتے رہنے کے بعد پھر انور کے پاس واپس آ گیا۔

"دیکھا تم نے۔" اُس نے انور کو مخاطب کیا۔ "برنارڈ نے رپورٹ کر دی ہے۔ جگدیش کا فون تھا۔ برنارڈ نے وہی سب کچھ لکھوایا ہے جو میں تھوڑی دیر قبل کہہ رہا تھا۔ حمید نے اس کی لڑکی پر مجرمانہ حملہ کیا۔ اچانک وہ آ گیا اور اس نے حمید کے سر پر گلدان کھینچ مارا۔"

"دیدہ دلیری پر حیرت ہے۔" انور بولا۔

"برنارڈ جانتا ہے کہ میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو چکا ہے لیکن اس نے رپورٹ میں ہم دونوں کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ بھی اس کی ایک چال ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔"

انور فریدی کے چہرے پر فکر مندی کے آثار دیکھ رہا تھا۔

مہم

شہر میں سراسیمگی پھیل گئی۔ اخبارات نے پچھلی رات والے بن مانسوں کے حملے کا حال بالتشریح شائع کیا تھا۔ یوگوسلاوی سفیر کا اتاشی چند اہم کاغذات لے کر اپنے ملک تک پہنچنے کے لئے ہوائی اڈے کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اُسے چند بن مانسوں نے گھیر لیا۔ اتاشی اور اُس کے دو ساتھی ڈرائیور سمیت اپنی مدافعت کرتے رہے۔ انہوں نے اُن میں سے کئی بن مانس مار بھی گرائے۔ اُن کے ہوش میں تو کاغذات کا چرمی تھیلا محفوظ رہا تھا۔ لیکن اس جدوجہد کے دوران میں وہ کچھ دیر کے لئے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے.... اور پھر ہوش میں آنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ تھیلا غائب ہے۔ اخبارات کی اطلاع کے مطابق سب سے پہلے پرنسٹن کے ٹریفک کانسٹیبل نے ایک بن مانس کو ایک ٹرک ڈرائیو کرتے دیکھ کر اس کی اطلاع پرنسٹن کے تھانے میں دی تھی۔ اس کے بعد متعدد جگہوں سے رپورٹیں موصول ہونے پر پولیس کی کئی پٹرول کاریں اس ٹرک کی تلاش میں نکل گئی تھیں۔ اخبارات نے گیارہ بن مانسوں کی لاشوں کا بھی تذکرہ کیا تھا جن

میں سے چار پر کسی قسم کے زخم نہیں پائے گئے۔ بقیہ سات کے جسموں پر کہیں گولی ضرور تھی۔ چار بن مانسوں کی موت کے اسباب تک نہیں معلوم ہو سکے۔ اخبارات نے یہ بھی لکھا کہ یہ بن مانس ویسے ہی تھے جیسا کہ گذشتہ دن انسپکٹر فریدی نے لڑکال جنگل میں شکار کیا تھا۔

فریدی کو اس حیرت انگیز واقع کی اطلاع پچھلی رات ہی کو مل گئی تھی جب وہ حمید اور برنارڈ والی خبر کی اشاعت رکوانے کے لئے اخبارات کے دفتروں کے چکر لگاتا پھر رہا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ کسی اخبار میں بھی حمید کے خلاف لگائے گئے برنارڈ کے الزامات کے متعلق کچھ نہیں آیا تھا اور یہ سب کچھ فریدی کے ذاتی اثر ورسوخ کی بناء پر ہوا تھا۔

صبح ہی صبح محکمہ سراغ رسانی کا ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ رات بھی اس نے بہ نفس نفیس کئی چکر لگائے تھے لیکن فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ ڈی۔ آئی۔ جی کہہ رہا تھا۔ ”اوپر والے ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑاتے ہیں اور پھر جب کوئی اس قسم کی واردات ہو جاتی ہے تب بھی ہم ہی سے جواب طلب کیا جاتا ہے.... پھر کہا جاتا ہے کہ ہمارا محکمہ سوتا رہتا ہے۔“

”پھر بھلا بتایئے ان آسمانی بلاؤں کو ہمارا محکمہ کس طرح روک سکتا ہے۔“ فریدی بولا۔

”بھلا.... بن مانس....!“

”لاحول ولا قوۃ.... تم بھی ویسی ہی باتیں کرنے لگے۔“ ڈی۔ آئی۔ جی جھنجھلا گیا۔ ”تم چھپا رہے ہو۔ کیا کل تم نے ویسا ہی ایک بن مانس نہیں شکار کیا تھا۔“

”کیا تو تھا.... لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس قسم کے بن مانس یوگوسلاوی سفارتخانے سے بھی کچھ تعلق رکھ سکتے ہیں۔“

”مجھے بتاؤ۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جوزف اور اُس کی بیوی کی لاشوں کے قریب انہیں بن مانسوں کے بال پائے گئے تھے۔ پھر ان دونوں کے بھوتوں نے انگریزی سفارت خانے سے کچھ اہم کاغذات اڑائے.... اور اب خود ان بن مانسوں نے سلاوی سفارت خانے کی ڈاک پر ڈاکہ ڈالا۔“

”آپ نے حمید کی بابت کچھ سنا....؟“ فریدی نے سوال کیا۔

”سنا ہے لیکن اس بناء پر اُسے کوئی اہمیت نہیں دی کہ رپورٹ برنارڈ نے لکھوائی ہے۔“

”آپ کا خیال درست ہے۔“ فریدی بولا۔ ”واقعہ یوں ہے کہ برنارڈ حمید کو دھوکا دے کر گھر بلواتا ہے اور زخمی کر دیتا ہے وہ اس سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم لوگوں نے بن مانس کے سلسلے میں لڑکال جنگل کا نام کیوں لیا۔“

”کیوں....؟ ظاہر ہے کہ تم نے اُسے لڑکال جنگل ہی میں شکار کیا تھا۔“

”قطعی نہیں....“ فریدی سر ہلا کر بولا۔ ”اُس نے خود ہی غریب خانے میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔“

”کیا....؟“ ڈی۔ آئی۔ جی چونک پڑا۔

”جی ہاں.... اس کا شکار میں نے اپنی کمپاؤنڈ ہی میں کیا تھا۔“

اس کے بعد فریدی نے پورا واقعہ دہراتے ہوئے کہا۔ ”اب وقت آ گیا ہے کہ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں۔ آصف اور سنگھ بیچارے تو جھک مارتے ہی رہ جائیں گے۔ مجھے وہ چیز مل گئی ہے جس کی تلاش عرفانی کے قاتلوں کو تھی۔“

”اوہ.... تم نے مجھے پہلے نہیں بتایا۔“ ڈی۔ آئی۔ جی شکایت آمیز لہجے میں بولا۔

فریدی اُسے اپنی تجربہ گاہ میں لایا۔ اور پھر اُس نے عرفانی کی ڈائری اور تعلیمی تاش کے دونوں پتے نکالے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد جب وہ دونوں تجربہ گاہ سے نکل رہے تھے ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

”فریدی سچ کہتا ہوں اگر تم جاگتے نہ رہو تو ہم سب نالائق بنا دیئے جائیں۔ بھئی مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اگر یہ ڈائری اور تاش کے پتے مجھے ملتے تو میں انہیں ردی کی ٹوکری میں ڈال کر مطمئن ہو جاتا۔ خیر ہاں تم نے حمید کو کیوں چھپا دیا۔“

”اگر وہ ایک گھنٹے کے لئے بھی حوالات میں گیا تو میرے لئے مر جانے کا مقام ہوگا۔ مصیبت یہ ہے کہ اس کے سر پر زخم بھی موجود ہے اور دوسری مصیبت یہ کہ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی عرصہ سے اس تاک میں ہے کہ اُسے ہمارے خلاف مواد مل جائے اور بنیادی مصیبت یہ ہے کہ میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو چکا ہے۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ آئی جی صاحب خود بھی پشیمان ہیں۔ میں کوتوال کو ایک حکم نامہ بھیجے دیتا ہوں کہ سرجنٹ حمید کا کیس محکمے کو ریفر کر دیا جائے۔ براہِ راست کوئی کارروائی نہ ہو.... اور کیوں نہ برنارڈ کو پکڑ ہی لیا جائے۔“

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ مجرموں میں وہی ایک ایسا ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اور شاید ہم اسی کے ذریعے وہاں تک پہنچ سکیں جہاں سے وہ بن مانس بر آمد ہوتے ہیں۔"

"بن مانسوں کا مقابلہ بھی عجیب ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "پچھلی رات سات تو گولیوں سے مرے ہیں اور چار کی موت پُر اسرار ہے۔ کیونکہ انہیں گولیاں لگی ہی نہیں اور ایک کے متعلق اتاشی کا بیان ہے کہ اس پر گولیوں کا اثر ہی نہیں ہوا اور غالباً وہی ٹرک بھی ڈرائیور کر رہا تھا۔"

"اور وہی ایک بن مانس نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں.... کیا مطلب....؟"

"اس لئے کہ وہ گولیوں سے نہیں مرا۔ اور وہی ڈاک کا تھیلا لے گیا۔"

"اور اُن کے متعلق کیا کہو گے جو گولیوں کے بغیر ہی مر گئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

❁

سرجنٹ حمید کیپٹیل ہوٹل سے گھر واپس آ گیا تھا لیکن اُسے اپنی زندگی تلخ محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ برنارڈ اب بھی بے خوف و خطر آزادانہ پھر رہا تھا۔ وہ بڑی شدت سے اندر ہی اندر جھلس رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اُسے مار ہی ڈالتا۔ لیکن اُس نے کم از کم روزا برنارڈ سے انتقام لینے کی ٹھان ہی لی تھی۔ اس سلسلے میں اس کی نظر انتخاب قاسم پر پڑی لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا کیونکہ قاسم پرلے سرے کا بیوقوف تھا اور اُسے وقتی طور پر بھی عقلمند بنا دینا کم از کم اُس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

وہ دن بھر نئی نئی اسکیمیں سوچتا رہا اور شام ہوتے ہی قاسم کی طرف چل پڑا۔ لیکن قاسم گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ دو دن سے غائب ہے شاید یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ گھر والوں کو اطلاع دیئے بغیر اس طرح غائب ہو گیا تھا۔

حمید ناکام واپس لوٹا۔ گھر پہنچ کر وہ نئے نئے منصوبے بنانے لگا۔ آخر اُس نے سوچا کیوں نہ کسی میک اپ میں قسمت آزمائی کی جائے لیکن معاملات چونکہ بہت زیادہ الجھ گئے تھے اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ فریدی کی رائے بھی معلوم کر لی جائے۔ ورنہ ممکن ہے بعد کو وہ اپنی کسی ناکامی کا الزام اُسی کے سر منڈھ دے۔

فریدی اس کی لاعلمی میں کئی گھنٹے سے گیراج میں کچھ ٹھوک پیٹ رہا تھا۔ حمید نے اُسے پہلے گھر میں تلاش کیا۔ پھر سوچا ممکن ہے باہر گیا ہو۔ وہ اُسے دیکھتا ہوا گیراج تک گیا جس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ حمید نے دستک دی۔ فریدی نے دروازہ کھولا۔ وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ میلے تھے۔ کپڑوں پر بھی ایک آدھ جگہ تیل کے تاریک دھبے نظر آ رہے تھے۔

"تمہاری ضرورت بھی تھی۔" فریدی نے اُسے اندر کھینچتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے.... میرے کپڑے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"صرف کفن نہ میلا ہونا چاہئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "بقیہ سب چلتا ہے۔"

فریدی کی جیپ کار پر نظر پڑتے ہی حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جیپ کار کی پچھلی نشست کے دونوں اطراف میں مشین گنیں فٹ تھیں اور اب فریدی ان کے دھانوں کو چھوڑ کر بقیہ حصے بڑے بڑے گدوں کے نیچے چھپا رہا تھا۔

"یہ کیا مصیبت ہے؟"

"تمہارے دردِ سر کا علاج! لڑکال جنگل میں خوبصورت لڑکیاں نہیں ملتیں۔"

"لڑکال جنگل۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کیوں وقت برباد کر رہے ہیں۔ یہ تاش کے پتے...."

"کیا سر کی چوٹ بھول گئے۔ بھلا یہ کس سلسلے میں آئی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی تھوڑی دیر تک مختلف پہلوؤں سے جیپ کار کا جائزہ لیتا رہا پھر وہ دونوں گیراج سے باہر نکل آئے۔

"آج تو موسم بھی بڑا دلکش ہے۔" فریدی نے کہا۔ "خاصی تفریح رہے گی۔"

"تو کیا اسی جیپ پر چلنے کا ارادہ ہے.... آخر مشین گن کیوں؟"

"بطخوں کا شکار کریں گے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"اللہ ہماری مغفرت فرما۔" حمید نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ "ہم بہت جلد تیری ہی طرف آنے والے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد ان کی جیپ شہر کی سنسان راہوں سے گذرتی ہوئی مضافات کی طرف جا رہی تھی۔ فریدی نے دن بھر کی محنت سے اُسے ایک اچھی خاصی اسلحہ بند گاڑی بنا لیا تھا۔ اور اس کی ہڈ

میں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی سرچ لائیٹیں فٹ کر دی تھیں۔ جو فی الحال روشن نہیں تھیں۔

"آپ جنگل میں تو گھس نہ سکیں گے۔" حمید بولا۔

"کیوں کیا تم اُس دس میل لمبی سڑک سے کبھی نہیں گذرے جو بالی کیمپ سے تار جام کی طرف گئی ہے۔"

"اوہ.... ٹھیک ہے جس پر وہ کولتار والی فیکٹری ہے۔"

"ٹھیک وہی.... بس آج ہم اُس سڑک کی پیائش کریں گے اگر کہیں تمہیں بطخیں دکھائی دیں تو مشین گنوں کے سوئچ آن کر دینا۔"

"اوہو.... کیا آپ کو توقع ہے کہ وہ بن مانس وہیں رہتے ہوں گے۔"

"پتہ نہیں.... یہ تو میں نے احتیاطاً۔"

"ذرا یہ تو سوچئے۔" حمید نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اگر اُس جنگل میں ایک بھی ویسا خوفناک بن مانس ہوتا تو کم از کم کولتار فیکٹری والے ضرور ہلڑ مچاتے۔"

"تو فرزند یہ بھی ناممکن ہے کہ اتنی تعداد میں وہ درندے شہر ہی کے کسی حصے میں مقیم ہوں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ بن مانس بہت زیادہ غل غپاڑہ مچاتے ہیں۔ اگر وہ اس جنگل ہی کے کسی حصے میں ہوتے تو کم از کم بالی کیمپ والی سڑک سے گذرنے والے یا کولتار فیکٹری کے لوگ کبھی تو اُن کی آواز سنتے۔"

"بھئی سچ پوچھو تو یہ معاملہ ابھی تک میری سمجھ میں آیا ہی نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یوگوسلاوی سفیر کے اتاشی کو جو واقعہ پیش آیا ہے اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب ہی نہیں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے ایک بن مانس کا شہر کی سڑکوں پر ٹرک ڈرائیو کرنا وہ بھی اس چابکدستی سے کہ کہیں کوئی حادثہ نہیں پیش آیا۔ پھر حملہ کر کے ڈاک کا تھیلا لے بھاگنا۔ آخر دوسرے بن مانس اتنے احمق کیوں تھے کہ وہ نہیں بھاگے۔"

"اور کچھ اُن سے بھی زیادہ احمق تھے جو خود بخود مر گئے۔"

"ٹرک ڈرائیو کرنے والا تو سو فیصدی آدمی تھا۔" فریدی نے کہا۔ "اور اُس نے بن مانس کی کھال کے نیچے بلٹ پروف لگا رکھے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس پر گولیوں نے اثر نہیں کیا۔"

"آج کل آپ جیرالڈ شاستری کو بُری طرح نظر انداز کر رہے ہیں۔" حمید نے اکتا کر

موضوع بدل دیا۔

"جیرالڈ....!" فریدی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس ڈرامے میں اس کا کیا رول ہے۔"

"وہ کسی پُر اسرار قوت کا مالک ہے۔" حمید نے کہا۔ "مجھے آج تک اس کے علاقے اور کسی آدمی سے خوف نہیں محسوس ہوا۔"

"مجھے وہ ملاقات اچھی طرح یاد ہے۔" فریدی بولا۔ "لیکن مجھ پر اُس کی شخصیت کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔"

"آپ خود ہی اپنا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔" حمید نے جل کر کہا۔

"غلط نہیں کرتا۔"

"آدمی کو کبھی کبھی کسر نفسی سے بھی کام لینا چاہئے۔"

"بنفشہ بھی پینا چاہئے۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میری کسر نفسی سے مجھے یا دوسروں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میری کسر نفسی کے متمنی لوگوں کے غرور کی تھوڑی سی تسکین ہو جائے۔"

"آپ مغرور ہو گئے ہیں۔"

"وہی دو ٹکے والی بات۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "جب میرے غرور سے تمہارے غرور کو ٹھیس لگتی ہے تو تم مجھے مغرور کہہ دیتے ہو۔"

"میں تو فی الحال آپ کو لاچار اور مجبور سمجھتا ہوں۔" حمید نے چڑھانے والے انداز میں قہقہہ لگایا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ جیپ کار شہر سے بالی کیمپ جانے والی سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ آسمان ابر آلود ہونے کی وجہ سے تاریکی بڑھ گئی تھی۔ حمید بہت کچھ بکنا چاہتا تھا لیکن اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فریدی زیادہ گفتگو کے موڈ میں نہیں ہے۔

لڑکال جنگل کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور مختلف قسم کی آوازیں جیپ کے شور کے باوجود بھی ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔

"فریدی صاحب۔" حمید بولا۔ "اگر وہ ہوں گے بھی تو جنگل کے کسی دشوار گذار حصے میں۔"

"مجھے کب اس سے انکار ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ہم تو صرف سڑک ناپنے جا رہے ہیں۔ وہ بن مانس جو ہماری کمپاؤنڈ میں گھسا تھا کیا ہمارا پتہ پوچھتا ہوا آیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اُسے کوئی آدمی وہاں تک لایا ہوگا۔ اگر وہ بن مانس ٹرک استعمال کرتے ہیں تب تو انہیں یقیناً اسی سڑک سے گزرنا پڑتا ہوگا۔"

"اونہہ ماریئے گولی! میں تو شدت سے بور ہو چکا ہوں۔ ذرا رفتار کم کیجئے۔ پائپ سلگاؤں گا۔"

فریدی نے رفتار کم کر دی اور حمید پائپ سلگانے لگا۔

اُن کے سامنے بہت دور سے کسی موٹر کی ہیڈ لائیٹس نظر آ رہی تھیں۔

فریدی نے جیپ کی رفتار پھر تیز کر دی۔ سامنے سے آنے والی موٹر قریب ہوتی جا رہی تھی۔ ایک جگہ جیپ کار کچھ اونچائی پر آ گئی تھی کہ اُس کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی سامنے سے آنے والی موٹر کے ونڈ اسکرین پر پڑی اور حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔ ڈرائیور کی سیٹ پر وہی عجیب الخلقت درندہ بیٹھا ہوا تھا۔

"خاموش....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

ٹرک تیزی سے جیپ کے قریب سے نکل گیا۔ فریدی نے اپنی گاڑی روک دی اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ ٹرک کی پچھلی سرخ روشنی دور ہوتی جا رہی تھی۔ جب فاصلہ کافی زیادہ ہو گیا تو فریدی نے بھی جیپ اُسی طرف موڑ لی۔ اس کی ہیڈ لائیٹس بجھا دی تھیں اور اب اندھیرے میں آگے جانے والے ٹرک کا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔

"کیا بطخوں کے شکار کا وقت قریب آ گیا ہے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"ذرا صبر کرو۔"

حقیقتاً وہ لمحات حمید کے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ اگر اس وقت اسٹیرنگ اُس کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ اتنے فاصلے سے تعاقب کرنے کی بجائے ٹرک کے پہلو میں ہوتا اور جیپ کے ایک طرف کی مشین گن گولیاں اگل رہی ہوتی۔

اُدھر فریدی سوچ رہا تھا کہ کاش اس وقت جیپ کی بجائے کیڈی لاک ہوتی۔ اُسے خدشہ تھا کہ جیپ کے انجن کی آواز ٹرک والوں کو ہوشیار نہ کر دے۔ اس بات کا تو اُسے یقین تھا کہ ٹرک ڈرائیو کرنے والا درندے کے بھیس میں کوئی آدمی ہی ہے۔ جیپ کار اندھیرے میں فراٹے بھرتی رہی۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔" حمید اکتا کر بولا۔

"یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آج ان کے ارادے کیا ہیں۔"

"اگر نکل گئے تو۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ کسی صورت سے نہیں بچ سکتے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مجھے ان کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے مجھ سے جنگل کی خاک نہیں چھنوائی۔"

"اگر آپ نے انہیں مار لیا تو ان کے ٹھکانے کا پتہ کس طرح چلے گا۔"

"بس ایک کو زندہ چھوڑنا ہے اُسے جو ٹرک ڈرائیو کر رہا ہے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ وہ بن مانس کی کھال میں کوئی آدمی ہے اور اُس نے کھال کے نیچے بلٹ پروف لگا رکھے ہیں۔ اگر صورت حال یہی ہے تو وہ لامحالا بچ جائے گا۔"

"خیر یہ تو کوئی بات نہیں۔ مشین گن کی گولیاں ایک مخصوص فاصلے سے بلٹ پروف کے باپ کے بھی پرخچے اڑا دیتی ہیں۔"

"مشین گنیں تو میرے خیال سے بالکل ہی بیکار ثابت ہوں گی۔" حمید نے کہا۔ "کیونکہ آپ نے انہیں اِدھر اُدھر فٹ کر رکھا ہے۔ اگر انہوں نے سامنے سے ہم پر حملہ کر دیا تو۔"

"ہمارے پاس دو عدد برین گن بھی ہیں فرزند۔" فریدی پُر سکون لہجے میں بولا اور حمید خاموش ہو گیا۔

اس کا ذہن پراگندگی کا شکار ہو گیا تھا۔ خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خیال سے کہ کہیں وہ ٹرک انہیں دھوکے میں رکھ کر کسی اور طرف نہ نکل جائے۔

اگلا ٹرک شہر کی طرف مڑ گیا۔

"پچھلے حصے میں بھی بن مانس ہی ہوں گے۔" حمید بولا۔

"کثیر تعداد میں....!" فریدی نے کہا۔ "کیا تم نے دیکھا نہیں تھا۔"

"نہیں،... میں نہیں دیکھ سکا۔"

پھر خاموشی ہو گئی۔ تعاقب برابر جاری رہا۔ فریدی نے شہر جانے والی سڑک پر بھی جیپ کار کی ہیڈ لائیٹس نہ روشن کیں۔ سڑک یوں بھی سنسان تھی اس لئے اس میں بھی کوئی خاص دشواری نہیں ہو رہی تھی.... اچانک فریدی نے محسوس کیا کہ وہ ٹرک خود بھی ایسی سڑکوں کو

نظر انداز کر رہا ہے جن پر اتنی رات گئے بھی ٹریفک کی موجودگی کا امکان ہو سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ ٹرک ایک عمارت کے سامنے رک گیا تو حمید کو اپنا دل کھوپڑی میں دھمکتا ہوا محسوس ہونے لگا.... یہ جیر اللہ شاستری کی کوٹھی تھی۔

فریدی نے کافی فاصلے پر اپنی جیپ کار روک دی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں برین گنیں لئے ہوئے جیپ سے اُترے اور دوسری عمارتوں کی چہار دیواریوں سے لگ کر رینگتے ہوئے جیر اللہ کی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگے۔

ٹرک سے طویل القامت اور مہیب سائے اُترنے شروع ہوگئے تھے پھر وہ سب سلاخوں دار پھاٹک پر چڑھ چڑھ کر جیر اللہ کی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہونے لگے۔

پھنس گئے

کچھ دیر تک بالکل خاموشی رہی۔ حمید کو پھر الجھن ہونے لگی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی آگے کیوں نہیں بڑھتا۔

تھوڑی دیر بعد جیر اللہ کی کوٹھی سے شور بلند ہونے لگا۔ دو ایک فائروں کی بھی آوازیں آئیں۔ فریدی ابھی تک وہیں جما رہا۔ ابھی تک حمید یہ سمجھ رہا تھا کہ بن مانسوں کا کچھ نہ کچھ تعلق جیر اللہ سے ضرور ہے لیکن اب ایسی حالت میں اگلا نظریہ کیونکر قائم رہ سکتا تھا۔

شور بڑھتا گیا۔ فائروں کی آوازیں بھی بدستور آرہی تھیں۔ قرب و جوار کی عمارتوں کی کھڑکیوں میں رفتہ رفتہ روشنی نظر آنے لگی تھی۔

"تم جیپ پر واپس جاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا اور حمید شاید انکار ہی کرنے والا تھا کہ فریدی پھر بولا۔

"جو میں کہوں وہ کرو.... اگر وہ ٹرک چل پڑے تو ہر گز تعاقب نہ کرنا۔ جاؤ۔"

حمید نے بے چوں وچرا تعمیل کی۔ حالانکہ اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔

فریدی آہستہ آہستہ ٹرک کی طرف رینگنے لگا۔

قرب و جوار کے لوگ بھی بیدار ہو کر گھروں سے نکلنے لگے تھے۔ فریدی ٹرک کے قریب

پہنچ کر سیدھا ہو گیا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے پچھلے حصے میں تھا۔

سڑک پر کھڑے ہوئے لوگ پہلے تو سمجھ ہی نہ سکے کہ شور کہاں ہو رہا ہے۔ ان میں سے بہتیرے جیر اللہ کے لڑکے لیمی آرتھر کی آواز بخوبی پہچانتے تھے۔ انہوں نے اس کی چیخیں سنیں اور صاف پہچانیں۔ پھر وہ پھاٹک کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ انہیں اچانک رک جانا پڑا۔ وہ نہ صرف رکے بلکہ بہتوں کی چیخیں بھی نکل گئیں.... ایک طویل القامت بن مانس جس نے اپنے ہاتھ میں کوئی وزنی چیز لٹکا رکھی تھی پھاٹک سے نکل کر نہایت اطمینان سے ٹرک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

ٹرک چل پڑا اور کسی میں بھی اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت کرتا۔

حمید نے ٹرک کو دیکھا لیکن کوئی اقدام نہ کر سکا۔ بعض اوقات فریدی کے اس طرح کے احکامات اُسے شدت سے کھل جاتے تھے۔ اس نے ٹرک کا تعاقب نہ کیا۔ لیکن کم از کم وہاں سے چلا جانا اُس کی متجسس طبیعت کے بر عکس تھا۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بُری طرح بے چین تھا کہ جیر اللہ پر کیا گزری۔ فریدی نے اُسے صرف ٹرک کا تعاقب کرنے سے منع کیا تھا یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ وہاں سے چلا ہی جائے۔ بہر حال حمید نے وہاں ٹھہر جانے کا جواز پیدا کر کے جیپ اسٹارٹ کر دی اور ٹھیک اسی مجمع کے قریب آکر رکا لوگوں کی دانست میں شاید وہ بن مانس ایک ہی تھا جو ٹرک پر جا چکا تھا۔ حمید اپنے ہاتھ میں برین گن لئے ہوئے جیپ سے اُتر آیا۔

دفعتاً پھاٹک پر پھر دو مہیب سائے دکھائی دیئے جو بند پھاٹک پر چڑھ کر باہر آنے کی کوشش کر رہے تھے لوگ چیخیں مار کر بھاگنے لگے۔

حمید کی برین گن گولیاں اگل رہی تھی۔ دونوں چیختے ہوئے ڈھیر ہو گئے۔ برن گن خاموش ہو گئی اور حمید اُسے دوبارہ لوڈ کرنے لگا۔

بھاگتے ہوئے لوگ ٹھہر گئے لیکن وہ دور کھڑے ہوئے تھے۔ حمید ان کی طرف مڑا۔

"مجھے ایک دلیر آدمی چاہئے۔" حمید نے کہا۔

"آپ کون ہیں۔" مجمع میں سے کسی نے پوچھا۔

"پولیس....!"

سناٹا چھا گیا.... تھوڑی دیر بعد ایک آدمی مجمع سے نکل کر حمید کی طرف بڑھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں۔" اُس نے حمید سے پوچھا۔

"ہم اندر چلیں گے۔" حمید بولا۔

"خطرناک ہے۔" اُس آدمی نے کہا۔ "میں نہتا ہوں۔"

"فکر نہ کیجئے۔" حمید نے جیب کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اُس نے اس میں سے اپنا ریوالو نکالا اور برین گن اُس آدمی کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔ "خطرے کے وقت اس ٹریگر کو دباتے جایئے گا۔"

"میں جانتا ہوں.... فوج میں رہ چکا ہوں۔" اُس آدمی نے کہا۔

"تب تو اور بھی اچھا ہے.... آیئے۔"

حمید آگے بڑھ کر پھاٹک پر چڑھ گیا۔ اس کے پیچھے وہ فوجی تھا۔ برآمدے میں پہنچتے انہوں نے پھر ایک فائر کی آواز سنی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی اندر سے بھاگتا ہوا برآمدے طرف آرہا ہو۔

دروازہ کھلا اور کوئی دھڑام سے فرش پر آرہا۔ برآمدے میں اندھیرا تھا۔ حمید نے ٹا روشنی کی یہ جیر اللہ شاستری تھا۔ حمید اُسے اٹھانے کے لئے بڑھ ہی رہا تھا کہ فوجی کے ہاتھ میں ہوئی برین گن کا رخ دروازے کی طرف مڑ گیا ساتھ ہی دو شعلے نکلے اور ایک درندہ چیختا ہوا جیر شاستری پر ڈھیر ہو گیا۔ اگر حمید آگے بڑھ کر جیر اللہ کو اُس کے نیچے سے کھینچ نہ لیتا تو شاید اُس توڑتے ہوئے وحشی نے اُس کے پرخچے اڑا دیئے ہوتے۔

ایک لامتناہی سناٹا۔

سڑک پر کھڑے ہوئے آدمیوں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد جیر اللہ کو ہوش آ گیا۔ اُس وقت حمید نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر خوفزدہ بچے کے چہرے کی سی کیفیتیں طاری تھیں اس کی آنکھوں اور چہرے کے خدوخال میں ربط اور کافی ہم آہنگی تھی۔

"لے گئے۔" وہ بچوں کی طرح چیخا۔ "میری زندگی لے گئے.... میں لٹ گیا۔"

"کیا لے گئے؟" حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"تم کون ہو....؟"

"پولیس....!"

"اب آئی ہے پولیس.... کسی کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں۔ کیا ہو رہا ہے اس شہر میں؟ پولیس سو رہی ہے۔ میں برباد ہو گیا۔"

"کیا لے گئے کچھ بتایئے بھی تو۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"میری بدھ کی مورتی.... ٹھوس سونے کی تھی۔ دس سیر وزن....!"

"اوہ....!"

"اس پر میں نے سیاہ پینٹ کرا دیا تھا تاکہ وہ محفوظ رہ سکے۔"

"کوئی جانتا تھا! اُس کے متعلق۔"

"کوئی بھی نہیں.... حتی کہ میرے لڑکے کو بھی اس کا علم نہیں۔"

"آپ کا لڑکا اس وقت کہاں ہے۔"

"آہ لیمی.... میرا لیمی۔" جیر اللہ بے تحاشا چیخا۔ "لیمی بیٹے تم کہاں ہو۔"

وہ پاگلوں کی طرح اندر بھاگ گیا۔

حمید نے فوجی کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

اندر انہیں بن مانس کی آٹھ لاشیں ملیں۔ لیمی ایک کمرے میں بیہوش پایا گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی رائفل دبی ہوئی تھی اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

جیر اللہ نے اُسے اٹھا کر ایک صوفے پر ڈال دیا۔

حمید درندوں کی لاشوں کو ٹٹولتا پھر رہا تھا۔ فوجی بھی اس کے ساتھ تھا۔ اچانک حمید کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی اور فوجی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

حمید ایک درندے کے تلاؤں کو ٹٹول رہا تھا۔ جن میں چمڑے کے تسمے کسے ہوئے تھے۔ حمید نے تسمے کھول ڈالے کھال ڈھیلی پڑ گئی اس نے اسے اوپر کی طرف کھینچا۔ کسی آدمی کا پنجہ باہر نکل آیا۔

"ارے....!" فوجی اچھل کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"ڈرو نہیں دوست! اس کی کھال اتارنے میں میری مدد کرو۔" حمید بولا۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ اس آدمی پر سے بن مانس کی کھال اُتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ایک ایسے شخص کی لاش تھی جسے ہر آدمی اچھی طرح پہچانتا تھا۔ برنارڈان کے سامنے

ننگا پڑا تھا۔

"تو یہ سب بھی۔۔۔!" فوجی ہکلا کر رہ گیا۔

"دیکھتے ہیں۔۔۔۔ ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا اور پھر اُس نے جیر اللہ کو آواز دی۔ وہ دوسرے کمرے میں تھا۔ آواز سنتے ہی باہر نکل آیا۔

"اسے پہچانتے ہیں آپ۔" حمید نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں۔۔۔۔ ارے۔" جیر اللہ بوکھلا کر بولا۔ "یہ تو برنارڈ ہے۔۔۔۔ اسے کیا ہوا؟"

"یہ بھی انہیں درندوں میں تھا۔۔۔۔ یہ رہی اس کی کھال اور شاید آپ ہی کی گولی کا نشانہ بنا ہے۔"

"مگر۔۔۔۔ میں نے دھوکے میں مارا۔۔۔۔ یہ جرم نہیں ہے۔۔۔۔ میں نہیں جانتا تھا۔" جیر اللہ کے لہجے میں بدحواسی تھی۔

وہ پھر بولا۔ "کیا یہ سب آدمی ہی ہیں۔ اُف! برنارڈ گھر کا بھیدی۔ شاید وہ مورتی کا راز جانتا تھا۔"

حمید کوئی جواب دینے کے بجائے پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اس نے اندر کی ساری لاشیں دیکھیں۔ باہر کی تینوں لاشوں کا بھی جائزہ لیا۔ وہ سب بن مانس ہی تھے۔ اُن میں سے دو ایسے بھی تھے جن کے گولی نہیں لگی تھی۔ لیکن وہ بے جان تھے۔

❁

دوسرے دن شہر کے گلی کوچوں میں فوج کے مسلح دستے گشت کر رہے تھے اخبارات نے بہت شور مچایا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ جیر اللہ اپنے علمی تجربے کی بناء پر ہر طبقے میں احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ اُس کا اس بے دردی سے لٹ جانا لوگوں کی نظروں میں کافی اہمیت رکھتا تھا۔ اخبارات نے حکام سے پرزور اپیل کی تھی کہ اس پُر اسرار دہشت انگیزی کا سدباب کرنے کے لئے کوئی مناسب قدم اٹھایا جائے۔

محکمہ سراغ رسانی کے دفتر میں آفیسروں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ حمید ابھی ابھی پچھلی رات کے واقعات دہرا کر بیٹھا تھا کہ آئی۔ جی نے اس سے سوال کیا۔

"اور فریدی کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ ٹرک کے تعاقب میں تھے۔"

"اس وقت کہاں ہے۔"

"ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ برنارڈ نے تم پر ناجائز دباؤ ڈال کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"جی ہاں۔۔۔۔ درست ہے۔۔۔۔ وہ مجھ سے لڑکال جنگل کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"لڑکال جنگل کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتا تھا۔" آئی۔ جی نے جھنجھلا کر کہا۔ "جو کچھ تمہیں معلوم ہے بیان کر جاؤ۔"

"فریدی صاحب نے وہ بن مانس گھر پر ہی شکار کیا تھا۔"

"کیا۔۔۔۔؟" آئی جی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! گھر پر ہی! لیکن وہ ایک ہی تھا اور اُسے ہمارے کتوں نے گھیر لیا تھا۔ پھر فریدی صاحب نے اُسے گولی مار دی۔ اسٹار کا ضمیمہ ان کی خواہش کے مطابق شائع ہوا تھا اور لڑکال جنگل کی کہانی ان کی ہی اُپج تھی۔"

"آخر کیوں! لڑکال جنگل کا نام کیوں لیا گیا تھا۔" آئی جی نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔

"برنارڈ بھی مجھ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے اس کا علم ہی نہیں تھا۔ میں اُسے کیا بتاتا۔"

"تمہیں اس کا علم نہیں۔" آئی۔جی نے اُسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔۔۔۔ وہ بہتیری باتیں مجھے بھی نہیں بتاتے۔"

تم نے اس سے پہلے بھی کبھی برنارڈ کو جیر اللہ کے مکان پر دیکھا تھا۔

"جی ہاں۔۔۔۔ ایک بار جب ہم جوزف پیٹر کے معاملے میں پوچھ گچھ کرنے گئے تھے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر آئی جی نے سوال کیا۔

"تمہیں فریدی کی طرف سے کچھ ہدایات تو ملی ہی ہوں گی۔"

"جی نہیں! وہ مجھے اپنی اسکیموں سے بس تھوڑی ہی دیر پہلے آگاہ کرتے ہیں۔ پچھلی رات جب ہم الگ ہو رہے تھے تو انہوں نے مجھ سے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نہ ٹھہروں۔"

آئی۔جی جھلاہٹ میں ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مڑ کر بولا۔ "بس اسی بناء پر میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ کیس اُسے سونپا جائے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اُسے کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے آہستہ سے کہا۔

"اگر آیا بھی ہو تو کیا ہو سکتا ہے جب کہ ہمیں علم ہی نہیں کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور کیا کرنا

چاہتا ہے میں مانتا ہوں کہ وہ محکمے میں ذہین ترین آدمی ہے۔ لیکن بے قاعدگی تو نہیں برداشت
کی جاسکتی۔"

"اُس کا کہنا ہے کہ اُس کی بے قاعدگی ہی اُسے مجرم تک بہت جلد پہنچا دیتی ہے"
ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"تو آپ اس رویئے کو درست سمجھتے ہیں۔" آئی۔ جی اُسے گھور کر بولا۔

"میرا یہ مطلب نہیں میں تو یہ عرض کر رہا تھا....!"

"کچھ نہیں....!" آئی۔ جی نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "اُسے مجبور کیجئے کہ وہ اب تک
باقاعدہ رپورٹ پیش کرے وہ اکیلے اس کام کو کسی طرح انجام نہیں دے سکتا۔ میں دیر
چاہتا.... سمجھے آپ۔"

"بہت بہتر....!" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"میں برنارڈ کو اس سازش کا سرغنہ نہیں سمجھتا۔" آئی۔ جی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "م
ہے کہ وہ اُس گروہ کا ایک معمولی آدمی رہا ہو۔"

"لیکن بن مانس کا مسئلہ۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔ "خیر اللہ کا بھی یہی بیان ہے کہ اُس
درندے پر تین فائر کئے تھے جو مورتی اٹھا کر بھاگا تھا۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔"

"میں سمجھتا ہوں وہ بھی کوئی آدمی ہی تھا۔" آئی۔ جی نے کہا۔ "اور کھال کے نیچے بلٹ
پروف لگائے رہا ہوگا۔"

"لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے، کہ برنارڈ کی کھال کے نیچے سے بلٹ پروف کیوں نہیں لگا
ظاہر ہے کہ اُس کا مقصد خودکشی نہ رہا ہوگا۔"

"سوال غور طلب ہے۔" آئی۔ جی مدبرانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "خیر یہ تو بعد کی با
ہے۔ خود ان بن مانسوں کا وجود ایک حیرت انگیز وقوعہ ہے۔ آج میں اُن سے متعلق ایک ماہر
الحیات کا بیان دیکھ رہا تھا۔ اُس کا کہنا ہے کہ اس رنگ اور قد کے بن مانس ابھی تک دنیا کے
حصے میں نہیں دریافت ہوسکے اور ان کی اندرونی ساخت میں بھی اُسے کوئی عجیب بات نظر
ہے جسے وہ سمجھ ہی نہیں سکا.... پھر اُس نے ان درندوں کے متعلق جنہیں سرے سے گولیاں
ہی نہیں تھیں لکھتے ہوئے اظہار خیال کیا ہے کہ ان کی موتیں ہارٹ فیل ہونے کی بناء پر واقع

تھیں۔ یہ توان بن مانسوں کا تذکرہ تھا جنہوں نے یوگوسلاوی سفیر کے اتاشی پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ ادھر
خیر اللہ کے یہاں پائے جانے والے درندوں میں بھی دو ایسی لاشیں ملی ہیں جن کے گولیاں نہیں
لگی تھیں۔ آخر یہ کیسے بن مانس ہیں جن میں سے کچھ کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ آئی۔ جی حمید کی طرف اس انداز سے دیکھنے لگا جیسے وہ اس سے جواب چاہتا
ہو۔ پھر اُس نے حمید سے کہا۔

"جاؤ.... فریدی کو تلاش کرو۔"

"بہت بہتر۔" حمید نے کہا اور سر جھکا کر باہر چلا آیا۔

"کہاں چلے خان۔" اُس کے ساتھی رمیش نے اُسے چھیڑا۔

"بٹیروں کے انڈے جمع کرنے۔" حمید آنکھ مار کر بولا۔ "اگر کسی ٹائپسٹ گرل کو ساتھ لے
چلو تو تم بھی چل سکتے ہو۔"

رمیش پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔

حمید نے موٹر سائیکل نکالی اور برنارڈ کے بنگلے کی طرف چل پڑا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ روزا
موجود ہے یا نہیں۔ بنگلہ مقفل تھا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جائے وہ سارا دن ادھر
ادھر، ایک چکر قاسم کے گھر کی طرف لگایا تھا اور اُسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی تھی کہ قاسم
ابھی تک لاپتہ ہے۔

شام کو آرلکچنو میں رشیدہ سے ملاقات ہوگئی وہ انسپکٹر آصف کو گھس رہی تھی۔ انور موجود
نہیں تھا۔ آصف حمید کو دیکھتے ہی اٹھ گیا۔

"رات تو تم نے بڑا کمال کیا۔" رشیدہ نے حمید سے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ اس قسم کے کمالات میری زندگی میں عام ہیں۔"

"اونچے اڑ رہے ہو۔"

"کیا آصف نے بل نہیں ادا کیا۔"

"اوہ.... اب وہ بہت کم پسیجتا ہے۔" رشیدہ مسکرا کر بولی۔ "اور خیر اب تو تم آہی گئے ہو۔"

"اُس نے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے اور چائے کا بل ادا کر دیا۔" حمید نے اس طرح کہا جیسے
کسی کو ناول پڑھ کر سنا رہا ہو۔

"تمہیں اس کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے۔" رشیدہ سرد لہجے میں بولی۔

"کیوں نہیں! مجھے بیوقوف بنانا بھی آتا ہے۔"

"برنارڈ کی موت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"اچھا خیال ہے۔ خدا تمہیں بھی ایسی ہی موت نصیب کرے۔"

"مت بکو۔"

"میرا مطلب یہ تھا کہ اُس نے کھال کے نیچے کپڑے نہیں پہن رکھے تھے۔"

"حمید بد تمیزی نہیں۔ ورنہ تمہارے کان اکھاڑ دوں گی۔"

"کانوں کے بغیر بھی اچھا لگوں گا شاید اُس کے بعد تم مجھ سے شادی کر سکو۔"

"تم بہت بیہودے ہو گئے ہو میں فریدی صاحب سے تمہاری شکایت کروں گی۔"

"فریدی صاحب کو بن مانسوں نے مار ڈالا۔ وہ انہیں اپنی قوم کی ایک لڑکی پیش کر کے فرزندی میں لینا چاہتے تھے لیکن فریدی صاحب نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں کالی نوش منجن استعمال کرتا ہوں۔"

"بکے جاؤ پاگلوں کی طرح....!" رشیدہ چڑھ کر بولی۔

حمید تھوڑی دیر تک اُسے چھیڑتا رہا پھر وہاں سے بھی اٹھ کر چلا آیا۔ اُس کی اکتاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ فریدی نے اُسے بڑی شدت سے بور کیا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب وہ کئی دن کے لئے غائب ہو گیا۔

پھر سوچا ممکن ہے اب واپس ہی آ گیا ہو۔ وہ گھر کی طرف چل پڑا۔ رات ہو گئی تھی۔ خلاف معمول کمپاؤنڈ کا پھاٹک کھلا ہوا تھا اُس نے موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دی۔ پھاٹک سے گذر کر سیدھا گیراج کی طرف آیا۔ اُسے حیرت تھی کہ آج رکھوالی کرنے والے السیشین بھی نہیں بھونکے۔ پھر اُسے ایک عجیب قسم کی بو کا احساس ہوا اور اس کے نتھنوں میں جلن ہونے لگی۔ اُس نے چونک کر بر آمدے کی طرف دیکھا اور اُسے نوکروں پر تاؤ آنے لگا کہ کم بختوں نے بر آمدے میں اندھیرا کیوں کر رکھا ہے۔ اُس نے موٹر سائیکل وہیں چھوڑی اور نوکروں کے نام لے لے کر دھاڑتا ہوا بر آمدے کی طرف بڑھا۔

"کیا ہو گیا ہے ان کم بختوں کو کوئی بولتا ہی نہیں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا بر آمدے میں داخل ہوا۔

پھر دروازے کے قریب سوئچ ٹٹول رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اُس کی گردن پکڑ لی۔ حمید نے پلٹنا چاہا لیکن گرفت مضبوط ہو گئی اُس نے کوشش کی کہ حملہ آور کو پیٹھ پر لاد کر پٹخ دے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ حملہ آور کے ہاتھ بڑے اور گھنے بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ بر آمدے میں پھیلی ہوئی تاریکی اور زیادہ گہری ہو گئی۔

خوفناک تجربے

حمید کو ہوش آیا تو اُس نے ایسا محسوس کیا جیسے وہ ڈوب رہا ہو۔ اُس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ چاروں طرف پیلاہٹ نظر آ رہی تھی۔ کسی آبی جانور کا تاریک سایہ اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اُس کے حلق سے پھر ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔

اُس نے ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے۔ دفعتاً آبی جانور اُس پر جھکا۔ حمید نے پھر چیخ ماری اور اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ تاریک سائے نے اُسے پکڑ کر پھر تہہ میں گرا دیا۔

حمید کو پوری طرح ہوش آ گیا.... کوئی آدمی اُسے دبوچے ہوئے تڑپنے پھڑکنے سے روک رہا تھا۔

"کون ہو تم....؟" حمید حلق کے بل چیخا۔

"میں ہوں پیارے.... تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے۔" اُس نے جواب دیا اور حمید ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"آپ....!" وہ آنکھیں مل کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کتنی بار پوچھو گے۔" فریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"آخر اس مذاق کا کیا مطلب۔"

"میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔"

حمید بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ اپنے گھر کے کسی کمرے میں نہیں تھے اور یہ کمرہ بھی عجیب ہی تھا جس میں نہ کوئی دروازہ تھا اور نہ کھڑکی اور گھٹن کا احساس قطعی نہیں تھا۔ ہوا کے ساتھ ہی ایک عجیب قسم کی خنکی بھی موجود تھی۔

"ہم کہاں ہیں....؟" حمید فریدی کو گھور کر بولا۔

"قبر میں....!" فریدی سگار سلگا کر بولا۔

حمید اپنا سر پیٹنے لگا۔ جب اچھی طرح پیٹ چکا تو گلو گیر آواز میں کہنے لگا۔ "مجھے خدا سے
ہے کہ اُس نے ہمیں قبر میں بھی اکٹھا کر دیا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" فریدی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ اب تم سو جاؤ ابھی رات ہے

"آخر ہم ہیں کہاں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"مجھے خود بھی نہیں معلوم اور نہ میں اُن لوگوں کو پہچانتا ہوں جن سے سابقہ ہے۔"

"آپ یہاں پہنچے کس طرح۔"

"یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔" فریدی سگار کا کش لے کر بولا۔ "شاید میں زندگی میں پ
بار اس طرح بیوقوف بنا ہوں۔ میں تمہیں روانہ کر کے اُس ٹرک کے پچھلے حصے میں چھپ
تھا۔ مجھے توقع تھی کہ یہ ٹرک پھر لڑکال جنگل کی طرف واپس جائے گا۔ میں اپنی دانست میں ا
بڑا کارنامہ انجام دینے جا رہا تھا لیکن وقت مجھ پر قہقہے لگا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ ڈرائیور کی ب
پر بیٹھا ہوا درندہ میری موجودگی سے واقف تھا یا نہیں۔ لیکن اچانک میں نے اشک آور گیس ک
محسوس کی۔ ٹرک بڑی تیز رفتاری سے جا رہا تھا اس لئے کود پڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا
تھوڑی دیر بعد میں بُری طرح کھانسنے لگا۔ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں.... آنکھ کھلی تو یہاں
ابھی تک مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔ سب لوگ نہایت بااخلاق اور شریف ہیں۔"

"شاید ہم کسی بہت بڑے ریفریجریٹر میں بند ہیں۔" حمید بولا۔

اُس کے بعد اُس نے بھی وہ سب کچھ دہرا دیا جو اُس پر گذری تھی۔ جیرالڈ کے لٹ جا
واقعہ بھی بتایا۔ برنارڈ کی موت کے متعلق معلوم کر کے فریدی کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئیں۔

"تو اس کا یہ مطلب کہ جیرالڈ سچ مچ اُن معاملات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔" فریدی نے

"میرا تو یہی خیال ہے برنارڈ شاید اُسے لوٹنے ہی کی فکر میں تھا۔ بعض اوقات ہم ظا
اتفاقات کی بناء پر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اب پروفیسر جھوس[1] ہی والے معاملے کو لے لیجئے۔
اُسے سوفیصدی سازش سمجھا تھا۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن....!"

اُس نے آگے کچھ نہیں کہا۔ حمید اُسے جواب طلب نظروں سے گھور رہا تھا۔ تھوڑی د

[1] حالات کے لئے دیکھئے جاسوسی دنیا کا ناول "چیختے دریچے" جلد نمبر 11 ملاحظہ فرمائیے۔

فریدی بولا۔

"ایک چیز مجھے الجھن میں ڈال رہی ہے۔ آخر برنارڈ کی کھال کے نیچے بلٹ پروف کیوں
نہیں ملے۔"

"یہ بات ضرور قابل غور ہے۔" آفس کی میٹنگ میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید نے کہا۔ "غالباً ہم کسی زمین دوز عمارت میں ہیں۔"

"اس جگہ کی ساخت تو یہی بتاتی ہے۔"

"تعجب ہے کہ کسی طرف کوئی راستہ نہیں ہے۔" حمید بولا۔

"راستہ تو ہے لیکن افسوس ہے کہ اندر سے راستہ بنانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ جب چاہتے ہیں سامنے والی دیوار ہٹ جاتی ہے۔"

حمید اُس طرف دیکھنے لگا۔ جدھر فریدی نے اشارہ کیا تھا۔

دفعتاً ایک عجیب آواز کے ساتھ دیوار ایک طرف کھسک گئی۔ سامنے اسی قسم کا ایک دوسرا
کرہ دکھائی دیا۔

"کمال ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک دیوار کو دوسری دیوار نگل گئی ہو وہ
کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ دفعتاً اُس کی زبان بند ہو گئی۔

سامنے جیرالڈ شاستری کھڑا اپنے پُرسکون انداز میں مسکرا رہا تھا۔ حمید نے فریدی کی طرف
دیکھا اُس کے ہونٹوں پر بھی ایک شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

"میرا ساتھی ابھی تمہاری صفائی پیش کر رہا تھا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"لیکن تمہیں یقین نہیں آیا تھا۔" جیرالڈ نے کہا۔

"قطعی نہیں۔"

"میں عرصہ سے تمہاری ذہانت کا معترف ہوں۔"

فریدی نے بڑی لاپرواہی سے بجھا ہوا سگار دوبارہ سلگایا اور حمید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا
کرے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر جیرالڈ نے کہا۔

"تمہیں لڑکال جنگل کا علم کیونکر ہوا تھا.... کیا عرفانی نے بتایا تھا۔"

"نہیں.... لیکن تم لوگ عرفانی کے یہاں کیا چیز تلاش کر رہے تھے۔"

"ایک ایسی چیز جو ایک غدار کے ذریعے عرفانی تک پہنچی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ کوئی چیز ہو سکتی ہے جو ہم سے متعلق ہو۔"

"لیکن تم اس چیز کی نوعیت سے واقف نہیں تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں....!"

"لیکن میں واقف تھا۔" فریدی نے کہا۔

"تمہیں عرفانی نے بتایا ہوگا۔"

"نہیں.... عرفانی خود بھی اُس معمے کو حل نہیں کر سکے تھے اور انہوں نے جس دا لئے بہت زیادہ خطرہ محسوس کیا میرے لئے اُسے محفوظ کرایا۔"

"کیا چیز تھی۔"

"کیا تم یقین کرو گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"بتاؤ میں غور سے سن رہا ہوں۔"

"تعلیمی تاش کے دو پتے جن پر حروف "ل" تھے۔ ایک کی پشت پر ایک لڑکے کی تصویر اور دوسرے کی پشت پر دو فوجوں کی لڑائی کا منظر تھا۔"

"بس....!" جیرالڈ حیرت سے بولا۔

"اور ان دونوں تاشوں سے بنا لڑکال جنگل۔"

"بنا ہوگا۔" جیرالڈ لاپرواہی سے بولا۔ "میں کچھ اور سمجھا تھا۔ محض لڑکال جنگل کا نام معلوم کر لینے کی بناء پر تم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"شاید میں یہیں موجود ہوں۔" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔

"لیکن تم یہاں لائے گئے ہو۔"

"اگر تمہارا وہ بن مانس ہوشیار نہ ہوتا تو میں خود ہی پہنچ گیا تھا۔"

"ہم نے شروع ہی سے تم پر گہری نظر رکھی تھی۔" شاستری مسکرایا۔

"میں بھی یہی کچھ محسوس کرنے لگا تھا اگر اچانک اس طرح نہ پھنستا تو میرے ذہن میں دوسری ہی تدبیریں تھیں۔"

"ہوں.... اور اب تم نے کیا سوچا ہے۔" جیرالڈ نے تضحیک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ اس گروہ کا خاتمہ کرنا پڑے گا۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"میں تمہاری دلیری کی بھی قدر کرتا ہوں۔" جیرالڈ نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں نے شجاعت اور ذہانت کو ایک ساتھ بہت کم دیکھا ہے۔"

"شکریہ! میں اس تعریف کے صلے میں تمہاری قبر پر پھول ضرور چڑھاؤں گا۔"

جیرالڈ ہنسنے لگا۔

حمید کو اب پھر اس کا چہرہ پہلے ہی کی طرح خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔

"اوہ....!" جیرالڈ نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔ "تمہارے کندھے پر چوہیا چل رہی ہے۔"

"ظاہر ہے کہ اگر وہ ہاتھی ہوتا تو میں کچل گیا ہوتا۔" حمید نے ہنس کر کہا۔ "لیکن آپ نے آخر میری عزت افزائی کیوں فرمائی۔ میں تو دنیا کا ڈیوٹ ترین آدمی ہوں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں تمہاری بھی قدر کرتا ہوں۔"

"اچھا ذرا یہ تو بتایئے کہ میری موت کب آئے گی۔" حمید نے اُس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں کی زندگی مشروط ہے۔"

"اوہ.... یہ بات بھی ہے۔" فریدی نے کہا۔ وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری بے حیائی پر مجھے حیرت ہے۔" جیرالڈ بولا۔ "تم جسے میں عظیم ترین فریدی کہتا ہوں۔ تم ان لوگوں کے لئے جان دیتے ہو جو تم پر اعتماد نہیں کرتے۔ میری ایک ذرا سی شکایت پر تمہارا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو گیا بلکہ ایک طرح سے تم بیکار بھی کر دیئے گئے۔"

"ہوں....! تو پھر....!"

"عزت، شہرت، دولت! تمہیں میرے ہی دکھائے ہوئے راستے پر ملے گی۔ ہم اس بات میں یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں صرف انہیں زندہ رہنے کا حق ہے جو ہر لحاظ سے طاقتور ہوں۔"

"خیال بُرا نہیں ہے.... پھر!"

"پھر یہ کہ.... تم عقل مند ہو.... تمہیں ہمارے ساتھ سب کچھ ملے گا۔ میں نے دنیا کے بہترین دماغ اکٹھا کئے ہیں اور وہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بس ایک اشارے کی

ضرورت ہے اُس کے بعد ساری دنیا پر ہماری حکومت ہو جائے گی۔“

”شیخ چلی کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں۔“ حمید نے فریدی کی طرف مڑ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ ”تم جھوٹ سمجھتے ہو۔“ جیرالڈ یک بیک بگڑ گیا۔ ”کیا یہ بن مانس تمہاری اوندھی کھوپڑی کے لئے حیرت انگیز نہیں۔ لاؤ..... دنیا کے کسی گوشے سے ایک ہی لاؤ..... لا سکو گے۔“

”نہیں شاستری! وہ یقیناً حیرت انگیز ہے..... حمید احمق ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر تم ان کی پیداوار کا طریقہ دیکھو تو عش عش کر اٹھو گے۔“ جیرالڈ نے کہا۔ ”وہ عمل ارتقاء کے ذریعے صدہا برس میں ہوتا ہے اسے ہم چند ہی گھنٹوں میں کر لیتے ہیں۔ چند گھنٹوں میں صدہا سال آگے جست۔“

”وہ کس طرح.....!“

”سب دیکھ لو گے۔“ جیرالڈ مسکرا کر بولا۔ ”اور یہ بھی یاد رکھو کہ تم یہاں سے خود تا قیامت نہیں نکل سکو گے جب تک کہ میں نہ چاہوں۔ انسانی زندگی کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں۔ تم نے دیکھا جوزف، اس کی بیوی اور برنارڈ کتنی آسانی سے مر گئے۔“

”میں نے سب کچھ دیکھا اور سمجھا ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”برنارڈ کی موت حالانکہ میرے سامنے نہیں واقع ہوئی۔ لیکن میں اس کا طریقہ بھی سمجھ گیا ہوں۔“

”کیا.....؟“

”برنارڈ بن مانس کی اُس ٹولی میں نہیں تھا جو لڑکال جنگل سے روانہ ہوئی تھی۔“ فریدی... کا کش لے کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تم اُسے اس لئے ختم کرنا چاہتے تھے کہ اس سے حمید کے معاملے میں ایک حماقت سرزد ہوئی تھی۔ لیکن اگر وہ نہ بھی سرزد ہوئی ہوتی تو برنارڈ کے خلاف میرے پاس کافی مواد موجود تھا۔ پیملیا کی موت اُسی کے ہاتھوں واقع ہوئی تھی۔ میں نے اُسے اس کی رات میں زہریلی سوئی چبھاتے دیکھا تھا۔ بہرحال تم نے کل رات برنارڈ کو پہلے ہی سے اپنے پاس روک رکھا تھا اور کسی بہانے سے اُسے بن مانس کی کھال پہنا دی تھی۔ جیسے ہی تمہاری اسکیم کے مطابق دوسرے بن مانس تمہارے مکان میں داخل ہوئے تم نے برنارڈ کو گولی مار دی۔ اس طرح اس کا قصہ بھی پاک ہو گیا اور دوسری طرف تم نے پولیس کی نظروں میں اپنی پوزیشن بھی صاف کر دی۔ لیکن تم ذرا سا چوک گئے۔ اگر اُسے بھی کھال کے نیچے بلٹ پروف اس طرح پہنا دیتے کہ

جسم پر کوئی جگہ خالی رہ جاتی تو جرم پر بھی پردہ پڑ سکتا تھا۔“

”خوب!“ جیرالڈ مسکرا کر بولا۔ میں ایک بار پھر تمہاری ذہانت کی تعریف کرتا ہوں۔

”لیکن میں ایک بات ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں کہ تمہارے کچھ بن مانس خود بخود کیوں رہ جاتے ہیں۔“

”یہ بات اس وقت تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی جب تک کہ عملی نمونہ پیش نہ کیا جائے۔“ جیرالڈ بولا۔ ”فریدی ہم لوگ ایجادات اور اختراعات کے معاملے میں موجودہ دور سے صدیوں آگے نکل گئے۔ ہمارے پاس ایسے آلات ہیں جنہیں صحیح معنی میں نیا کہا جا سکتا ہے۔ ایٹمی توانائی کی دریافت اور اس کے استعمال کو دنیا کا سب سے بڑا کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کیا تم اسے جدید کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ خیال نیا ہے میرے دوست! اس خیال نے حضرت عیسیٰ سے پہلے بھی جنم لیا تھا۔ کیا اپنے ڈوکلس کے ذراتی نظریہ کائنات میں موجودہ ایٹمی دریافت کی جڑیں نہیں ملتیں۔ لیکن ہم اپنے معاملے میں جدید ترین ہیں۔ ہم نے قوتِ حیات و نمو پر قابو پا لیا ہے۔ مسٹر حمید کے ہاتھوں پر رینگتی ہوئی چوہیا منٹوں میں خرگوش کے برابر ہو سکتی ہے۔“

”اوہ.....!“ فریدی حیرت سے اپنے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

”ہمارے پاس ایک نہیں درجنوں ایسی ایجادات ہیں۔“ جیرالڈ نے کہا۔ ”دور کیوں جاؤ۔ اسی کمرے کو لے لو جس میں تم مقیم ہو۔ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم کسی زمین دوز کمرے میں بیٹھے ہو۔ یہاں نہ کوئی کھڑکی ہے اور نہ کوئی روشندان پھر بھی تمہیں گھٹن نہیں محسوس ہوتی۔ ان زمین دوز عمارتوں کا سلسلہ دو میل کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کیا نہیں ہے۔“

”تمہارا گروہ ہمارے ملک میں کب سے کام کر رہا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”آج کی بات نہیں ہے ہم نے پہلی جنگ عظیم کے بعد ہی سے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا تھا۔“

”اور مقصد کیا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ساری دنیا پر حکومت۔ کمزوروں کو قوی ترین آدمیوں کے زیرِ نگین لانا۔ جمہوریت کو ہم رینگتے ہوئے کیڑوں کا نظام سمجھتے ہیں۔“

”بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں آپ۔“ حمید سنجیدگی سے بولا۔ ”میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔“

”جب تم بھی یہی سمجھتے ہو تو ہماری تحریک سے تمہیں پوری پوری ہمدردی ہونی چاہئے۔“

"میں نہایت سنجیدگی سے آپ کی تحریک کی حمایت کرتا ہوں۔"

"کیا بکتے ہو۔" فریدی نے اُسے ڈانٹا۔

"تمیز سے فریدی صاحب! ورنہ سر توڑ دوں گا۔" حمید اپنی آستین چڑھاتا ہوا بولا۔

"ہوش میں ہو یا نہیں۔" فریدی کو اچانک غصہ آ گیا۔

"میں پوری طرح ہوش میں ہوں! تم اپنی خبر لو۔" حمید نے کہا۔ "آج پہلی بار مجھے ایک آدمی ملا ہے۔ تم نے مجھے کیا دیا ہے۔ ہمیشہ میری ترقیاں رکواتے رہے۔ آج تک میری شادی ہونے دی وغیرہ وغیرہ۔"

"اوہو! لڑنے کی ضرورت نہیں۔" جیرالڈ اُن کے درمیان میں آ گیا۔ پھر وہ حمید کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "سارجنٹ تمہیں آرام کی ضرورت ہے میرے ساتھ چلو.... اور فریدی میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ شروع ہی سے تم میری نظروں میں تھے اور میں کسی مناسب موقعے کی تلاش میں تھا۔ اگر میں تمہیں ختم کرنا چاہتا تو شہر ہی کی سڑک پر یہ نیک کام انجام پا جاتا۔"

"میرے خیال سے اسے ختم ہی کر دیجئے۔" حمید بولا۔ "اس سے زیادہ ہٹ دھرم آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔"

جیرالڈ کچھ کہے بغیر حمید کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ کمرے کی حدود سے نکلتے ہی پھر دیوار کھڑکھڑاتی ہوئی اپنی جگہ پر آ گئی۔

❁

آج شاید زندگی میں پہلی بار حمید فریدی کے ساتھ اتنی گستاخی سے پیش آیا تھا۔ مزاحاً بھی کبھی اس نے اتنی بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ فریدی کو چھیڑتا بھی رہتا تھا مگر اسی انداز میں جیسے اکثر شریر بچے اپنے بزرگوں سے خوش فعلیاں کرتے ہیں.... مگر آج اُس کا انداز کچھ اور ہی تھا.... وہ ضرورت سے زیادہ گستاخ نظر آ رہا تھا۔

بہرحال آج فریدی حمید کے اس رویئے پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اس سے قبل اس نے اس کی حرکتوں کو کسی شریر بچے کی حرکتوں سے زیادہ اہمیت نہ دی تھی اور نہ اُسے آج کوئی ایسا موقع ہی یاد آ رہا تھا جب حمید نے اس سے اتنی سرد مہری اور بے وفائی کا برتاؤ کیا ہو۔ اُس کے

رویئے سے ہمیشہ یہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُس سے چمٹا ہوا اُس کی قبر تک میں کود جائے گا۔ کیا وہ سچ مچ جیرالڈ سے اتنا ہی مرعوب ہو گیا تھا کہ اُس کی مختصر سی چکنی چپڑی گفتگو نے اسے پھسلا لیا۔ حمید نے انتہائی خطرناک مواقع پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور اکثر خود کو موت کے منہ میں ڈال کر اُس کی جان بچائی تھی۔ پھر یک بیک اُسے کیا ہو گیا۔

فریدی نے ایک سگار سلگایا اور بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ آج شاید زندگی میں پہلی بار وہ رنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

❁

سرجنٹ حمید نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ یہ کمرہ بھی ویسا ہی تھا لیکن اس کا سازو سامان ذرا شاہانہ قسم کا تھا۔

"میں پہلی ہی ملاقات میں آپ سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا۔" حمید نے جیرالڈ سے کہا۔ جو ایک گلاس میں شراب انڈیل رہا تھا۔

"تم مجھے بیوقوف تو نہیں بنا رہے ہو میرے دوست....!" وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

"دیکھئے جناب۔" حمید تیز لہجے میں بولا۔ "میں ایسے آدمیوں پر لعنت بھیجتا ہوں جو میری نیک نیتی پر شبہ کریں۔ فریدی سے میں عرصہ سے نفرت کرتا تھا اور مجھے کسی مناسب موقع کی تلاش تھی، اتفاق سے آج وہ میرے ہاتھ آ گیا۔"

"تم فریدی سے نفرت کیوں کرتے تھے۔"

"محض اس لئے کہ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ پہلے سے کبھی اپنی کوئی اسکیم نہیں بتاتا تھا۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ یہی نا کہ اُسے مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔ اب کل رات ہی کا معاملہ لے لیجئے۔ ہم دونوں ساتھ ہی چلے تھے لیکن وہ بن مانسوں کو آپ کے مکان میں داخل ہوتے دیکھ کر کچھ کہے سنے بغیر مجھ سے الگ ہو گیا۔"

"اچھا دوست میں تمہیں آزمالوں گا۔" جیرالڈ ہنس کر بولا۔

جس وقت دل چاہے۔"

"کیا تم فریدی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر سکو گے۔"

"جب کہئے تب.... میں اس کی بوٹیاں نوچنا چاہتا ہوں۔ اُسی کی بدولت میں اب تک موچی

کا موچی رہا۔"

"خیر.... شراب پیو گے۔"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"کیا تم فریدی کو سمجھا کر راہِ راست پر نہیں لا سکتے۔"

"ناممکن ہے جناب.... وہ مر جائے گا لیکن آپ کی بات نہیں مانے گا۔"

"اور اگر میں منوالوں تو۔"

"میں اسے دنیا کا عظیم ترین کارنامہ سمجھوں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا تو تم اس معاملے میں بھی میری قوت کا اندازہ لگا سکو گے۔" جیرالڈ نے ہنس کر کہا۔

❁

دوسری صبح فریدی کو ایک بہت بڑے کمرے میں لے جایا گیا۔ اُسے کمرے کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ اُس کی ساخت بھی ویسی ہی تھی۔ جیسی اس کمرے کی تھی جس میں فریدی دو راتیں بسر کر چکا تھا۔ بہر حال اُسے کمرہ ہی کہا جا سکتا تھا خواہ اُس کی لمبائی اور چوڑائی ایک فرلانگ ہی کیوں نہ رہی ہو۔ یہاں بڑی بڑی دیو پیکر مشینیں نصب تھیں اور یہاں کی دیواریں دروازوں سے محروم نہیں تھیں۔ جیرالڈ نے بڑے تپاک کے ساتھ فریدی کا خیر مقدم کیا۔

اچانک فریدی کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جیسے وہاں دیکھ کر اُسے بڑی حیرت ہوئی.... گرانڈیل احمق قاسم تھا۔ شاید قاسم خود بھی فریدی کو دیکھ کر متحیر تھا۔

وہ جھپٹتا ہوا فریدی کے پاس پہنچا۔ جیرالڈ شاید اپنے آدمی کو کسی قسم کی ہدایات دینے میں مشغول ہو گیا تھا۔

"فف.... ری.... ری.... صاحب۔" قاسم ہکلایا۔

"تم یہاں کیسے؟"

"جوتشی صاحب مجھے یہاں لائے ہیں بہت اچھے آدمی ہیں۔ میرے بہت بڑے ہمدرد۔"

"ہمدرد! وہ کس طرح؟"

"جی....!" قاسم اپنی انگلی مڑورتا ہوا شرما کر بولا۔ "انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے لئے ایک بہت تگڑی سی عورت بنا دیں گے۔ میرے ہی ڈیل ڈول والی۔"

"بنا دے گا؟"

"جی ہاں! اور کیا! وہ ڈیڑھ فٹ اونچے معمولی سے بندر کو بن مانس بنا دیتے ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی کس سوچ میں پڑ گیا۔

"یہاں بہت سی لڑکیاں ہیں۔" قاسم رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"تمہیں یہاں تک پہنچنے کا راستہ یاد ہے۔"

"نہیں تو.... میں نے انہیں اپنی دکھ بھری داستان سنائی تھی اس پر انہوں نے اپنی روحانی طاقت سے مجھے یہاں بلا لیا۔"

"روحانی طاقت سے۔"

"جی ہاں! میں اپنے ایک ملنے والے مسٹر برنارڈ کے یہاں چائے پی رہا تھا.... جب آنکھ کھلی تو میں نے خود کو یہاں دیکھا۔ جوتشی صاحب نے مسٹر برنارڈ کی لڑکی روزا کو بھی یہیں بلا لیا ہے اور.... اُسے میرے لئے تگڑی بنا دیں گے۔"

"حمید سے ملاقات ہوئی۔"

"ہائیں! کیا وہ بھی آئے ہیں۔"

"ہاں....!"

"اچھا تو ٹھیک ہے.... مزہ رہے گا۔"

جیرالڈ ان کی طرف آ رہا تھا۔

"کیا آپ لوگ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔" اُس نے فریدی سے پوچھا۔

"ہاں.... میں انہیں جانتا ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"ہائیں.... حمید بھائی۔" قاسم لپک کر حمید کی طرف دوڑا جو ایک دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔

"میں اس کی قوت سے متاثر ہوا ہوں۔" جیرالڈ فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ میرے بن مانسوں کی رہنمائی کرنے کے قابل ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ حمید کو گھور رہا تھا اور حمید اُسے گھور رہا تھا۔

اتنے میں جیرالڈ کے آدمی دو لنگڑے آدمیوں کو وہاں لے آئے ان دونوں کی ظاہری حالت کہہ رہی تھی کہ وہ شہر کے فٹ پاتھ پر بھیک مانگتے رہے ہوں گے۔

پھر انہیں ایک مشین کے ایک بہت رولر میں ڈال دیا گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا اور جب اس کا دروازہ بند کیا جا رہا تھا تو فریدی بے اختیار چیخ پڑا۔ "یہ کیا کرنے جا رہے ہو تم۔"

"کچھ نہیں بس دیکھتے جاؤ۔" جیرالڈ مسکرایا۔ "یہ صحت مند ہو کر نکلیں گے۔" پھر ایک دوسری مشین کا رولر کھولا گیا۔ یہ رولر آڑا لگا ہونے کے بجائے سیدھا کھڑا ہوا تھا اور اس کا قطر چالیس فٹ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔ اس کے اندر متعدد خانے نظر آ رہے تھے۔

پھر ایک معمولی سا بندر لایا گیا جسے خود جیرالڈ نے اسی رولر کے ایک خانے میں بند کر دیا۔

اس کے بعد دونوں مشینیں چل پڑیں۔ دونوں کے رولر تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ مشینوں کے شور کے باوجود جیرالڈ کی تیز آواز یہ کہتے سنائی دے رہی تھی۔ "دو اپاہج آدمیوں سے ایک طاقتور جانور بہتر ہے۔ وہ دونوں اپاہج ایک طاقتور بن مانس کی تخلیق کر رہے ہیں۔ ان کی ہڈیاں اور اُن کا گوشت ایک حیرت انگیز جانور کی شکل میں تبدیل ہو رہا ہے۔"

"کیا کر رہے ہو تم....!" فریدی چیخ کر جیرالڈ کی طرف جھپٹا۔

دوسری طرف سے حمید نے ایک موٹی سی لوہے کی سلاخ اٹھائی اور اُسے گردش دیتا اور چیختا ہوا فریدی کی طرف بڑھا۔ "اگر تم نے شاستری کی شان میں گستاخی کی تو میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔"

قریب تھا کہ حمید فریدی پر حملہ کر بیٹھے کئی لوگ درمیان میں آ گئے۔ جیرالڈ کا قہقہہ مشینوں کے شور پر لہرا رہا تھا۔ اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "طاقت پر ایمان لاؤ فریدی تمہارا اسسٹنٹ تم سے بہتر ہے۔"

فریدی اپنی جگہ پر کھڑا خون کے گھونٹ پی رہا تھا وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ اُسے باہر نکلنے کا راستہ بھی تو نہیں معلوم تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی حالت میں غصے کو قابو میں رکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔ جیرالڈ ساری دنیا کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہی ہو جائے۔ پھر کیا ہوگا۔ تباہی، بربادی، وہ اُن جنگ بازوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے جو آئے دن ایک دوسرے کو ایٹمی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ فریدی طرح طرح کے خیالات میں الجھتا رہا پھر تھوڑی دیر بعد وہ مشینیں رک گئیں اور فضا میں کان پھاڑ دینے والا سناٹا محیط ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے ایسا معلوم ہوا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہو اور کوئی دوسرا سیارہ اُس سے ٹکرانے کے لئے تیزی سے بڑھتا آ رہا ہو۔

"یہ دیکھو فریدی۔" جیرالڈ نے اسے مخاطب کیا۔ "یہ اُن آدمیوں کا فضلہ ہے۔"

فریدی نے مشین کے نیچے ایک ٹب میں سیاہ رنگ کا گاڑھا سا سیال دیکھا جو کولتار سے مشابہ تھا۔

"ایک سستا ترین کولتار۔" جیرالڈ نے قہقہہ لگایا۔ "جو تمہاری سڑکوں پر ڈالا جاتا ہے اپاہج آدمیوں کا فضلہ۔ ان کے جسموں کا بہترین حصہ میرے بن مانسوں کا جزو بدن ہو جاتا ہے۔"

"ہپ ہپ....!" حمید خوشی سے تالیاں پیٹنے لگا۔ "اکیلے قاسم کے جسم سے چار بن مانس تیار ہو سکتے ہیں۔"

"تمہارے چھ ہو سکتے ہیں.... میں سر پھاڑ دوں گا تمہارا۔" قاسم بھنا کر بولا۔

جیرالڈ نے خانے دار رولر کا دروازہ کھولا۔ اس کے اندر سامنے ہی والے خانے میں ایک طویل القامت بن مانس اونگھ رہا تھا۔ دو آدمیوں نے اُسے پکڑ کر اندر سے نکالا اور ایک اسٹریچر پر ڈال دیا۔ پھر چار آدمی اسٹریچر کو اٹھائے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

"اب اسے دو مختلف قسم کے انجکشن دیئے جائیں گے" جیرالڈ نے کہا۔ "اور وہ بالکل فٹ ہو جائے گا اور ہاں تم نے ان درندوں کے متعلق سوال کیا تھا جو خود بخود مر جاتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان کی تکمیل میں کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے۔ جس کی بناء پر وہ زیادہ دیر تک نہیں چلتے۔"

"واقعی یہ ایک شاندار دریافت ہے۔ انہیں آدمیوں سے بخوبی لڑایا جا سکتا ہے۔" فریدی بولا۔

"قطعی.... ان کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے۔" جیرالڈ بولا۔ "میں ہمیشہ صاف بات کہتا ہوں۔ یہ ایٹمی قوت نہیں ہے کہ جسے پُر امن طریقے پر تعمیری کاموں میں صرف کیا جا سکے۔ میں دنیا کو دھوکے میں ہرگز نہیں رکھوں گا۔ میں کبھی نہ کہوں گا کہ ان بن مانسوں سے کھیتی باڑی کا کام لیا جائے گا۔ میں ایسی امن کی فاختہ نہیں اڑاتا جس کے پیٹ میں بم بھرے ہوئے ہوں۔ میں علانیہ کمزوری کی تباہی ہوں۔"

"مجھے تمہاری صفائی پسندی پر خوشی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"سنبھلو شاستری۔" حمید چیخا۔ "کہیں اس کے مکر میں نہ آ جانا۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

فریدی دانت پیس کر رہ گیا وہ سوچ رہا تھا کہ کیا حمید کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

"نہیں فریدی صاحب نے سچی بات کہی ہے۔" قاسم تھوک نگل کر بڑبڑایا اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

"اب میں قاسم کے ڈیل ڈول کی ایک عورت تیار کروں گا۔" جیرالڈ نے ہنس کر کہا۔

"جی ہاں! جی....!" قاسم جلدی سے بولا۔ "وہی روزا.... روزا....!"

"کیا....؟" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ "کون روزا برنارڈ.... تم کتے۔ میری محبوبہ پر دانت لگائے بیٹھے ہو۔"

"تمہارے باپ کی محبوبہ ہے۔" قاسم جھلا کر بولا۔

"نہیں میری ہے.... شاستری میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اُس لڑکی پر رحم کرو.... ورنہ میں خودکشی کرلوں گا۔ غضب خدا کا.... وہ پھول سا جسم.... قاسم تجھے خدا غارت کرے۔"

"تم کو خود غارت کرے۔" قاسم نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"میں قاسم سے وعدہ کر چکا ہوں۔" جیرالڈ بولا۔

"تو پہلے مجھے زہر کا انجکشن دے دینا۔"

"خیر اس پر پھر کبھی غور کریں گے۔" جیرالڈ نے اکتا کر کہا۔

"کردی نا تم نے گڑبڑ۔" قاسم حمید کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ "خدا تمہیں فنا کردے۔"

"فریدی.... پھر سوچو۔" جیرالڈ نے فریدی سے کہا۔

"ہاں میں سنجیدگی سے اس پر غور کروں گا۔"

"اور اپنے ہی مطلب کی سوچو گے۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جیرالڈ! اس نمک حرام کو میرے سامنے سے ہٹادو۔" فریدی کو پھر غصہ آگیا۔

"میں تمہارے جنازے کے ساتھ ہی رہوں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

✿

فریدی کو زندہ درگور ہوئے چھ راتیں گزر چکی تھیں۔ ابھی تک اُسے کوئی ایسی تدبیر نہیں سوجھی تھی۔ جس پر عمل کر کے وہ کم از کم اس قید سے تو رہائی پاسکتا۔ صرف ایک چال تھی لیکن اُسے بھی حمید ناکام بنادینے پر تلا ہوا تھا۔ فریدی جب بھی جیرالڈ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کرتا

حمید اُسے ہتھے سے اکھاڑ دیتا اور اب حمید کے خلاف اُس کا غصہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ موقع ملنے پر وہ اُسے مار ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتا۔

دوسری طرف حمید صحیح معنوں میں عیش کر رہا تھا۔ اُس جدید ترین سائنٹیفک غار میں پندرہ سولہ خوش شکل لڑکیاں تھیں۔ جن کے متعلق جیرالڈ نے اُسے بتایا تھا کہ وہ سب بھی ایک تعمیری خدمت انجام دیتی ہیں۔ وہ دراصل شہر سے نوجوانوں کو پھانس کر یہاں لاتی تھیں اور وہ بیچارے مختلف قسم کی تجربات کے نذر ہوجاتے تھے اور اُن کے جسموں کا بچا کھچا حصہ سستے ترین کولتار میں تبدیل کردیا جاتا تھا۔

فریدی کو یہاں ایسی ایسی ایجادات نظر آئیں کہ وہ متحیر رہ گیا یقیناً وہ لوگ اپنی ایجادات کے معاملے میں جدید ترین تھے۔ جیرالڈ کا دعویٰ غلط نہیں تھا.... دو میل لمبی چوڑی زمین دوز دنیا ہر لحاظ سے عجیب تھی۔ انہوں نے ننھے ننھے مصنوعی سورج بنائے تھے اور جیرالڈ کا دعویٰ تھا کہ ان کی روشنی اور حرارت میں وہ سارے نیچرل اوصاف موجود ہیں جو قوت حیات و نمو کے لئے ضروری ہیں اور خود فریدی کو بھی اس کا تجربہ ہوگیا تھا.... ان چھ دنوں کے دوران میں ایک لمحہ کے لئے بھی اُسے گھٹن کا احساس نہیں ہوا تھا اور اس کی صحت بھی برقرار رہی تھی۔ اپنی قوتوں میں اُسے کسی قسم کا انحطاط نہیں محسوس ہوا تھا۔

فریدی نے جیرالڈ سے پوچھا کہ آخر اُسے قبل از وقت اپنے بن مانسوں کی نمائش کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ جو کام اُس نے ان سے لئے تھے وہی آدمیوں سے بھی لے سکتا تھا۔

اس پر اس نے ہنس کر کہا تھا۔ "تم ہمارا ایک دوسرا بڑا راز جاننے کی کوشش کر رہے ہو۔ مگر خیر.... میں تمہیں بتاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ راز اس زیرزمین دنیا سے باہر نہیں جاسکتا.... سنو.... وہ ایک طرح کا اشارہ تھا ہمارے عالمی اداروں کے لئے ظاہر ہے کہ تمہارے یہاں کی خبر رساں ایجنسیوں نے ان عجیب و غریب بن مانسوں کی خبر ساری دنیا میں پھیلادی ہوگی اور میری تحریک کے جیالے اس اشارے کا مطلب سمجھ کر اپنے کام میں لگ گئے ہوں گے اور یہ کام ہے مختلف ممالک کی جتھے بندی ختم کرنا۔ ہم ان میں غلط فہمی پھیلا کر پھوٹ ڈلوادیں گے۔ اُس کے بعد انہیں ایک ایک کر کے پیٹ لینا مشکل نہ ہوگا۔"

فریدی اس مسئلے پر بھی غور کرتا رہا تھا یہ ایک خوفناک سازش تھی اگر ایسا ہوا تو ساری دنیا جہنم

بن جائے گی۔ اُسے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن وہ اُسے جذباتی بن کر ضائع بھی نہ کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ وہ جس وقت بھی چاہتا۔ جیرالڈ سے بھڑ سکتا تھا مگر اُس کا یہ فعل غیر افادی ہوتا۔

وہ بڑی دیر سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے گھڑی کی طرف دیکھا گیارہ بج رہے تھے۔

دفعتاً سامنے والی دیوار اپنے داہنے جوڑ کے پاس سے کھسکنے لگی اور دوسرے ہی لمحے میں حمید اندر گھس آیا۔ دیوار پھر اپنی اصلی جگہ پر آگئی۔ حمید نے اس طرح اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی جیسے فریدی کو چپ کرانا چاہتا ہو۔ پھر اُس نے اُسے آنکھ مار کر بلند آواز میں کہا۔ "غالباً آپ نے شاستری صاحب کی باتوں پر غور کیا ہوگا۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ وہ حمید کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں حمید نے اپنی جیب سے سادہ کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور پنسل سے اس پر کچھ لکھنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑبڑاتا بھی جارہا تھا۔ "آپ غلطی پر ہیں۔ میری سنئے یہ لوگ بہت طاقتور ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ طاقت کا ساتھ دینا چاہئے۔"

اسی طرح وہ اور بھی باتیں کہتا رہا۔ فریدی کی نظریں اُس کاغذ پر جمی ہوئی تھیں۔ جس پر حمید لکھ رہا تھا۔ "استاد! اس بار میں نے آپ کو شکست دے دی۔ خاموش.... خاموش۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں کی دیواریں بھی بولتی ہیں۔ کسی کمرے کی سرگوشی بھی ایک مخصوص کمرے میں لاؤڈ سپیکر کی طرح چیختی ہے۔ جیرالڈ یہاں کی چیونٹی کی بھی گنگناہٹ سن سکتا ہے۔ لیکن میں نے آپ سے بگاڑ کر کے اُس کا تھوڑا بہت اعتماد حاصل کرلیا ہے اور یہ صرف میرا حصہ ہے اگر آپ اکیلے ہوتے تو کبھی کے اُس سے ٹکرا کر ختم ہو جاتے۔ اس کی شخصیت واقعی حیرت انگیز ہے خدا کرے میں اُسے چونا لگانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں نے آپ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اُن کے لئے معافی چاہتا ہوں.... اب راویانِ شیریں بیان یوں فرماتے ہیں کہ میں نے روزا کو توڑ لیا ہے وہ میری ممنون ہے کہ میں نے اُسے اس مشینی تجربے سے بچا لیا۔ میں نے اُسے اُس کے باپ کی موت کی اطلاع بھی دے دی ہے جس کا اُسے کوئی علم نہیں تھا اب وہ ایک بھوکی شیرنی کی طرح انتقام کے لئے بے چین ہے اور میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ سے پوچھے بغیر اُس کا ایک بوسہ لے لیا۔ بوسہ یوں لینا پڑا کہ وہ باہر نکلنے کے راستے سے واقف

ہے۔ راستہ دراصل اس کولتار فیکٹری میں نکلتا ہے جو لڑکال جنگل والی سڑک کے سرے پر واقع ہے اور وہ فیکٹری بھی جیرالڈ ہی سے تعلق رکھتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہاں سے نکلیں کیونکر۔ اول تو دروازے تک پہنچنا ہی مشکل ہوگا۔ اگر پہنچ بھی گئے تو وہاں اوپر فیکٹری میں دن رات آدمیوں کی اچھی خاصی تعداد موجود رہتی ہے۔"

اس دوران میں حمید ساتھ ہی ساتھ بڑبڑاتا بھی رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جیرالڈ کی تعریف میں باقاعدہ لیکچر جھاڑ رہا ہو۔ جب وہ خاموش ہوا تو فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں غور کررہا ہوں۔ جیرالڈ کی شخصیت مجھے پسند ہے۔ لیکن اسکا طریقہ کار بہت ہی بہیمانہ ہے۔"

"سنئے جناب۔" حمید اکڑ کر بولا۔ "شاستری صاحب مجبور نہیں ہیں۔ وہ سائنٹیفک طور پر بھی آپ کے خیالات بدل سکتے ہیں۔ صرف ایک گھنٹے تک ایک مشین میں آپ کی مرمت ہوگی۔ اُس کے بعد آپ محسوس کرنے لگیں گے جیسے ابھی ابھی پیدا ہوئے ہوں۔ میں نے وہ مشین دیکھی ہے۔"

"میں عجیب کشمکش میں پڑ گیا ہوں۔" فریدی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں ابھی اور سوچوں گا۔ پھر فیصلہ کروں گا۔"

"وہ بھی اپنی بڑبڑاہٹ جاری رکھے ہوئے کاغذ پر لکھنے لگا۔" شاباش بیٹے حمید۔ "ابے میں تجھے اپنا ولی عہد بنا دوں گا میرے ذہن میں فی الحال ایک تجویز ہے یہاں اور بھی بن مانسوں کی کھالیں موجود ہوں گی اُنہیں کسی طرح مہیا کرو اوپر فیکٹری والوں سے ہم انہیں پہن کر محفوظ رہ سکیں گے.... اور یہاں رات کو تو سب سوتے ہی ہوں گے انہیں یقین ہے کہ اُن کے علاوہ اور کوئی نہ تو یہاں داخل ہو سکتا ہے اور نہ یہاں سے نکل سکتا ہے۔ اس سلسلے میں روزا سے گفتگو کرو۔ میرا خیال ہے کہ وہ ٹرک بھی فیکٹری ہی میں رہتا ہوگا۔ جس میں بن مانس سفر کیا کرتے ہیں۔"

فریدی کی زبانی نصیحتوں پر حمید بگڑ کر بولا۔ "تو اب میرا فیصلہ سنئے۔ میں محکمہ سراغ رسانی میں بھی کام کروں گا اور اس عظیم تحریک سے بھی تعلق رکھوں گا۔"

"میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔" فریدی اس کی طرف جھپٹا۔ حمید نے وہ کاغذ تہہ کر کے فریدی کی جیب میں رکھ دیا اور خود مدد کے لئے چیختا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ فریدی اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور حمید اس طرح کی آوازیں نکالنے لگا جیسے اس کا گلا گھونٹا جارہا ہو۔

دوسرے ہی لمحے میں دیوار اپنی جگہ سے سرکی اور دو تین آدمی فریدی پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے فریدی کو پکڑ لیا اور حمید اُس کے نیچے سے نکل کر بھاگ نکلا۔

❁

دوسری رات چار بن مانس آہستہ آہستہ ایک طویل اور نیم تاریک گلیارے میں رینگ رہے تھے۔ مدھم سی پیلے رنگ کی روشنی پورے گلیارے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں پیلاہٹ کا امتزاج کچھ عجیب سی پُر اسرار کیفیت اور فضا پیدا کر رہا تھا۔

سب سے آگے والا بن مانس بقیہ تین کے مقابلے میں پستہ قد تھا اور سب سے پیچھے والا اتنا طویل القامت تھا کہ دیکھ کر ہنسی آسکتی تھی۔

ایک فرلانگ لمبے گلیارے کے اختتام پر پہنچ کر وہ رک گئے۔ پستہ قد بن مانس دیوار میں کچھ ٹٹول رہا تھا۔ دفعتاً ایک عجیب قسم کا شور سنائی دیا اور یک بیک پستہ قد بن مانس بُری طرح کانپنے لگا۔

"غضب ہو گیا۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "خطرے کی گھنٹی۔ شاید انہیں پتہ چل گیا۔"

"ارے باپ رے باپ۔" سب سے لمبا بن مانس لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا۔

"سنبھل ڈیوٹ۔" ایک دوسرا بن مانس بولا جو سرجنٹ حمید کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"چلئے! آپ باہر نکل جایئے۔" روزا بولی۔ "میں کچھ دیر اُن سے نپٹوں گی۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "چلو تم راستہ دکھاؤ۔ یا سب نکلیں گے یا سب مریں گے۔"

"میرے پاس.... ریوالور ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"بیکار ہے۔" روزا جلدی سے بولی۔ "ایک بھی گولی اُن پر نہ پڑے گی.... یہاں مار ڈالنے کے طریقے دوسرے ہیں۔"

کہیں دو تین قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ دفعتاً انہیں اپنے سروں پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ انہوں نے چونک کر اوپر دیکھا۔ سامنے سے ایک زینہ نمودار ہو گیا تھا اور ان کے سرے پر ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ شاید روزا راستہ پانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

انہوں نے بڑی سرعت سے زینے طے کئے۔ روزا سب کے پیچھے تھی جیسے ہی وہ اوپر پہنچے انہوں نے روزا کی چیخ سنی۔ حمید نے مڑ کر دیکھا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا اور وہ اوپری والی فیکٹری کے گیرج میں کھڑے ہوئے تھے۔

"بیکار ہے چلو جلدی کرو۔" فریدی ایک چھوٹی اسٹیشن ویگن میں بیٹھتا ہوا بولا۔

وہاں ایک ٹرک بھی موجود تھا۔ گیراج کھلا ہوا تھا اور سامنے پختہ راستہ تھا۔ وہ دونوں اسٹیشن ویگن پر لد گئے۔ دروازہ پھر کھلا اور کئی شکلیں دکھائی دیں۔ اتنی دیر میں فریدی انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔ کار جیسے ہی آگے بڑھی حمید نے کھڑے ہوئے ٹرک کے پہیوں پر تین چار فائر کر دیئے۔ شاید ایک ریوالور کہیں سے اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو۔" فریدی بولا۔

"شاید میں نے ٹرک کے ٹائر پھاڑ دیئے ہیں۔"

"جیتے رہو۔"

دوسرے لمحے میں کار سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی لیکن یہ سمجھنا ان کی حماقت تھی کہ وہاں صرف وہ اکیلا ٹرک رہ گیا تھا جس پر حمید نے گولیاں چلائی تھیں وہ بمشکل تمام ایک ہی میل آئے ہوں گے کہ ساری سڑک ایک تیز قسم کی روشنی میں نہا گئی۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ خس وخاشاک میں گری ہوئی ایک سوئی بھی ڈھونڈی جاسکتی تھی۔

حمید نے پلٹ کر دیکھا اور اُس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ روشنی بہت تیزی سے ان کی طرف بڑھی آرہی تھی۔ شاید وہ کوئی کار تھی جس کے سرے پر ایک بہت زیادہ طاقت والی سرچ لائٹ نصب تھی۔

"حمید....!" فریدی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ وقت آزمائش کا ہے میں رفتار کم کرتا ہوں کود کود کر جنگل میں گھسو۔"

"ارے باپ....!" قاسم گڑگڑایا۔

سب سے پہلے حمید کودا۔ قاسم گرتے گرتے سنبھل گیا۔ اس کے بعد فریدی نے بھی چھلانگ لگا دی اور تینوں مخالف سمت کے گھنے جنگل میں گھستے چلے گئے۔

خوش قسمتی ہی تھی کہ انہیں آگے چل کر ایک پگڈنڈی مل گئی اور وہ سیدھے اُس پر بھاگتے چلے گئے۔ فریدی کو خدشہ تھا کہ کہیں لڑکال جنگل میں ملٹری نہ لگا دی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو بھی اُن کی خیر نہیں کیونکہ وہ بن مانسوں کی کھال میں تھے۔ اور اتفاق سے انہیں نیچے لگانے کے لئے بلٹ پروف نہیں مل سکے تھے اور دوسری طرف اُن کھالوں کو جسموں سے الگ کرنے کے لئے رکنا

بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جنگل کی تاریکی میں گولیاں سنسنانے لگیں۔

"کیوں نہ کسی درخت پر جا چڑھیں۔" حمید بڑبڑایا۔

"ہائے مجھے درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"بس بھاگتے چلو۔" فریدی نے کہا۔ "یہ ایک اندھی چال ہے خود کو تقدیر پر چھوڑ دو۔ اُن کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے کہ پورے جنگل پر چھا جائیں۔"

"ہائے.... اب نہیں چلا جاتا۔ میں گرا۔" قاسم کراہ کر بولا۔

"مرد.... کاش تم چوہے ہوتے۔" حمید نے کہا۔ "ارے.... افسوس میری چوہیا وہیں رہ گئی۔"

انہیں بڑی شدت سے گرمی لگ رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے سر پر سے کھال اُتار اور بازوؤں تک اُن کے جسم کھل گئے۔

صبح ہوتے ہوتے انہوں نے جنگل پار کرلیا.... اور پھر وہ اپنے جسموں پر سے کھالیں اُتار رہے تھے کہ انہوں نے ایک خوفناک گھڑگھڑاہٹ سنی۔ زمین ہلنے لگی اور وہ منہ کے بل گر پڑے۔ گھڑگھڑاہٹ کی گونج کافی دیر تک قائم رہی۔ وہ اس طرح بے سدھ زمین پر پڑے ہوئے تھے جیسے ان کے جسموں کی طاقت سلب ہو گئی ہو۔ دفعتاً حمید کے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ آنکھیں پھاڑے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں کافی بلندی پر بڑے بڑے درخت گرد و غبار کے مرغولوں میں چکراتے نظر آرہے تھے۔ سورج کی پہلی شعاعیں غبار کے اس طوفان میں چھپ کر رہ گئی تھیں اور یہ غبار پھیلتا ہی جارہا تھا۔

وہ پھر اٹھ کر بھاگے اب وہ کھلے میدان میں تھے۔ لیکن اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہ کیا ہوا۔

❁

لڑکال جنگل ایک ماہ تک جلتا رہا۔ دس پندرہ میل کے رقبے میں ہر وقت دھوئیں کے بادل منڈلاتے رہتے تھے۔ میلوں تک بستیاں سنسان ہو گئیں۔ اتنے بڑے جنگل کی آگ پر قابو پانا آسان نہیں تھا پھر بھی ہر طرح کی تدبیریں اختیار کی جاتی رہیں۔

اگر یہ تباہی نہ آئی ہوتی تو فریدی کے بیان پر کسی کو یقین نہ آتا۔ سرجنٹ حمید کا کہنا تھا کہ تباہی اُس کی چوہیا ہی لائی ہوگی۔ ورنہ وہ لوگ اتنے احمق نہیں تھے کہ اپنی ان عظیم الشان ایجادات کو اس طرح تباہ کر دیتے۔

شہر، لڑکال جنگل سے بیس میل کے فاصلے پر واقع تھا لیکن وہاں بھی زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے تھے حالانکہ گھڑگھڑاہٹ کی آواز زیادہ تیز نہیں معلوم ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی لوگوں کا بیان ہے کہ وہ حد درجہ خوفناک تھی اور زمین کے نیچے سے آتی محسوس ہوتی تھی۔

جیرالڈ پھر کبھی اپنی کوٹھی میں نہیں دکھائی دیا۔ اس کا لڑکا لیمی البتہ حراست میں لے لیا گیا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ وہ ان معاملات کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔

فریدی کے بیانات نے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور سارے ممالک کی حکومتیں اپنے یہاں اُس تباہ کن تحریک کے حامیوں کو کھود کر اُن کے بلوں سے نکالنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

لڑکال جنگل کی آگ اب سرد ہو چکی ہے اور اب وہاں ایک ایسی جھیل دیکھی جاسکتی ہے جو تین چار میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے اس کی گہرائی ناپنے کی بے حد کوشش کی جارہی ہے لیکن ابھی تک تو کامیابی نہیں ہو سکی۔

کہتے ہیں کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں جیرالڈ اور اس کے ساتھیوں نے حیرت انگیز ایجادات کا تجربہ کیا تھا۔

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 38

پکھلی ہوئی لاش

(مکمل ناول)

عبرت ناک منظر

انسپکٹر فریدی نے پہلے تو سرجنٹ حمید کو آوازیں دیں لیکن جب اُس نے جنبش بھی نہ کی تو فریدی نے جھلا کر کمبل کھینچ لیا اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کے منہ سے کئی ناروا الفاظ نکل گئے۔ کیونکہ چارپائی خالی تھی۔ البتہ کمبل کے نیچے لحاف اور تکئے اس ترتیب سے رکھے ہوئے تھے کہ اُن پر کمبل تان دینے سے کسی سوتے ہوئے آدمی کا گمان ہو سکتا تھا۔

یہ چیز فریدی کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ کیا حمید اُسے بچہ سمجھتا تھا، اس طرح دھوکا دے کر راتوں کو غائب رہنا.... فریدی نے جھلاہٹ میں سگار زمین پر گرا کر پیر سے کچل دیا۔

دن نکل آیا تھا اور دھوپ پھیل گئی تھی۔ ہلکی سردیوں کے دن تھے اور صبح ہی صبح فریدی کو فون پر ایک ایسی اطلاع ملی تھی کہ وہ ناشتہ کرنا بھی بھول گیا تھا۔ اُسے اُس وقت حمید کی ضرورت تھی۔

فریدی ابھی کمرے کے دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ سرجنٹ حمید نے چارپائی کے نیچے سے سر نکال کر کہا۔ ”گڈ مارننگ یور ہارڈنس۔“

فریدی چونک کر مڑا اور پھر اُسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ پلنگ کی چادر حمید کے شانوں پر لہرا رہی تھی اور وہ اپنی آنکھیں مل رہا تھا۔ پھر وہ پلنگ کے نیچے سے رینگ کر باہر نکل آیا۔ فریدی نے دیکھا پلنگ کے نیچے باقاعدہ بستر لگا ہوا تھا جسے پلنگ کی چادر کے لٹکتے ہوئے گوشے چاروں طرف سے چھپائے ہوئے تھے۔

”یہ کیا حرکت تھی؟“ فریدی نے دوسرے لمحے میں سنجیدہ ہو کر کہا۔

”پلنگ پر ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔“ حمید انگڑائی لے کر بولا۔ ”اس کے لئے میں طالب علمی کے زمانے میں بھی یہی نسخہ استعمال کرتا تھا۔ ورنہ تین ہی بجے سے مجھے ایسے خواب آنے لگتے تھے جیسے والد صاحب کہہ رہے ہوں.... ابے اٹھ یہی تو پڑھنے کا وقت ہے.... وغیرہ وغیرہ.... آہم۔“

اُس نے پھر انگڑائی لی اور مسکرا کر فریدی کو آنکھ ماری۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں اور شاید یہ خبر سن کر تم بھی نہ رہ جاؤ۔" فریدی بولا۔

"کیا بات ہے؟"

"اشرف ہلاک ہو گیا۔"

"کیا....؟" حمید چونک کر بولا۔ "کون اشرف؟"

"میرا خیال ہے کہ ہمارے دوستوں میں صرف ایک ہی اشرف تھا۔"

"اوہ کون! اپنا اشرف؟" حمید کے ہاتھ سے ٹوتھ برش چھوٹ پڑا۔

"ابھی فون پر اطلاع ملی ہے۔ اُسکی لاش ایک بھاری تجوری کے نیچے کچلی ہوئی پائی گئی ہے۔"

"کہاں، کس جگہ؟"

"گھر ہی پر۔" فریدی نے کہا۔ "جگدیش وہیں ہے۔ اُسے ہمارے تعلقات کا علم تھا۔"

"تو پھر چلئے....!" حمید ہینگر سے پتلون کھینچتا ہوا بولا۔ "اُس نے جلدی جلدی کپڑے پہنے اور غسل خانے کا ارادہ ملتوی کر کے تیار ہو گیا۔ راستے میں فریدی نے کہا۔

"کل ہی اُس کی منگنی کا اعلان ہوا تھا۔ غالباً ہم نے نیو اسٹار میں اُن دونوں کی تصویریں نہ دیکھی ہوں گی۔ آج صبح ہی آئی ہیں اور وہ ایک حادثہ کا شکار ہو گیا۔"

"کاش اُنکی منگنی کا اعلان نہ ہوا ہوتا۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یہ قتل ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیوں....؟" فریدی چونک کر بولا۔

"اُس کے ایک دو نہیں بلکہ پانچ عدد رقیب تھے۔"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"آپ نہیں سمجھ سکتے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "کبھی آپ کو روحی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"نہیں کبھی نہیں۔ البتہ اشرف ہی کی زبانی اُس کا تذکرہ ضرور سنا تھا۔"

"اُس سے زیادہ پرکشش لڑکی آج تک میری نظروں سے نہیں گزری۔" حمید بولا۔

"حمید یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ تم اپنی حسن پرستی کا اظہار کرو۔"

"میں مغموم بھی ہوں اور سنجیدہ بھی۔ آپ اُس لڑکی سے واقف نہیں۔ شاید منگنی کے اعلان کے وقت بھی اُسے اپنے فیصلے پر تردد رہا ہو۔"

"کیا بک رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ وہ اُن پانچوں کو بھی ناپسند نہیں کرتی۔" حمید نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ آپکو اُس سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ویسے بھی اشرف سے اُسکا کیا رشتہ تھا....؟"

"غالباً خالہ زاد بہن تھی۔"

"اور یہ پانچواں بھی.... اُن میں کوئی ماموں زاد ہے، کوئی چچازاد اور کوئی خالہ زاد، سبھی اچھی حیثیت والے تعلیم یافتہ اور نوجوان ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ روحی اشرف کے علاوہ اُن پانچوں میں سے بھی دل چسپی لیتی تھی۔"

"خیر چھوڑو! اس قسم کے اندازے قبل از وقت ہوں گے۔"

جاوید بلڈنگ کے سامنے کیڈی لاک پہنچ کر رک گئی۔ جاوید بلڈنگ ایک تین منزلہ عمارت تھی۔ نچلی منزل میں صرف ایک بہت بڑا فلیٹ تھا جس میں اشرف رہتا تھا اور اوپری منزل میں دس بارہ چھوٹے چھوٹے فلیٹ تھے جن میں مختلف کرایہ دار رہتے تھے۔ یہ عمارت اشرف ہی کی تھی۔ اسی نہیں شہر میں اُس کی ایسی کئی عمارتیں تھیں جن کے کرائے کی شکل میں ہر ماہ ایک کثیر رقم وصول ہوتی تھی۔

اشرف کا شمار متمول آدمیوں میں ہوتا تھا اور اپنی حیثیت کے حلقوں میں وہ کافی عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ ایک خوش طبع اور قبول صورت نوجوان تھا۔ شکار کے شوق نے اُسے فریدی سے بھی متعارف کرا دیا تھا۔

جاوید بلڈنگ کے نیچے پولیس کار پہلے سے ہی موجود تھی جس سے فریدی نے اندازہ لگایا کہ شاید ڈی ایس پی سٹی بھی موجود ہے۔ شائد جگدیش نے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی فریدی کو فون کیا تھا۔ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش دونوں کی درمیاں کشیدگی سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے وہ خود بھی ایسے مواقع کو بچا جانے کی کوشش کرتا تھا جہاں اُن دونوں کے ٹکراؤ کا امکان ہو۔

"غالباً کوتوال صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔" حمید نے پولیس کار کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہوگا....!" فریدی نے لاپروائی سے کہا اور کیڈی سے اُتر گیا۔

وہ دونوں عمارت میں داخل ہوئے۔ دروازے پر کھڑا ہوا کانسٹیبل شاید اُن سے واقف تھا اس لئے اُس نے بڑے ادب سے انہیں راستہ دے دیا۔

بڑے کمرے میں ایک سب انسپکٹر اور دو ہیڈ کانسٹیبلوں کے ساتھ انسپکٹر جگدیش موجود تھا۔ فریدی کو دیکھ کر وہ آگے بڑھا۔

"اچانک کوتوال صاحب بھی پہنچ گئے۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"لاش کہاں ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"خواب گاہ میں۔ کوتوال صاحب وہیں ہیں۔" جگدیش مشوش لہجے میں بولا۔ "ابھی لاش

تجوری کے نیچے ہی ہے۔ فوٹوگرافروں کا انتظار ہے۔ میرا خیال ہے کہ اشرف صاحب سوتے سے
اٹھے تھے۔ اُن کے جسم پر سلیپنگ سوٹ ہے۔"

"ہوں....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا میں لاش دیکھ سکتا ہوں؟"

"میں نے آپ کو اسی لئے فون کیا تھا مگر وہ....!"

"ڈی۔ ایس۔ پی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"جی ہاں.... میں ڈرتا ہوں کہ کہیں جھڑپ نہ ہو جائے۔"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ڈی ایس پی کچھ بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ فریدی پر
پڑتے ہی وہ رکا پھر طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اُس کے قریب آگیا۔

"آپ کیسے....؟"

"آپ ہر موقع پر یہی سوال کرتے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن آج میں آپ کو جوا
نہیں دوں گا۔ ممکن ہے بات بڑھ جائے۔ ویسے میں مغموم ہوں۔ مرنے والا میرا دوست تھا۔"

"مسٹر فریدی! مجھے حیرت ہے۔ نہ جانے کیوں آپ کے سارے دوست احباب کسی نہ
حادثے ہی کے شکار ہوتے ہیں۔"

"اتفاق ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔" ڈی۔ ایس۔ پی سنجیدگی سے بولا۔ "میرے احباب بڑے سخت ج
ہیں۔ ورنہ میں بھی سراغ رساں ہو جاتا۔"

"مشکل تو نہیں۔" فریدی بولا۔ "آپ خود ہی کیس کیجئے اور خود ہی سراغ لگائیے۔ ابتد
مشقوں کے لئے یہ نسخہ بڑا مجرب ہے۔ ویسے اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی لاش کو دیکھ لوں؟

"کیا آپ نے کوئی خیال قائم کیا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"بالکل سیدھا سادا کیس ہے۔" اچانک تجوری گرنے سے موت واقع ہوگئی۔

"ہوسکتا ہے لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے خیالات کا اظہار کر کے آپ کو پریشان نہ
کروں گا۔"

"آپ کو اس کی اطلاع کس طرح ہوئی؟" ڈی۔ ایس۔ پی نے پوچھا۔

"جگدیش صاحب جانتے تھے کہ وہ میرا دوست تھا۔"

"اوہ....!" ڈی۔ ایس۔ پی نے گھورتی ہوئی نظروں سے جگدیش کی طرف دیکھا پھر فری
کی طرف مڑ کر بولا۔ "آئیے۔"

وہ واردات والے کمرے میں آئے اور حمید کو اپنا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہونے
لگا۔ اُس کے دوست اشرف کی لاش ایک وزنی اور بھاری بھرکم تجوری کے نیچے آدھی سے زیادہ
دبی پڑی تھی۔ سر اور سینے کی حالت کا اندازہ دل ہی دل میں لگا کر وہ کانپ اٹھا۔ یقیناً سر جو نظر نہیں
آرہا تھا بُری طرح کچل گیا ہوگا۔ جگدیش کے بیان کے مطابق اشرف کے جسم پر سلیپنگ سوٹ ہی
تھا اور پیر ننگے تھے۔ سونے کی پلنگ اُس کی لاش سے چار یا پانچ فٹ کے فاصلے پر رہی ہوگی۔ آدھا
کمبل فرش پر تھا اور آدھا پلنگ پر سرہانے کی کرسی کے دونوں پائے اٹھے ہوئے تھے اور پشت دیوار
سے ٹک گئی تھی۔

فریدی کی نظریں لاش پر جمی رہیں۔ پھر اُس نے چاروں طرف دیکھ کر لاش کی جانب دیکھا۔

"یہ غالباً سو رہا تھا۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے سکوت توڑا۔ "سوتے سے اٹھا اور کسی طرح تجوری
گر پڑی۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے اعتراف میں سر ہلایا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ شاید وہ کچھ اور بھی کہے
گا لیکن فریدی پھر خاموشی سے لاش کا جائزہ لینے میں مشغول ہوگیا تھا۔ وہ لاش پر جھکا ہوا قرب و
جوار کی زمین بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیدھا کھڑا ہوگیا۔ چند لمحے خلاء میں گھورتا رہا
پھر بولا۔ "آپ کا خیال درست ہوسکتا ہے۔ میں بھی فی الحال یہی فرض کیے لیتا ہوں کہ یہ محض
ایک اتفاقی حادثہ ہے۔"

"ٹھہریئے۔" ڈی۔ ایس۔ پی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "فرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی
تھیوری ہو تو پیش کیجئے۔"

"بغیر کلیو کے تھیوری۔" فریدی خفیف سا مسکرایا۔ "ابھی تو میں معاملات کو سمجھ بھی نہیں
سکا لیکن معلوم ہے کہ آپ کوئی تھیوری رکھتے ہیں۔"

"ہوسکتا ہے لیکن میں پہلے آپ کا خیال معلوم کرنا بہتر سمجھوں گا۔"

"بہتر ہے مگر پھر شکایت نہ کیجئے گا ہوسکتا ہے کہ میں معاملات کو الجھا دوں۔"

"کوشش کیجئے۔" ڈی۔ ایس۔ پی طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ "ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے سچ
مچ معاملات کے متعلق کوئی خاص نظریہ قائم کرلیا ہو۔"

فریدی پھر فرش پر جھک کر کچھ دیکھنے لگا۔ اُس کی نظریں پلنگ کا جائزہ لیتی ہوئیں سرہانے
والی کرسی کے اٹھے ہوئے اگلے پایوں پر جم گئیں۔ اُس نے سیٹی بجانے والے انداز میں اپنے
ہونٹ سکوڑے اور اب تجوری کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ جگہ دیکھی جہاں تجوری رکھی رہی

ہو گی۔ یہاں فرش پر گرد و غبار میں اُس کے پیندے کا نشان صاف ظاہر تھا۔

شاید دس منٹ تک، وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھتا بھالتا رہا۔ اس دوران میں کئی بار اُس نے محدب شیشے کی مدد سے کئی چیزوں کا جائزہ لیا۔

"اب میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس حادثے کی اطلاع کس نے دی تھی؟"

فریدی سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"ایک نوکر نے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"اشرف کے پاس دو نوکر تھے۔ خیر اطلاع کس وقت دی؟"

"صبح چھ بجے۔"

"حالانکہ اگر یہ حادثہ رات ہی کو ہوا تھا تو انہیں اُسی وقت اس کی اطلاع ہو گئی ہو گی۔"

"کیوں....؟"

"تجوری کے گرنے سے کافی تیز آواز ہوئی ہو گی۔"

"انہوں نے کوئی آواز نہیں سنی۔ وہ دونوں دو بجے رات تک گھر سے باہر رہے تھے۔"

"اوہ! تب میں اُن سے کچھ سوالات کرنا ضروری سمجھوں گا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آپ اُن سے کچھ بھی نہ معلوم کر سکیں گے کیونکہ وہ رات آٹھ بجے سے دو بجے تک یہاں تھے ہی نہیں۔ جن لوگوں کے ساتھ تھے انہوں نے تصدیق کر دی ہے۔"

"کہاں تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"سرکس دیکھنے گئے تھے۔ اوپری منزل کے دو کرایہ دار کے خاندان بھی اُن کے ہمراہ تھے۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی میں کچھ سوالات کرنا پسند کروں گا۔" فریدی بولا۔

دونوں نوکر بلائے گئے جو صدمے اور خوف سے زرد ہو رہے تھے۔ انہوں نے اپنی غیر حاضری کا سبب وہی بتایا جو اس سے پہلے ڈی۔ ایس۔ پی بتا چکا تھا۔ اُن کی موجودگی میں رات میں کوئی اشرف سے ملنے بھی نہیں آیا تھا۔

"کیا یہ تجوری پہلے بھی کبھی گر چکی ہے؟" فریدی نے سوال کیا۔

اس کا جواب دونوں نوکروں نے نفی میں دیا۔

"ظاہر ہے کہ گھر میں اشرف کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ پھر تم اندر کس طرح داخل ہوئے؟"

"ہم پچھلے دروازے میں باہر سے تالا لگا کر گئے تھے۔" ایک نوکر نے کہا۔

"جی ہاں۔"

"تم جب واپس آئے تو تالا اُسی طرح بند تھا....؟"

"جی ہاں۔"

"اچھا! تمہارے اس معمول سے دوسرے لوگ تو واقف نہ ہوں گے؟"

"جی نہیں.... سب جانتے ہیں۔ یہاں کے سب کرایہ دار۔"

"اشرف کے دوست احباب بھی؟"

"اس کے متعلق علم نہیں۔" نوکر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" فریدی نے دوسرے نوکر سے پوچھا۔

"ممکن ہے کہ جانتے ہوں۔" اُس نے تھوک نگل کر جواب دیا۔

"تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے....؟"

"جی نہیں۔"

اس کے بعد بھی فریدی نے اُن سے بہتیرے سوالات کیے اور ڈی۔ ایس۔ پی اکتائے ہوئے انداز میں طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔ آخر فریدی نے نوکروں کو رخصت کر دیا۔

"ہاں جناب! اب فرمایئے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے پھر چٹکی لی۔

"میں اسے اتفاقی حادثہ نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس وزنی تجوری کا اپنی جگہ سے جنبش کرنا بھی قریب قریب ناممکن سا ہے۔ جب تک کہ کئی ہاتھ نہ لگیں۔ دوسری صورت میں یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اُسے پیچھے سے دھکیلا جائے۔ نشان بتاتا ہے کہ وہ دیوار سے تقریباً ڈیڑھ فٹ کے فاصلہ پر رکھی ہوئی تھی۔ اتنی جگہ میں ایک آدمی بہ آسانی کھڑا ہو سکتا ہے۔"

"اس حقیقت سے کس کافر کو انکار ہو سکتا ہے۔" ڈی۔ ایس۔ پی مسکرا کر بولا۔

"میں اسے قتل عمد سمجھتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "میرے ذہن میں کوئی چور اُچکا نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" ڈی۔ ایس۔ پی بولا۔

"مطلب یہ کہ اشرف کی جان تجوری کی وجہ سے نہیں گئی بلکہ تجوری کو جان بوجھ کر اُس کی زندگی ختم کر دینے کا ذریعہ بنایا گیا۔"

"وہ کس طرح....؟"

"بس فی الحال میں اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "اب میں آپ کے نظریے کے لیے بے چین ہوں۔"

"لیکن فی الحال آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اُس کے لئے آپ کے پاس کوئی دلیل بھی ہے؟"

"میں دلیل کے بغیر کبھی کوئی بات نہیں کہتا۔"

"میں وہ دلیل سننا چاہتا ہوں۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"تجوری خود سے نہیں گر سکتی اور نہ اشرف اتنا احمق تھا کہ خود سے اُسے اپنے اوپر گرا لیتا۔"

"اس کا اعتراف میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔"

"سنتے جایئے۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سارے امکانات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ فرض کیجئے وہ کوئی چور تھا۔ اُس نے چوری کی نیت سے تجوری کھولنی چاہی۔ اتنے میں اشرف کی آنکھ کھل گئی لیکن قبل اس کے کہ وہ چور کو دیکھتا چور تجوری کے پیچھے چھپ گیا۔ اشرف نے اُسے دیکھ ہی لیا جیسے ہی وہ تجوری کی طرف جھپٹا، چور نے تجوری اُس پر دھکیل دی۔ اشرف اُس کے نیچے دب گیا۔ لیکن آپ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اُس کا سر تجوری کی طرف ہے اور وہ اوندھا پڑا ہے۔ حالانکہ تجوری کا دھکا لگتے ہی اُسے چت گرنا چاہیئے تھا۔ اس صورت میں اُس کا سر پلنگ کی سمت ہوتا اور شاید اُس کی ٹانگیں تجوری کے نیچے دبی ہوتیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ پلنگ سے اٹھتے اٹھتے ہی اوندھے منہ گر پڑا ہو۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"تو چلئے بات بھی ختم ہو گئی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "قتل عمد ثابت ہو گیا۔"

"کیوں....؟" ڈی۔ ایس۔ پی بوکھلا گیا۔

"سیدھی سی بات ہے اُس کے گر پڑنے کے بعد چور فرار بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ پہلے اُس نے تجوری گرا کر اُسے کچل دیا پھر نکل بھاگا۔ اتفاقیہ حادثہ ہم اسے اُس وقت کہہ سکتے تھے جب ان دونوں کی جدوجہد کے دوران میں تجوری دھکا لگنے کی بناء پر اُس پر آگرتی اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا تھا جب وہ تجوری کے پیچھے والی ڈیڑھ فٹ چوڑی جگہ میں ہوتی اور یہ بالکل ناممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ پیچھے ہوتے تو آگے کی طرف گری ہوئی تجوری کے نیچے وہ کس طرح دبتا۔"

ڈی۔ ایس۔ پی کچھ نہ بولا۔ اُس نے شروع ہی سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر کے عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔

"لیکن....!" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "میں چور والی تھیوری کا قائل نہیں ہوں۔"

"اچھا تو اب آپ الجھائیں گے اس معاملے کو۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"الجھانے کا سوال ہی نہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت

بہت ہی اطمینان کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

"کس طرح....؟"

"ٹھہریئے میں ایک بار پھر اُن نوکروں سے گفتگو کروں گا۔" فریدی نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ حمید بھی اُس کے پیچھے تھا۔ ڈی۔ ایس۔ پی اُسی کمرے میں آ گیا جہاں انسپکٹر جگدیش وغیرہ تھے۔ تھوڑی دیر بعد فریدی پھر نوکروں سے استفسار کر رہا تھا۔

"خواب گاہ کی صفائی کون کرتا ہے؟"

"میں....!" ایک نوکر بولا۔

"روزانہ....؟"

"جی ہاں۔"

"کیا تم نے کبھی خواب گاہ میں شیشے کی گولیاں دیکھی ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

کوٹ اور گولیاں

اس سوال پر نہ صرف حمید چونکا بلکہ دوسرے بھی فریدی کو تحیر آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ نوکر چند لمحے خاموش رہا۔ شاید وہ بھی اس غیر متوقع اور بظاہر اہم سوال کے متعلق غور کرنے لگا تھا۔

"شیشے کی گولیاں؟" نوکر ذہن پر زور دیتا ہوا بولا۔ "میں نہیں سمجھا کہ شیشے کی گولیوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"شیشے کی گولیوں سے مراد صرف شیشے کی گولیاں ہیں۔ ایسی گولیاں جو سوڈا واٹر کی بوتلوں میں ہوتی ہیں۔"

"جی نہیں اس قسم کی گولیاں گھر میں کبھی نہیں تھیں۔"

"خواب گاہ کی صفائی کرتے وقت بھی کبھی تمہاری نظروں سے نہیں گذریں؟"

"جی نہیں.... کبھی نہیں۔"

"کل تم نے صفائی کی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"تب پھر شاید تم نے ملبوسات کی الماری کے نیچے سے گرد نہیں نکالی تھی۔"

"صاحب ایک ایک کونہ صاف کراتے تھے اور الماری کے نیچے تو خاص طور سے روز لگانے پڑتے ہیں کیونکہ ایک بار اس کے پیندے میں دیمک لگ چکی ہے۔"

"اوہ.... لیکن تمہیں شیشے کی تین گولیاں نہیں دکھائی دی تھیں؟"

"قطعی نہیں حضور.... اگر دکھائی دیتیں تو مجھے حیرت بھی ہوتی۔ کیونکہ نہ تو ہمارے یہا کبھی بچے آتے ہیں اور نہ ایسے سوڈے کی بوتلیں جن میں گولیاں ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ آج کل شہر میں کوئی ایسی فیکٹری نہیں جو کراؤن کارک والی بوتلوں علاوہ کسی اور قسم کی بوتلوں میں سوڈا بھرتی ہو۔ اچھا تم جاسکتے ہو۔"

نوکر چلے گئے۔ فریدی فاتحانہ نظروں سے ڈی۔ ایس۔ پی سٹی کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنے فوٹوگرافر بھی آگئے اور انہوں نے اپنا کام شروع کردیا۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔ حالانکہ حمید بُری طرح الجھ رہا تھا۔ آخر ان گولیوں کا مطلب، فریدی کس نتیجے پر پہنچا ہے واردات کے متعلق حقیقتاً اس کا نظریہ کیا ہے۔

جب فوٹوگرافر اپنا کام ختم کرچکے تو ڈی۔ ایس۔ پی بھی لاش اٹھوانے کا حکم دیتا ہوا چلا گ فوٹوگرافروں کے ساتھ ڈاکٹر بھی آیا تھا۔ بہرحال حمید اس کے بعد کمرے میں جانے کی ہم نہیں کرسکا۔ تجوری اٹھنے کے بعد وہ اس لاش کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اپنے اتنے دنوں کے تجر دور میں شاید ہی اُس نے کبھی اتنی کمزوری کا احساس کیا ہو۔

لاش اٹھ جانے کے بعد ہی وہ اس کمرے میں جاسکا۔ اب کمرے میں صرف فریدی اور ا جگدیش رہ گئے تھے۔ فریدی اب بھی کمرے کی بعض چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جگدیش کی طرف مڑ کر بولا۔

"کیا تمہارے کوتوال صاحب نے کوئی نظریہ قائم کیا تھا....؟"

"جی ہاں.... وہی چور والی بات۔ اُن کا خیال ہے کہ اشرف نے جاگ کر چور پکڑ لیا دونوں میں جدوجہد ہوئی اور نتیجے کے طور پر تجوری اُس پر آرہی۔"

"لغو....!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ حمید کو فریدی کے سکون اور اطمینان پر حیر ہورہی تھی۔ کیا اُس کی نظروں میں لاشوں کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔ خواہ وہ اپنے آدمیو ہوں خواہ غیروں کی وہ اُن سے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں ہوتا تھا۔

فریدی چند لمحے تجوری کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تجوری مقفل ہے۔ اگر یہ کھلی ہوئی

ملتی تو میں اس نظریئے کو تسلیم کرلیتا۔ اگر چور اتنا ہی دیدہ دلیر تھا کہ بھاگ نکلنے کی بجائے اشرف کو کچل دینے کا منتظر رہا ہو تو وہ بعد کو تجوری سیدھی کرکے اسے کھول بھی سکتا تھا۔ نہیں جگدیش صاحب۔ وہ تجوری کے لئے یہاں ہرگز نہیں آیا تھا۔"

"آپ کہتے ہیں کہ یہ کام اطمینان سے کیا گیا۔" جگدیش نے کہا۔ "تو آخر تجوری استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ گلا بھی گھونٹا جاسکتا تھا۔ ایک تیزدھار والا خنجر۔"

"ٹھہرو....!" فریدی اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اس سٹ اپ کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ چور والا نظریہ ذہن نشین کرانا چاہتا تھا۔ لیکن اُس نے تھوڑی سی غلطی کی۔ خیر ہاں تو یہ گولیاں۔"

فریدی نے جیب سے تین گولیاں نکالیں اور گفتگو جاری رکھی۔ "پچھلی رات یہاں ایسی بہتیری گولیاں رہی ہوں گی جنہیں اشرف کو گرانے کے لئے استعمال کیا ہوگا۔"

فریدی نے گولیاں زمین پر ڈال دیں پھر ٹہلتا ہوا کمرے کے آخری سرے تک گیا۔ واپسی پر اُس کی رفتار تیز تھی۔ اُس کا ایک پیر انہیں گولیوں پر پڑ کر پھسلتا چلا گیا۔ اگر اُس نے توازن برقرار نہ رکھا ہوتا تو گر ہی پڑا تھا۔

"تم نے دیکھا۔" فریدی سنبھل کر جگدیش سے بولا۔ "بہتیری گولیاں پلنگ کے قریب پڑی رہی ہوں گی۔ اُسے کسی تدبیر سے جگایا گیا اور جیسے ہی وہ جھپٹ کر اٹھا اس کا پیر گولیوں پر پھسل گیا اور اس کے گرتے ہی اُس پر تجوری دھکیل دی گئی۔ پھر بڑی احتیاط سے سارے نشانات مٹائے گئے لیکن یہ گولیاں اتفاق سے الماری کے نیچے لڑھک گئی تھیں۔ ورنہ یہ بھی یہاں موجود نہ ہوتیں۔"

"میں پھر عرض کروں گا کہ اتنی سی بات کے لئے اتنا جھنجھٹ کیوں؟" جگدیش نے کہا۔

"اگر قاتل تجوری ہی کے نیچے اُسے کچلنا چاہتا تھا تو اُس نے گولیوں والا طریقہ کیوں اختیار کیا۔ کیونکہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اُس کا پیر نہ پھسلتا۔ اس سے زیادہ سیدھی سادی چیز تو کلوروفارم تھی۔ اطمینان سے اُسے بے ہوش کرتا پھر اُسے فرش پر ڈال کر تجوری گرادیتا۔"

"اور پھر....!" فریدی طنزیہ لہجے میں بولا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کلوروفارم کی کہانی سنا دیتی اور قتل عمد ثابت ہوجاتا کیوں؟ اگر اُسے یہی کرنا ہوتا تو وہ اس سے بھی زیادہ سیدھی سادی چیز چھری استعمال کرتا۔"

"عجیب معاملہ ہے۔" جگدیش سر ہلا کر بولا۔

"بہرحال اس سارے سٹ اپ کا مطلب یہی ہے کہ قاتل خود بھی جانتا تھا کہ اُس پر شبہہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے اُس نے چور والا نظریہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔"

"چلئے اب آئی مصیبت....!" جگدیش مسکرا کر بولا۔ "اب ہمیں کسی ایسے آدمی کو ڈھونڈ
پڑے گا جس سے اشرف کی دشمنی رہی ہو اور وہ یقیناً ایسا ہی آدمی ہو گا جس سے کچھ دوسرے لوگ
بھی اشرف کے دشمن کی حیثیت سے واقف ہوں گے۔ ورنہ پھر اُسے پہچان لیے جانے کا خد
ہو ہی نہیں سکتا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن اس میں بھی ایک دوسری صورت
ہو سکتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ سب کچھ قتل کا مقصد چھپانے کے لئے کیا گیا ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم نے شاید آج کا نیو اسٹار نہیں دیکھا۔" فریدی نے کہا۔ "اس میں اشرف اور روحی کی
منگنی کی خبر آئی ہے اور اُن کی تصویریں بھی شائع ہوئی ہیں۔ منگنی کا اعلان کل شام کو ہوا تھا۔"

"اوہ....!" جگدیش یک بیک اچھلتا ہوا بولا۔ "رقابت! یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟"

"اس کے بھی امکانات ہو سکتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بہر حال آپ اس کیس میں دلچسپی لیں گے۔" جگدیش بولا۔

"مجھے لینی ہی پڑے گی۔ تم جانتے ہو کہ وہ میرے کتنے قریبی دوستوں میں سے تھا۔"

"تو اب میرے خیال سے اس مکان کو مقفل کرنا پڑے گا۔" جگدیش نے کہا۔

"اشرف کا کوئی.... وارث....؟"

"میرا خیال ہے روحی کی ماں کے علاوہ اور اُس کا کوئی قریبی عزیز نہیں ہے۔"

"وہی اشرف کی منگیتر....؟"

"ہاں.... وہی....!" فریدی ایک طویل سانس لے کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"آپ بالکل خاموش ہیں۔" جگدیش نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے صدمہ ہے۔ گہرا صدمہ... اور حقیقت تو یہ ہے کہ ابھی میں اس محکمے کے قابل نہیں ہوا"

اس جملے پر فریدی نے حمید پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اُس کا
بالکل سپاٹ تھا۔ نہ اُس پر غم کے آثار تھے اور نہ تشویش کے۔ تھوڑی دیر بعد وہ حمید کی طرف
کر بولا۔ "ذرا اُن نوکروں کو پھر بلاؤ۔ میں کچھ اور پوچھوں گا۔"

حمید چلا گیا۔ وہ چونکہ یہاں سینکڑوں بار پہلے بھی آچکا تھا اس لئے وہ جانتا تھا کہ نوکر
کمرے میں ملیں گے۔ کمرے کے دروازے پر وہ ٹھٹکا۔

"دیکھو! چلے جاؤ۔" ایک نوکر غالباً دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "پتہ نہیں یہ کس کا ہے۔

"تم کیوں نہیں جاتے۔ مجھے خاکی وردیوں سے ہول آتا ہے۔"

"ڈرنے کی کیا بات ہے چلے جاؤ۔ میں دراصل اب اُس کمرے میں نہیں جانا چاہتا۔ میرا دم
الٹنے لگتا ہے۔"

دوسرے لمحے میں حمید کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ دونوں بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔ حمید سے
وہ اچھی طرح واقف تھے۔

"تم کیا کہنا چاہتے تھے؟" حمید نے پوچھا۔

"صاحب! یہ کوٹ۔" ایک نوکر نے اپنے سامنے پڑے ہوئے کوٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"ہمیں راہداری میں پڑا ملا ہے۔ پتہ نہیں کس کا ہے۔ گھر میں تو اس قسم کا کوئی کوٹ کبھی نہیں تھا۔"

حمید نے کوٹ ہاتھ میں اٹھایا۔ معمولی گرم کپڑے کا پرانا کوٹ تھا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" حمید بولا۔

فریدی نے بھی اس کوٹ کو حیرت کی نظروں سے دیکھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ یہ پہلے گھر میں نہیں تھا....؟" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں.... صاحب کبھی گھٹیا کپڑے نہیں پہنتے تھے۔" نوکر نے جواب دیا۔

فریدی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ دوسرے لمحے میں اُس کے ہاتھ میں ایک نیلے رنگ کا شناختی کارڈ
تھا اور جیسے ہی اُس نے اُس کی تہہ کھولی۔ اُس کی آنکھوں سے حیرت ظاہر ہونے لگی۔

"یہ تو یونیورسٹی کا کوئی طالب علم ہے۔" اُس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا ان لوگوں
میں سے بھی کوئی زیرِ تعلیم ہے؟ اِدھر آؤ یہ دیکھو۔"

حمید اور جگدیش دونوں اُس کی طرف بڑھے۔ فریدی نے کارڈ پر چپکی ہوئی تصویر اُن کے
سامنے کر دی۔ یہ ایک نو عمر آدمی کی نصف تصویر تھی۔ جس کے نیچے تحریر تھا۔ "شاہد جمیل
فورتھ ایئر آرٹس۔" حمید کے لئے یہ چہرہ بالکل نیا تھا۔ وہ اُن پانچ آدمیوں میں سے نہیں تھا۔

فریدی حمید سے نفی میں جواب پا کر نوکروں کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا یہ آدمی تمہارے صاحب کے دوستوں میں سے تھا....؟"

"پتہ نہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔" ایک نوکر نے تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دوسرے نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

"تم نے اس کوٹ میں سے کوئی اور چیز تو نہیں نکالی....؟"

"نہیں صاحب.... ہم نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر جگدیش کی طرف دیکھ کر بولا۔ "سوال یہ ہے کہ ا
مجرم ہی کا ہے تو وہ اُسے یہاں اتنی لاپرواہی سے کیوں چھوڑ گیا اور اس میں ایک ایسی چیز بھی
دی جو اُس تک پولیس کو نہایت آسانی سے پہنچا سکتی ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "آخر یہ کوٹ آیا کہاں
اگر یہ قاتل ہی کا ہے تو مجھے حیرت ہے۔ وہ جس نے اتنی احتیاط سے سارے نشانات مٹا
کوشش کی.... ایسی فاش غلطی کس طرح کر سکتا ہے۔ جگدیش صاحب تمہارے آفیسر کا خ
صحیح تھا کہ میرا ہاتھ لگتے ہی معاملات پیچیدہ شکل اختیار کر لیں گے۔"

"مجھے بڑی گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔" دفعتاً حمید نے کہا۔ "میں یہاں زیادہ دیر تک نہ
ٹھہر سکتا۔"

"تم جا سکتے ہو۔ تمہارے لئے ایک کام نکل آیا ہے۔ یہ شناختی کارڈ لے کر یونیورسٹی جا
حالانکہ آج اتوار ہے لیکن تم پراکٹر سے مل کر اس لڑکے کے متعلق تفصیلات حاصل کر سکو گے
ممکن ہے آفس بھی کھلا ہو۔ اگر لڑکا ڈے اسکالر ہو تب بھی تم اُس کے داخلے کے فارم سے اُ
پتہ معلوم کر لو گے۔"

حمید شناختی کارڈ لے کر چلا گیا۔

"ہمیں نشانات کیلئے اس کمرے تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔" فریدی نے جگدیش سے کہا۔

وہ اس کمرے سے نکل کر نشست کے کمرے میں آئے۔ یہ کمرہ بیرونی دروازے
راہداری کے بالکل سرے پر تھا۔

"کیا اس کمرے کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا تھا....؟" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"جی نہیں.... ہم میں سے کسی نے بھی دوسرے کمروں کی طرف دھیان نہیں دیا۔"

"کوٹ تمہیں کہاں ملا تھا....؟" فریدی نے پلٹ کر نوکر سے پوچھا۔

"یہاں... اس جگہ۔" نوکر نے کمرے کے دروازے کے سامنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا

"اوہ....!" فریدی نے جگدیش کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میں بھی ادھر ہی سے گذر کر اندر
تھا لیکن میری نظر اُس پر نہیں پڑی۔ ظاہر ہے کہ تم لوگوں نے بھی اُسے نظر انداز کر دیا تھا۔"

"واقعی! مجھے حیرت ہے۔" جگدیش بولا۔

"کیا وہ کوٹ ہمارے آنے کے بعد ملا تھا....؟" فریدی پھر نوکروں کی طرف مڑا۔

"جی ہاں....!" ایک نوکر نے کہا۔ فریدی نے دوسرے کی طرف دیکھا جو اُس کی نظروں

تاب نہ لا کر کانپ گیا۔ اُس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"کیا تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو....؟" فریدی نے نرم لہجے میں اُس سے کہا۔

"جج.... جی.... مم.... مجھے صبح ہی ملا تھا۔"

"تو تم نے اُسے چھپایا کیوں؟" فریدی کی تیز نظریں پہلے نوکر کے چہرے پر جم گئیں۔

"میں کچھ نہیں جانتا صاحب۔ اُس نے مجھ سے جو کچھ بتایا میں نے آپ سے کہہ دیا مجھے تو پتہ
نہیں تھا۔"

"کیوں....؟" فریدی نے دوسرے سے کہا۔ "تم نے پہلے ہی سچی بات کیوں نہیں بتائی؟"

"میں بھول گیا تھا سرکار.... میں نے اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں ڈال دیا تھا۔ آج ہوش تو
ٹھکانے نہیں۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر نوکروں سے بولا۔ "اب جاؤ لیکن گھر سے باہر نہیں....
ہو سکتا ہے کہ پھر تمہاری ضرورت پڑے۔"

وہ کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔ فریدی نے چاروں طرف اچٹتی سی نظر ڈالی اور جگدیش
سے بولا۔ "اُس کوٹ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

پھر وہ اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر صوفوں کے درمیان رکھی ہوئی چھوٹی میز کے پایوں کی
طرف جھک گیا۔

"اس کوٹ نے مجھے بھی چکر میں ڈال رکھا ہے۔" جگدیش نے کہا اور اس کے بعد بھی کچھ
کہتے کہتے رک گیا کیونکہ اُس نے فریدی کو فرش سے کوئی چیز اٹھاتے دیکھ لیا تھا۔ یہ ایک رومال تھا
جسے فریدی غور سے دیکھ رہا تھا۔

"آہم....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "لپ اسٹک کے دھبے۔ ایک کونے پر حرف آر
"R" کڑھا ہوا ہے۔"

جگدیش تیزی سے فریدی کی طرف بڑھا۔ فریدی نے رومال میز پر ڈال دیا تھا اور اب پھر
فرش پر جھکا ہوا کچھ دیکھ رہا تھا۔ جگدیش نے رومال اٹھا لیا جس سے ایوننگ ان پیرس کی بھینی بھینی
خوشبو آ رہی تھی اور اس پر واقعی کئی جگہ لپ اسٹک کے دھبے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فریدی پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اُس نے جگدیش سے کہا۔ "ذرا نوکروں کو پھر
آواز دینا۔"

کوٹ والے واقعے کے بعد سے دوسرا نوکر بھی بہت زیادہ سراسیمہ نظر آنے لگا تھا۔ پہلے کی

حالت تو خیر شروع ہی سے ابتر تھی۔

"کیوں بھئی.... اس کمرے کی صفائی کب سے نہیں ہوئی؟" فریدی نے اُن سے پوچھا۔

"کل شام ہی کو میں نے صاف کیا تھا۔" ایک نے کہا۔

"اچھی طرح یاد ہے۔ سوچ سمجھ کر جواب دینا.... یہ بہت اہم ہے۔"

"جی ہاں.... ہمارے معمول میں کبھی فرق نہیں آتا۔"

"اور کل شام سے رات تک تمہاری موجودگی میں کوئی اشرف سے ملنے نہیں آیا۔"

"جی نہیں.... مجھے اچھی طرح یاد ہے اور صاحب کا بھی کہیں جانے کا ارادہ نہیں تھا کیونکہ انہوں نے ہماری موجودگی ہی میں سونے کے کپڑے پہن لیے تھے۔"

"جگدیش یہ بات اہم ہے۔ اسے نوٹ کرلو۔" فریدی نے کہا اور پھر نوکروں سے مخاطب ہو گیا۔

"خاتون روحی یہاں کبھی آتی ہیں؟"

"جی ہاں اکثر....!"

"اکثر خلاف توقع رات میں بھی آئی ہوں گی؟"

"جی نہیں ایسا اتفاق تو کبھی نہیں ہوا۔"

"ہوں.... کوئی اور.... میرا مطلب ہے جان پہچان کی دوسری عورتیں....؟"

"کبھی نہیں....!" نوکر کا لہجہ ناخوشگوار ہو گیا۔ "صاحب ایسے آدمی نہیں تھے۔"

"ہوں اچھا....!" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "جاؤ۔"

نوکروں کے چلے جانے کے بعد فریدی جگدیش سے بولا۔ "اگر نوکر کا بیان صحیح ہے کہ کل شام کو اُس نے اس کمرے کی صفائی کی تھی تو بھی یہاں کوئی آیا تھا۔ شاید کوئی عورت.... ایک مرد کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے لیکن وہ اشرف نہیں ہو سکتا۔"

"کیسے.... کس طرح؟"

"یہ سگار کی راکھ.... یہ رہی.... ادھر دیکھو.... اشرف سگار نہیں پیتا تھا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اشرف ان دونوں کی موجودگی میں اس کمرے میں آیا ہی نہیں۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"ایک ذاتی تجربے کی بناء پر.... دیکھو میز پر رکھا ہوا ایش ٹرے بالکل خالی ہے اور اشرف چین اسموکر تھا۔ ایک سگریٹ سے دوسری سلگانے والا۔ اگر وہ یہاں آکر ان دونوں کے ساتھ

بیٹھا ہوتا تو کم از کم ایک سگریٹ کا ٹکڑا تو ضرور ہی ایش ٹرے میں ہوتا اور یہاں فرش پر بھی کہیں سگریٹ کی راکھ نہیں دکھائی دیتی۔"

"اچھا وہ عورت....؟" جگدیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا آپ اس رومال کی وجہ سے عورت کے متعلق سوچ رہے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ رومال کسی مرد کا بھی ہو سکتا ہے اس بناء پر اُسے کسی عورت کا نہیں سمجھا جا سکتا کہ اس پر لپ اسٹک کے دھبے ہیں۔"

"پھر عورت کا وجود کس طرح ثابت ہوتا ہے؟"

"ذرا ٹھہرو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "عورت کے متعلق محض قیاس ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے یہ ہیئر پن مجھے میز کے پائے کے نیچے دبا ہوا ملا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا تعلق کل رات ہی کو آنے والوں سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پہلے کبھی کا ہو۔ نوکر صفائی کرتے وقت اسے نظر انداز کرتے رہے ہوں۔"

جگدیش ہیئر پن کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔ سیاہ رنگ کا معمولی سا ہیئر پن تھا۔ پھر اُس نے اُسے بھی رومال کے قریب ہی میز پر ڈال دیا۔

فریدی نے شروع سے آخر تک سارے کمروں کا جائزہ لینے کی مہم شروع کر دی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں ڈی۔ ایس۔ پی سٹی ایک مجسٹریٹ کے ساتھ دوبارہ وہاں پہنچ گیا تھا اور اب شاید مکان کو سرکاری طور پر مقفل کر دیئے جانے کے سلسلے میں کاروائی شروع ہونے والی تھی۔ فریدی نے ڈی۔ ایس۔ پی سے کوئی گفتگو نہیں کی اور اُس نے جگدیش کو بھی اپنی چھان بین کے متعلق کچھ بتانے سے منع کر دیا۔ اپنی تحقیقات مکمل کر لینے کے بعد وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حمید گھر پر اُس کا منتظر تھا۔

"لڑکا ہوسٹلر نہیں ہے۔" حمید نے اپنی تفتیش کے متعلق بتانا شروع کیا۔ "شرما اسٹریٹ کی ایک عمارت شنکر لاج کے چودھویں فلیٹ میں رہتا ہے۔ میں وہاں بھی گیا تھا لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ پڑوسیوں سے میں نے فی الحال پوچھ گچھ نہیں کی۔"

"خیر پھر دیکھیں گے۔" فریدی بولا۔ "مجھے اُس کا کوٹ الجھن میں ڈال رہا ہے۔ اگر صرف شناختی کارڈ کہیں پڑا ہوا ملتا تو کوئی بات نہ تھی۔ تم خود سوچو جس نے اتنے اطمینان سے واردات کی ہو وہ اپنا کوٹ وہاں کس طرح چھوڑ سکتا ہے۔ نہ صرف کوٹ بلکہ شناختی کارڈ بھی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ اشرف کی کچلی ہوئی لاش اُس کی آنکھوں

کے سامنے آجاتی تھی۔

نئی کہانی

شام خوشگوار ضرور تھی لیکن حمید کا دل کچھ بجھا ہوا تھا۔ فریدی نے کئی بار اُسے موڈ میں لانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ناکام رہا۔

ہر وقت قہقہے لگانے والوں پر حالانکہ کسی غم کا اثر دیرپا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ تھوڑا سا غم انگیز واقعہ اُن کے لئے جاں گسل ہوتا ہے۔ کہ کچھ دیر کے لئے اُن کی رجائیت کی بنیادیں تک ہل جاتی ہیں۔

وہ بڑی دیر سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ یکایک وہ برآمدے میں نکل آیا جہاں فریدی آرام کرسی پر لیٹا آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا۔ بجھا ہوا سگار اُس کی انگلیوں میں دبا ہوا تھا۔

"کیا آپ سو رہے ہیں....؟" حمید نے اُسے مخاطب کیا۔ فریدی چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا اور پھر خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر کبھی مجھے اسی قسم کا کوئی حادثہ پیش آیا تو شاید تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے۔"

"میرے بات چھوڑیئے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "آخر آپ اس ردمال کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں؟"

"نہیں میں اسے نظر انداز میں کر رہا ہوں۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔ "ویسے کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ روحی کا ہو سکتا ہے؟"

"روحی؟" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس کیس میں کہیں نہ کہیں روحی کا قدم ضرور ہے اور میں ریاض اور رشید کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔"

"ریاض اور رشید سے میں واقف ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن وہ بقیہ تین کون ہیں؟"

"صابر، مسعود اور فیض لیکن ان تینوں کے اشرف سے بھی تعلقات تھے۔ ریاض اور رشید سے اُس کا کئی بار جھگڑا ہو چکا ہے۔"

"خوب....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اور ان دونوں ہی کے ناموں کے پہلے حروف "آر" ہیں۔ روحی کو بھی شامل کر لو۔ اب ترکے کے طور پر اشرف کا سارا اثاثہ روحی کے خاندان

میں جائے گا۔ روحی اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہے۔ لہٰذا جس کے ساتھ روحی کی شادی ہوگی وہی اشرف کی دولت کا بھی مالک ہوگا۔ کیوں؟ یہی سوچ رہے تھے نا....؟"

"کیا میں غلط سوچ رہا تھا....؟" حمید جھلا کر بولا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ایک احمق سے احمق آدمی بھی یہی سوچے گا۔ خیر چھوڑو اسے ہمیں تعزیت کیلئے روحی کے یہاں چلنا ہے۔ وہ تو تمہیں اچھی طرح پہچانتی ہوگی؟"

"اچھی طرح! لیکن میں اُس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"آخر کیوں؟" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"بس یونہی۔ پتہ نہیں کیوں۔ اگر میں کوئی سیدھی سادی وجہ بیان کروں گا تو آپ نفسیاتی نکتہ نظر سے روحی کے ذہن کی جڑیں ٹٹولنے لگیں گے۔"

"میں سمجھا۔ تمہیں اُس کے پانچ عدد عاشقوں پر اعتراض ہے۔"

"مجھے پانچ سو سے بھی غرض نہیں لیکن روحی۔ وہ کیوں بیک وقت چھ آدمیوں میں دلچسپی لے رہی تھی؟"

"اُوں ہوں....!" فریدی نفی میں سر ہلا کر بولا۔ "چھ آدمی نہ کہو بلکہ اُس کی چھ پسندیدہ مختلف قسم کی خصوصیات کہو جو اُن میں سے ہر ایک میں موجود تھیں۔ خیر اس کی بحث فضول ہے۔ لہٰذا تم روحی کے یہاں چلنے کے لئے تیار ہو۔"

حمید راستے میں بھی روحی کے یہاں جانے کے خلاف احتجاج کرتا رہا۔ اس کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ اُسے دراصل کہیں رسمی تعزیت کے سلسلے میں جانے میں ہمیشہ کوفت ہوتی تھی۔ مرنے والے کے متعلق اظہار غم کرتے وقت نجانے کیوں وہ خود کو احمق محسوس کرنے لگتا تھا۔

"خیر اگر تم نہیں چاہتے۔" فریدی آخر کار بولا۔ "تو ہم فی الحال شاہد جمیل کو دیکھیں گے اور اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو وہی اس سلسلے کی سب سے اہم کڑی بھی ہو سکتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی نے کہا۔ "تم جس شدت سے ہنستے ہو اُسی شدت سے تم پر غم کا بھی حملہ ہوتا ہے۔ میں اسے کسی فرد کی شخصیت کی ایک بہت بڑی کمزوری سمجھتا ہوں۔"

"میں آپ کی طرح پتھر نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو تو بننے کی کوشش کرو اور تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں ایسے حادثات سے متاثر نہیں ہوتا لیکن میں نے بڑی محنت سے اپنے اعصاب کو فولاد بنایا ہے۔"

"مجھے اس قسم کی محنت مزدوری قطعی پسند نہیں۔" حمید نے جل کر کہا۔ "ویسے میں نے

ساتھیوں کی موت پر مغموم ہونے کا عنصر کتوں کی زندگی میں بھی پایا ہے۔"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کتے کسی طرح آدمی نہیں بن سکتے۔"

"خیر چھوڑیئے.... میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔"

"بس اتنے ہی میں تمہارے صحت مند نظریات نے دم توڑ دیا۔" فریدی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔ "ساری زندہ دلی ایک ہی جھٹکے میں رخصت ہوگئی۔ حمید صاحب قہقہہ دراصل وہی ہے جو آنسوؤں کے سمندر میں تیرتا ہوا ہونٹوں تک آتا ہے۔"

حمید خاموش رہا۔ اس کے بعد فریدی بھی اسی وقت بولا جب وہ شرما اسٹریٹ کی شنکر لاج کے سامنے پہنچ گئے۔

"غالباً چودھواں فلیٹ اوپری منزل پر ہوگا؟"

"ہاں....!" حمید نے سر ہلا دیا۔ فریدی نے کیڈی فٹ پاتھ سے لگادی اور وہ دونوں اتر کر اوپر جانے کے لئے زینے طے کرنے لگے۔

"یہی ہے۔" حمید نے ایک جگہ رک کر دروازے سے لگی ہوئی نیم پلیٹ کی طرف اشارہ کیا جس پر "شاہد جمیل" تحریر تھا۔ فریدی نے بند دروازے پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی جو باہر سے مقفل نہیں تھا۔ کھڑکیوں کی درزوں سے اندر کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

حمید نے دروازے پر دستک دی۔ دوسرے لمحے میں اندر قدموں کی چاپ گونجی اور دروازہ کھل گیا۔

"شاہد جمیل صاحب۔" فریدی نے آگے بڑھ کر آہستہ سے پوچھا۔

"جی ہاں.... فرمایئے۔" دروازے میں کھڑے ہوئے نوجوان نے کہا۔

"ہم نے آپ ہی کے لئے آپ کو تکلیف دی ہے۔ غالباً آپ کا شناختی کارڈ کھو گیا تھا۔"

"اوہ....!" وہ چونک کر بولا۔ "جی ہاں.... جی ہاں۔"

"یہ لیجئے۔" فریدی نے جیب سے کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں واقعی اس کے سلسلے میں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ یونیورسٹی گئے۔ وہاں سے آپ کا پتہ حاصل کیا اور اب یہاں پہنچے ہیں۔"

"اوہ! اندر تشریف لایئے جناب۔ واقعی آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔" وہ انہیں راستہ دینے کے لئے پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ وہ دونوں اندر چلے گئے۔ کمرے کے رکھ رکھاؤ سے فلیٹ کا مالک متوسط طبقے کا فرد معلوم ہوتا تھا۔

"آپ نے ناحق اتنی تکلیف اٹھائی۔" شاہد بیٹھتا ہوا بولا۔ "اسے یونیورسٹی کے آفس میں جمع کرادیا ہوتا۔ مجھے مل جاتا۔ بہر حال میں شکر گذار ہوں۔"

"آپ کا یہ کارڈ کب کھویا تھا....؟" فریدی نے اُس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"کئی دن ہوئے۔ غالباً تین چار دن لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ہوں....!" فریدی نے اپنی بغل میں دبا ہوا بنڈل نکال کر زانوؤں پر رکھ لیا پھر اخبار کی وہ تہہ کھولنے لگا جو اُس پر لپٹی ہوئی تھی۔

"اور یہ کوٹ کب کھویا تھا مسٹر شاہد....؟" اُس نے کہا۔

شاہد یکلخت اُچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن وہ دوسرے ہی لمحے میں پھر کرسی میں گر گیا۔

اُس کی سانس پھول رہی تھی اور آنکھیں فریدی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں لیکن جس تیزی سے اُس نے اپنی حالت پر قابو پایا وہ کم از کم حمید کی نظروں میں تو قابل تعریف ہی تھی۔

"میں سمجھا۔" وہ فریدی کو گھورتا ہوا بڑبڑایا۔ "تم مجھے دھمکی دینے آئے ہو لیکن سن لو۔ میں آج تک کسی سے مرعوب نہیں ہوا.... سمجھے۔"

"یہ صفت قابل تعریف ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اور جو کچھ تم سے کرتے بن پڑے کرلو.... میں تم سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں۔"

حمید سناٹے میں آگیا۔ اُسے اس قسم کی گفتگو سننے کی ہرگز توقع نہیں تھی۔

"تو یہ کوٹ تمہارا ہی ہے۔" فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں! میرا ہی ہے۔" شاہد اٹھتا ہوا بولا۔ حمید کا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف گیا۔ لیکن فریدی بدستور کرسی کے ہتھے پر جھکا ہوا اُسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھتا رہا۔

شاہد نے دیوار سے لگے ہوئے ہینگر پر سے ایک دوسرا کوٹ اُتارا اور اُسے فریدی کی طرف اُچھالتا ہوا بولا۔ "اسے لے جاؤ اور اس سے زیادہ کا مطالبہ تو مجھ سے نہیں کرسکتے۔ میرے ساتھ تم اتنا ہی کرسکتے ہو کہ مجھے بھلانے کے لئے آج کچھ زیادہ پی جاؤ۔"

"مسٹر! تمہارے حواس قابو میں ہیں یا نہیں؟" حمید تیز لہجے میں بولا۔ "یا تم اب وہی پرانی اور گندی تدبیر اختیار کرنے والے ہو۔ پاگل بننے سے کام نہیں چلا کرتا۔ تم جیسے لوگوں کا باقاعدہ طور پر طبی معائنہ کیا جاتا ہے۔"

"طبی معائنہ تم اپنا کراؤ۔" شاہد نے زہر خند کے ساتھ کہا۔ "تم جو پوری سوسائٹی کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"مسٹر شاہد ہم یہاں فلمی قسم کے مکالموں کی مشق کرنے نہیں آئے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "کیا تم کل رات کوراجرس اسٹریٹ کی جاوید بلڈنگ میں تھے؟"

"قطعی تھا پھر....؟" شاہد نے تیزی سے کہا۔ "بس کسی چیز کی چوری کا الزام لگا کر مجھے جیل میں بھجوادو۔ میرے خیال سے اس کے لئے یہ کوٹ ہی کافی ہوگا۔"

شاہد نے اُس کوٹ کی طرف اشارہ کیا جو اُس نے ہینگر سے اُتار کر فریدی کی طرف پھینکا تھا۔

"چوری نہیں پیارے لڑکے۔" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "تم پر قتل کا الزام عائد ہو سکتا ہے۔"

"کیا....؟" شاہد کے منہ سے چیخ سی نکلی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے فریدی کیطرف دیکھنے لگا۔

"قتل....!" فریدی نے پھر اُسی انداز میں دہرایا۔

شاہد پہلے ہی کی طرح اس بار بھی کرسی میں ڈھیر ہو گیا تھا۔ لیکن حمید نے پھر اُسے سنبھالا لیتے ہوئے دیکھا۔ اُس کی مسکراہٹ شروع میں تو بے جان ضرور تھی لیکن رفتہ رفتہ پھر اُس کے چہرے کی تازگی لوٹ آئی اور آنکھیں چمکنے لگیں۔

"خوب....!" وہ مسکرا کر بولا۔ "اور کچھ کہنا ہے؟"

"اشرف خلیلی سے تم سے واقف تھے....؟" فریدی نے پوچھا۔

"میرے خیال سے یہ سب فضول ہے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "میں ہتھکڑیاں لگاتا ہوں۔"

"ٹھہرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر مسکرایا پھر شاہد سے بولا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟"

"آپ کون ہیں؟" شاہد نے کہا۔ غالباً ہتھکڑیوں کے نام پر پھر وہ اعصابی خلل کا شکار ہو گیا تھا۔

"پولیس....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "تم ابھی اقرار کر چکے ہو کہ یہ کوٹ تمہارا ہے اور تمہیں اس کا بھی اعتراف ہے کہ تم پچھلی رات کو جاوید بلڈنگ میں تھے۔"

شاہد کچھ نہ بولا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے ہتھکڑیوں کے اس جوڑے کو دیکھ رہا تھا جسے حمید نے اپنی جیب سے نکال کر زانوؤں پر ڈال دیا تھا۔

"تم وہاں کیوں گئے تھے؟" فریدی نے سوال کیا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔" شاہد اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ "اکثر پرانی ہتھکڑیاں کباڑیوں کے یہاں بھی سستے داموں میں مل جاتی ہیں۔"

"اگر تم سیدھی طرح میرے سوالات کا جواب نہیں دو گے تو دوسرا طریقہ اختیار کرو

گا۔" فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لو۔" شاہد نے بے پروائی کے انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"اس میں شک نہیں کہ تم ایک دلیر لڑکے ہو لیکن کبھی کبھی دلیری دراصل حماقت ثابت ہوتی ہے۔"

شاہد کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے سے ذہنی کشمکش صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"ختم کیجئے یہ قصہ....!" حمید ہتھکڑی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ٹھہرو....!" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "صاحبزادے شاید کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

"آپ کون ہیں؟" شاہد نے پھر سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اُس کی عجیب حالت تھی۔ کبھی وہ خوفزدہ نظر آتا تھا اور کبھی نڈر اور بے باک۔

فریدی نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"میرے خدا....!" وہ پھر یک بیک اچھل پڑا۔ کارڈ اُس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور خوفزدہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"پچھلی رات اشرف کو کسی نے بے دردی سے قتل کر دیا۔" فریدی نے کہا۔

"مم.... میں.... کچھ نہیں جانتا۔"

"تم رات اشرف سے ملے تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... میں اُس سے کبھی نہیں ملا تھا۔ میں اُسے پہچانتا تک نہیں۔"

"لیکن تم وہاں پچھلی رات کو تھے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم وہاں کیوں گئے تھے جب کہ اشرف سے تمہارے جان پہچان بھی نہیں تھی۔"

"رضیہ میری دوست ہے.... رضیہ اشرف۔"

"کیا بکتے ہو....؟" دفعتاً حمید چیخا۔

"چیخو مت....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"رضیہ اشرف کو تم کب سے جانتے ہو؟" فریدی نے شاہد سے پوچھا اور حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"دو ڈھائی ماہ قبل ہماری ملاقات ہوئی تھی۔" شاہد نے کہا۔

"اور تم برابر اُس سے ملتے رہتے تھے؟"

"جی ہاں.... وہ ایک مخلص مگر ستم رسیدہ دوست ہے۔"

"ستم رسیدہ کیوں؟" فریدی اپنی جیبیں ٹٹولتا ہوا بولا۔

"یہ رضیہ کا راز ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں کسی قیمت پر نہ بتا سکوں گا۔"

فریدی اُس کی بات پر دھیان دیئے بغیر حمید سے بولا۔ "دیکھو.... میں اپنا سگار کیس ہی بھول آیا۔"

پھر وہ شاہد کی طرف مڑا۔ "کیا آپ مجھے ایک سگار دے سکیں گے؟"

"سگار....!" شاہد نے کہا۔ "میں سگریٹ پیش کر سکتا ہوں۔ سگار نہیں پیتا۔"

"اوہو! سگریٹ کی بجائے سگار ہی پیا کیجئے۔ خالص تمباکو ہوتا ہے اور وہ اتنا مضر بھی نہیں جتنا کہ سگریٹ کا کاغذ ہوتا ہے۔"

"میں نے آج تک نہیں پیا۔" شاہد بولا۔ "اُس کے دھوئیں کی بو ہی میرا سر چکرا دیتی ہے۔"

"کل رات آپ کس وقت وہاں گئے تھے؟"

"گیارہ بجے۔"

"اور کس وقت تک ٹھہرے؟"

"پون گھنٹہ.... ٹھیک پونے بارہ پر چلا آیا تھا۔"

"لیکن آپ اپنا کوٹ کیوں چھوڑ آئے تھے؟"

"رات سردی زیادہ تھی اور میرا کوٹ....!" شاہد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں آپ کا کوٹ....؟"

"میں دوسرا کوٹ پہن کر چلا آیا تھا.... یہ جو میں نے آپ کو دیا ہے۔"

"غالباً یہ اشرف کا کوٹ ہے۔" فریدی بولا۔

"ہو سکتا ہے....!" شاہد نے کہا۔

"تو رضیہ سے آپ کے ناجائز تعلقات تھے؟" فریدی نے کہا۔

"بکواس ہے.... میں آپ کو ایک شریف عورت پر تہمت لگانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"پتہ نہیں آپ کس شریف عورت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں؟"

"اس لئے کہ.... ابھی تک تو دنیا میں کسی رضیہ اشرف کا وجود نہیں۔" فریدی نے آہ
سے کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"مطلب یہ کہ اشرف کنوارا تھا اور اُس کے گھر میں کوئی عورت نہیں تھی۔"

"آپ مجھے پاگل نہیں بنا سکتے۔" شاہد پاگلوں کی طرح چیخا۔

غفلت کا نتیجہ

فریدی نے اخبار کا وہ ٹکڑا اٹھایا جس میں شاہد کا کوٹ لپیٹ کر لایا تھا۔

"ہم آپ کو پاگل نہیں بنا رہے ہیں۔" فریدی نے شاہد سے کہا۔ "لیکن اگر آپ نے کسی دوسرے کے سامنے کسی رضیہ اشرف کا تذکرہ کیا تو وہ آپ کو ضرور پاگل سمجھے گا۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"تم کئی بار یہ سوال کر چکے ہو اور میں کئی بار یہ جواب دے چکا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم صحیح واقعہ بھی مجھے بتا دو۔" فریدی کے لہجے میں سختی تھی۔

"میں نے ابھی تک کوئی بات جھوٹ نہیں کہی۔"

"تو پھر یہ اخبار جھوٹا ہوگا۔" فریدی نے اخبار کا صفحہ اُس کی طرف بڑھا دیا جس میں روحی اور
رف کی تصویر تھی۔

"مگر ٹھہرو....!" فریدی نے کہا۔ "تم کہتے ہو کہ تم اشرف کو نہیں پہچانتے.... خیر یہ
رف اور اُس کی منگیتر کی تصویر ہے اور اشرف غیر شادی شدہ تھا۔"

"تب پھر یہ کوئی دوسرا اشرف ہوگا۔" شاہد نے کہا۔

"اس کے ساتھ والی عورت کو پہچانتے ہو؟"

"نہیں....!"

"تب پھر واقعی وہ کوئی دوسرا اشرف ہوگا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن یہی اشرف جاوید
نگ کا مالک تھا اور یہی اشرف قتل کیا گیا ہے اور اسی اشرف کے مکان میں تمہارا کوٹ ملا تھا اور
ارے کوٹ کی جیب میں تمہارا شناختی کارڈ تھا۔"

"شناختی کارڈ ہرگز نہیں ہو سکتا۔" شاہد تھوک نگل کر بولا۔ "وہ کئی دن قبل گم ہو گیا تھا۔"

"رضیہ تم سے روز ملتی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"خیر حمید.....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "ہتھکڑیاں لگادو۔"

"یہ ظلم ہے..... سراسر ظلم ہے۔" شاہد بھی کھڑا ہو کر چیخنے لگا۔ "اس میں دھوکا ہے۔ میں اس عمارت میں کل پہلی بار گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسری عمارت ہو۔"

"ہم اس سلسلے میں بھی اپنا اطمینان کرلیں گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں بے گناہ ہوں۔ نہیں نہیں۔" شاہد بُری طرح کانپ رہا تھا۔ حمید نے ہتھکڑیاں لگادیں۔

"یہاں سے مجھے اس طرح نہ لے جایئے۔ میں التجا کرتا ہوں۔ راستے میں کہیں... ہتھکڑیاں لگادیجئے گا۔"

فریدی نے اُس کی طرف دیکھا۔ چند لمحے اُس کے چہرے پر نظریں جمی رہیں۔ پھر وہ حمی سے بولا۔ "ہتھکڑیاں نکال دو۔"

حمید نے ہتھکڑیاں نکال دیں۔ تینوں باہر نکلے۔ شاہد نے فلیٹ مقفل کیا اور پھر وہ سڑک پر آگئے۔

"چلو آؤ.....!" فریدی کیڈی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے اُس عمارت کی طرف لے چلو جہا تم پچھلی رات کو تھے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ اگر میں نے قتل کیا ہوتا تو اپنا کوٹ کیوں چھوڑ آتا۔ میں آپ سے کچھ بتاتا ہی نہیں۔" شاہد کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"رضیہ تمہارے فلیٹ میں آتی تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں۔" شاہد نے کہا۔

فریدی نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ حمید کو حیرت ہو رہی تھی کہ فریدی اُس سے کام کی با کیوں نہیں پوچھ رہا ہے۔ فریدی شاہد کے بتائے ہوئے راستے پر کیڈی ڈرائیو کر رہا تھا۔ آخر نے ٹھیک جاوید بلڈنگ کے سامنے رک جانے کو کہا۔ فریدی نے کیڈی روک دی۔

"یہی عمارت تھی۔" شاہد جاوید بلڈنگ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"اسی دروازے سے اندر گئے تھے؟"

"جی ہاں۔" شاہد نے کہا پھر کانپتا ہوا بولا۔ "کیا قتل..... یہیں.....!"

"ہاں..... لاش یہیں تھی۔"

"لیکن آپ رضیہ سے پوچھ لیجئے۔"

"پیارے لڑکے! یہاں کبھی کوئی رضیہ نہیں تھی۔"

"تب تو..... مم..... میں..... ڈوب گیا۔" شاہد نے گلوگیر آواز میں کہا اور اُس کے ہا

ڈھیلے پڑگئے۔

"کیا یہ دروازہ باہر سے مقفل تھا.....؟"

"جی ہاں.....!"

"رضیہ نے ہی اسے کھولا تھا.....؟"

"جی ہاں.....!"

"اندر رضیہ کے علاوہ بھی کوئی اور تھا.....؟"

"جی نہیں..... اُس نے بتایا تھا کہ اُس کے نوکر سرکس دیکھنے گئے تھے اور اشرف کے متعلق بتایا تھا کہ وہ رات کو بہت کم گھر پر رہتا تھا۔"

"تیسرا آدمی کون تھا.....؟" فریدی نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں..... میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔"

"کوٹ کے متعلق کیا کہتے ہو.....؟"

"رضیہ نے میرا کوٹ اُتروا لیا تھا اور شاید اپنے شوہر کا کوٹ مجھے دیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ ممکن ہے باہر واپسی میں کسی سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ تمہیں روی قسم کے کوٹ میں دیکھ کر اُسے شبہ ہوگا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ شناختی کارڈ میرے کوٹ کی جیب میں موجود نہیں تھا۔"

"خیر.....!" فریدی کیڈی اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ "اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو بُری طرح پھنس گئے۔ رضیہ سے تمہاری ملاقات کہاں اور کس طرح ہوئی تھی؟"

"یونیورسٹی کے ریستوران میں۔"

"یونیورسٹی کے ریستوران میں کیوں؟ کیا وہ بھی طالبہ تھی؟"

"جی نہیں..... اے۔ جی آفس میں ٹائپسٹ تھی۔ اُس نے مجھے یہی بتایا تھا اور وہ کئی بار مجھے آفس کے برآمدے میں بھی مل چکی تھی۔ اے۔ جی آفس یونیورسٹی کے قریب ہی ہے اور کبھی کبھی وہاں کے لوگ یونیورسٹی کے ریستوران میں آجاتے ہیں۔"

"خوب..... تم نے اس پر کبھی غور نہیں کیا کہ ایک دولت مند آدمی کی بیوی کلرکی کیوں کرنے لگی؟"

"افسوس..... کاش میں اُس کے بیان پر یقین نہ کرتا۔ اُس نے مجھے بتایا تھا کہ اشرف شرابی ہے اور اُس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ اُسے اپنا پیٹ پالنے کے لئے کلرکی کرنی پڑتی ہے۔ اُس نے اس طرح رو رو کر اپنی کہانی سنائی تھی کہ مجھے یقین آگیا تھا مجھے اُس سے ہمدردی

ہو گئی تھی اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جس طرح ہو گا اُسے اشرف کے پنجے سے رہائی دلاؤں گا۔"

"کیا اب ہتھکڑی لگا دی جائے؟" حمید نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"نہیں.... ہم گھر چل رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"تو آپ شوق سے گھر جائیے۔ میں اسے کوتوالی پہنچا دوں گا میں نے اس طرح کی دلچسپ کہانیاں پہلے بھی بہت سنی ہیں۔ اعتراف جرم کرانا تو پولیس کے رنگروٹوں کا کام ہے۔"

"میں بے گناہ ہوں۔" شاہد گڑگڑایا۔

"سارے مجرم پہلے یہی کہتے ہیں۔" حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔ اُس عورت نے مجھے بُری طرح پھانس دیا ہے۔"

"پہلے خود تم اُسے پھانسنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"یہ غلط ہے۔ ہمارے ناجائز تعلقات نہیں تھے۔"

"ٹھیک ہے.... اس لئے ہم تمہیں جنت میں پہنچانے کا انتظام کر رہے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"ذرا اُس عورت کا حلیہ تو بتانا....؟" فریدی بولا۔

"بہت خوبصورت تھی۔" شاہد بولا۔ "بیضاوی چہرہ.... آنکھیں بڑی.... قد متوسط، ناک پتلی اور لمبی اور ہونٹ....!"

"اسی لئے تمہیں اُس سے ہمدردی ہو گئی تھی۔" حمید بول پڑا۔

"کوئی ایسا نشان جس سے وہ پہچانی جا سکے؟" فریدی نے شاہد سے پوچھا۔

"ایسا نشان.... ٹھہریئے! مجھے یاد پڑتا ہے کہ اُس کے داہنے کان کی لو کے نچلے حصے میں ایک شگاف سا تھا.... ایسا کہ لو دوہری معلوم ہوتی تھی۔"

"بہت قریب سے دیکھا تھا؟" حمید نے چٹکی لی۔

"حمید خاموش رہو۔" فریدی نے کہا.... پھر شاہد سے بولا۔ "کیا تمہارے پاس اُس کی کوئی تصویر تھی؟"

"نہیں.... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اُس سے ایسے تعلقات نہیں رکھتا تھا کہ تصویروں کا تبادلہ ہوتا۔"

"لیکن وہ تمہیں گھر کیوں لے گئی تھی؟"

"یونہی اُس نے کہا تھا کہ چلو تمہیں آج اپنا گھر بھی دکھا دوں۔"

"تم نے وہاں اپنے دوران قیام میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز سنی تھی؟"

"نہیں.... یا ممکن ہے مجھے سنائی نہ دی ہو۔"

"اس رومال کے متعلق مجھے کچھ بتا سکو گے؟" فریدی نے جیب سے وہ رومال نکالتے ہوئے
ا جو اُسے جاوید بلڈنگ میں ملا تھا۔ شاہد نے اُسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"یہ تو مجھے رضیہ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا اس لئے کہ اس پر حرف "آر" کڑھا ہوا ہے؟" فریدی بولا۔

"جی نہیں.... یہ لپ اسٹک کے دھبے.... اُس نے کل رات میری موجودگی میں اپنے
نٹ یہ کہہ کر صاف کیے تھے کہ وہ لپ اسٹک کبھی نہ استعمال کرے گی کیونکہ شریف عورتوں کو زیب نہیں دیتا۔"

"خوب....!" فریدی کچھ سوچنے لگا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی نے شاہد سے پوچھا۔
نہارا سرپرست کون ہے؟"

"یہ نہیں بتاؤں گا خواہ پھانسی ہو جائے۔" شاہد نے دلیرانہ انداز میں کہا۔

"لڑکے تمہاری بچت اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم میرے سوالات کے ٹھیک
اب دو۔"

"میں مجبور ہوں.... ہرگز نہیں۔"

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہاری حرکات
لم تمہارے سرپرست کو ہر حال میں ہو جائے گا۔ جب تم اس قتل کے سلسلے میں گرفتار کیے جاؤ
، تو لامحالہ تمہارے متعلق اخبارات میں کچھ نہ کچھ ضرور آئے گا۔"

شاہد فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ البتہ اُس کی حالت میں پھر تبدیلی ہونے لگی تھی اور خوف نے اُس
، ذہن پر دوبارہ قبضہ جما لیا تھا۔

"میں کیا کروں؟" وہ بے بسی سے بڑبڑایا۔

"دوسری صورت میں۔" فریدی بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

"کاش مجھے خودکشی کا موقع مل سکتا۔"

"تمہاری مرضی..!" فریدی بڑبڑایا۔ "مجھے بلاشبہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دینا چاہئے۔"

"میری والدہ میری سرپرست ہیں۔" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ "جب انہیں اس کا علم
گا.... میں کیا کروں۔"

"کیا وہ کہیں اور رہتی ہیں؟"

"جلال آباد میں.... بڑے ہسپتال میں میٹرن ہیں۔ خاتون سعیدہ۔"

"اور تمہارے والد؟"

"مجھے اُن کی صورت بھی یاد نہیں۔ میں بہت چھوٹا تھا تب ہی اُن کا انتقال ہو گیا تھا۔"

فریدی اور حمید دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے کہ دوران گفتگو میں شاہد کے ہاتھ کر
کرتے رہے ہیں اور پھر فریدی اس وقت چونکا جب شاہد کی جگہ خالی ہو چکی تھی۔ حمید اپنی چیخ کر
طرح نہ روک سکا۔ کیڈی جہاں تھی وہیں ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی.... اور فریدی نے اپ
سیٹ سے چھلانگ لگائی۔ شاہد کچھ دور پیچھے سڑک پر اوندھا پڑا ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا.... پاگل....!" فریدی بے اختیار اُس پر جھک پڑا۔ شاہد کی پیشانی سے
خون کی دھار بہہ کر چہرے پر پھیل رہی تھی اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

فریدی نے اُسے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

پھر وہ اُسے کیڈی کی پچھلی نشست پر ڈالتا ہوا بولا۔ "چلو... جلدی... سول ہسپتال بیٹھو...
اگر یہ لڑکا مر گیا تو میں ہر اُس شخص کو قتل کر دوں گا جس پر مجھے اشرف کے قتل کرنے کا شبہ ہو گا۔"

"میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ ہتھکڑی ڈال دیجئے۔" حمید کیڈی اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

فریدی پچھلی سیٹ پر جھکا شاہد کے زخم کو اپنے رومال سے دبائے ہوئے تھا۔

"اوہ.... خدا کی قسم یہ بالکل معصوم ہے.... اگر ایسا نہ ہو تو میں اپنا پیشہ ترک کرنے کو تیا
ہوں۔" اُس نے کہا۔

سول ہسپتال کے ڈاکٹر نے شاہد کے زخموں کا معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ چوٹیں گہری آ
ہیں۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اندرونی چوٹیں بھی ہو سکتی ہیں۔ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی فریدی نے
اُسے پرائیویٹ وارڈ میں داخل کرا دیا اور اُس وقت تک وہ دونوں وہاں ٹھہرے رہے جب تک ک
ڈاکٹر نے اطمینان نہ دلا دیا۔

واپسی میں فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔

"لڑکا بلاشبہ معصوم ہے۔"

"محض اس بناء پر کہ اس نے خودکشی کی کوشش کی۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔ "حالانکہ
بیشتر بوکھلائے ہوئے مجرم اکثر اس قسم کی حرکت کر بیٹھتے ہیں۔"

"اوہو! تم وہ سارا سٹ اپ بھول گئے جو اس قتل کے سلسلے میں بروئے کار لایا گیا تھا۔ اول تو
اناڑی قسم کے مجرم اتنے اطمینان سے کوئی واردات کر ہی نہیں سکتے اور اگر بفرض محال کریں بھی

تو مقتول کے کوٹ سے اپنا کوٹ بدلنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

"چلئے میں نے مان لیا کہ کسی نے شاہد کو پھانسنے کی کوشش کی ہے۔" حمید نے کہا۔

"لیکن یہ ضرور کہوں گا وہ بھی احمق ہی تھا۔ آخر کوٹوں کے تبادلے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا
صرف شناختی کارڈ کے ذریعہ شاہد تک رہنمائی نہیں ہو سکتی تھی۔ کوٹوں سے تو صاف ظاہر ہو جاتا
ہے کہ اس کو پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ اگر اس نکتے کو ذہن میں رکھو تو مجرم اناڑی ہی معلوم ہوتا ہے لیکن میں ایسا
نہیں سمجھتا۔"

"آپ...." حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر بولا۔ "اگر شاہد کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو
پھر وہ عورت کون ہو سکتی ہے کیا روحی؟ مگر ہم نے شاہد کو روحی کی تصویر دکھائی تھی۔ وہ روحی
نہیں ہو سکتی؟ پھر....؟"

"کوئی عورت....!" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"لیکن اشرف بہت محتاط آدمی تھا۔ میرا خیال ہے کہ کسی دوسری عورت سے اُس کے اس
قسم کے تعلقات نہیں تھے کہ وہ اس کو منگنی کے اعلان کی بناء پر قتل کر دیتی۔"

"اور دوسری طرف وہ وزنی تجوری کسی عورت کے بس کا روگ نہیں معلوم ہوتی۔" فریدی
نے آہستہ سے کہا۔

"میری ایسی کی تیسی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"کیوں تمہیں کیا ہوا....؟"

"آپ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے؟" حمید نے اُسی لہجے میں
کہا۔ "آپ شاہد کو معصوم بھی سمجھتے ہیں اور دوسری طرف کسی عورت کے وجود میں بھی آپ کو
شبہ ہے۔"

"عورت تو تھی ہی۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ وہ تجوری کسی عورت نے نہیں گرائی تھی۔"

"تب پھر یا تو میں پاگل ہو گیا ہوں.... یا....!"

"یا پھر فریدی....!" فریدی نے مسکرا کر بات پوری کر دی۔

"آپ شاہد کو معصوم قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اُس کی سنائی ہوئی کہانی سچی ٹھہری۔ مکان میں ان
دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ خود اُس کا بیان ہے۔ اب اگر عورت نہیں گرا سکتی تو پھر آپ
کسے مجرم قرار دیں گے؟"

"اور شاید نوکروں کا بیان تمہیں یاد نہیں رہا۔" فریدی بولا۔ "ساتھ ہی تم وہ سب کچھ بھول گئے جو ابھی ابھی شاہد نے بتایا تھا۔ نوکروں کے بیان کے مطابق سامنے کا دروازہ اندر سے بند تھا اور وہ پچھلے دروازے میں قفل ڈال کر سرکس گئے تھے۔ شاہد کہتا ہے کہ رضیہ نے سامنے کے دروازے سے قفل کھولا تھا.... کیا سمجھے؟"

"میں یہی سمجھا کہ اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ کی قوت فیصلہ جواب دے رہی ہے شاہد مکار ہے۔ اُس نے اپنی کہانی میں جان ڈالنے کے لئے کیڈی سے کود کر اُسے فشنگ پچ دیا۔ بس .... کیڈی کی رفتار بہت کم تھی۔ ایک بچہ بھی اگر کودتا تو اُسے معمولی چوٹیں آتیں۔ سمجھے؟ فریدی صاحب۔"

پُراسرار لڑکی

دوسری صبح تک حمید کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا۔ پچھلی رات وہ فریدی کی مخالفت میں شاہد کو مجرم ضرور گردانتا رہا تھا لیکن حقیقتاً وہ بھی ایک عجیب قسم کی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اُسے خود بھی یقین تھا کہ شاہد کا تعلق واردات سے نہیں ہو سکتا۔

وہ اب سوچ رہا تھا کہ پچھلی رات کو انہیں روحی کے یہاں ضرور جانا چاہئے تھا۔ وہ روحی سے قریب قریب متنفر تھا۔ حالانکہ اُن دونوں کی ملاقاتیں شاذ و نادر ہی ہوتی تھیں لیکن حمید نے قربت کے تھوڑے ہی وقت میں اُسکے متعلق کچھ رائیں قائم کر لی تھیں جنہیں وہ اٹل سمجھتا تھا۔

اُس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی ورق گردانی کے بعد اُس کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور کو کان سے لگائے جواب کا منتظر رہا۔

"ہیلو.... اوہ.... میں روحی صاحبہ کو چاہتا ہوں۔"

"کیا بکواس ہے.... تم کون ہو؟" دوسری طرف سے ایک بھاری مگر نسوانی آواز آئی۔

"اوہ.... معاف کیجئے گا میرا مطلب یہ نہیں۔ میں روحی صاحبہ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد اُس نے دوسری طرف سے ایک باریک اور مترنم آواز سنی۔ یہ شاید روحی تھی۔

"ہیلو! میں سارجنٹ حمید بول رہا ہوں۔"

"اوہ.... اچھا.... لیکن اگر آپ کو غم انگیز باتیں کرنی ہوں تو.... والدہ صاحبہ سے رجوع کیجئے۔"

حمید نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں غیر متوقع طور پر اپنی آواز میں شوخی پیدا کر کے بولا۔ "آپ بھی کیا بات کرتی ہیں۔ میں تو یہ کہنے جا رہا تھا کہ کیا آج آپ میرے ساتھ رات کا کھانا آرلکچو میں کھا سکیں گی؟"

"بہت خوشی سے۔" آواز آئی۔ "میں آپ کو بے حد پسند کرتی ہوں اور اب تو میری نظروں میں آپ کی وقعت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

"کیوں؟" حمید کے کان کھڑے ہو گئے۔

"اس لئے کہ آپ اشرف کی تعزیت کے سلسلے میں ہمارے یہاں نہیں آئے۔ اس قدر بور کیا ہے لوگوں نے کہ خدا کی پناہ۔ میں کہتی ہوں کہ کیا وہ رسمی طور پر اظہارِ افسوس کرنے سے واپس آجائے گا۔"

حمید دانت پیس کر ماؤتھ پیس میں گھورنے لگا۔ پھر بولا۔

"اوہ معاف کیجئے گا.... میں آپ کو مبارک باد دینا بھول ہی گیا تھا.... آپ کی منگنی پر....!"

"آپ عظیم ترین آدمی ہیں۔" روحی نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید ریسیور پٹخ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے برآمدے سے آواز دی۔ وہ ناشتے کی میز پر اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

"سنا تم نے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "بے چارے جگدیش کی شامت آگئی۔"

"کیوں.... ؟ کیا ہوا؟"

"ڈی۔ ایس۔ پی کو شاہد کے متعلق علم ہو گیا ہے۔ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے اشرف کے نوکروں کو کوٹ والی بات کے تذکرے سے نہیں روکا۔ شاہد حراست میں ہے۔ ہسپتال سے اُسے حوالات میں منتقل کر دیا جائے گا۔"

"تو پھر اب جگدیش کیا کیا ہو گا؟"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کہ ڈی۔ ایس۔ پی خود ہی اس کیس کی تحقیقات کرے گا۔"

"بہر حال اُس غریب کے خلاف اگر کوئی کاروائی ہوئی تو اس کی تمام تر ذمہ داری آپ پر ہوگی۔" حمید نے کہا۔

"دیکھا جائے گا۔" فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

حمید نے اُسے اپنی اور روحی کی گفتگو کے متعلق بتایا۔

"لڑکی دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں اُسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے توقع ہے کہ آج شام آرلکچو میں ضرور آئے گی۔" حمید نے کہا۔

فریدی نے وہ دن دوڑ دھوپ میں گذار دیا لیکن ڈی۔ ایس۔ پی نے سارے راستے پہلے مسدود کر دیئے تھے۔ وہ روحی کے دوسرے پانچ امیدواروں سے بھی ملا۔ لیکن انہوں نے اُس کے سوالات کے جواب دینے سے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف سے انہیں ہدایت ملی تھی کہ اس مسئلے پر وہ اُس کے علاوہ اور کسی سے گفتگو نہ کریں۔

حمید کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے دل کھول کر قہقہے لگائے۔

"اس بار تو وہ بڑی چوٹیں دے رہا ہے۔" حمید نے کہا۔

"لیکن اُسے زندگی بھر افسوس رہے گا۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔

"کیا کریں گے آپ؟" حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"بس دیکھنا۔"

شام کو فریدی بھی حمید کے ساتھ تھا لیکن الگ تھلگ۔ رقص کے مخصوص پروگرام کی سے آرلکچو میں کافی بھیڑ تھی۔ حمید میز پر تنہا روحی کا انتظار کر رہا تھا۔ فریدی دوسری میز پر ٹھیک سات بجے روحی وہاں پہنچی۔ وہ تنہا تھی۔ حمید اُسے کاؤنٹر کے قریب کھڑا دیکھ کر آ بڑھا۔ پھر دوسرے لمحے میں فریدی بڑی توجہ سے روحی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ روحی ایک خو شکل لڑکی تھی۔ آنکھیں نیم غنودہ سی تھیں۔ جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھی ہو۔ چلتے وقت پُر غ انداز میں اپنا سر تھوڑا پیچھے کی طرف جھکائے رکھتی تھی اور ادھر اُدھر دیکھنے کے لئے صر آنکھوں کے کناروں سے کام لیتی تھی۔ سر میں خفیف سی بھی جنبش نہیں ہونے پاتی تھی۔ دو گفتگو میں مخصوص انداز میں ابروؤں کو جنبش دینا شاید اُس کی عادت ہی تھی۔

"آج سردی کچھ بڑھ گئی ہے۔" وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"یقیناً.... کیا میں آپ کے لئے شیری منگواؤں....؟"

"جی نہیں شکریہ.... میں شراب نہیں پیتی اور نہ میں دعوت کے خیال سے آئی ہوں بس ذرا سی تبدیلی چاہتی ہوں۔"

"واقعی آپ بہت بور ہوئی ہوں گی۔"

"مر جانے کی حد تک۔" وہ خلاء میں گھورتی ہوئی بولی۔ "مجھے غم انگیز باتوں سے نفرت۔

ہر وقت قہقہے چاہتی ہوں۔ اشرف واپس نہیں آسکتا اور نہ ہم میں کوئی اُس کیلئے مر سکتا ہے۔"

"مگر پرسوں ہی آپ کی منگنی ہوئی تھی۔"

"پھر ہو جائے گی۔" وہ بیزاری سے بولی۔ "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ٹوٹی ہوئی شاخ کی ہمیشہ دوسری کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ گوشت اور ہڈیوں کا کوئی دوسرا جاندار ڈھیر.... زندگی کا سرا مظہر۔"

"آپ فلسفی ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"ہر ایک کو ہونا چاہئے۔" روحی بولی۔

"آپ سچ مچ روحی ہیں۔" حمید نے کہا۔ "ویسے آپ کو کسی نہ کسی پر شبہہ تو ضرور ہوگا۔"

"کیا آپ نے یہی معلوم کرنے کے لئے مدعو کیا ہے؟"

"قدرتی بات ہے۔"

"تب مجھے افسوس ہے کہ میں اس مسئلے پر گفتگو نہ کر سکوں گی۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی کی طرف یہی کہا گیا ہے۔"

"خیر میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"شکریہ....!" روحی مسکرا کر بولی۔ "میں جانتی ہوں کہ آپ سراغرساں ہیں اور اشرف کے دوست بھی۔"

"آپ کا اتنا ہی جاننا میری تسکین کا باعث ہے میرا خیال ہے کہ اشرف آپ کو بہت زیادہ نہیں تھا۔"

"مجھے کوئی بھی بہت زیادہ پسند نہیں۔ اشرف تو خاص طور پر.... چھینکنے سے پہلے اور چھینکنے کے بعد بہت بُرا منہ بناتا تھا۔"

"اوہ....!" حمید دل ہی دل میں اُسے گالیاں دیتا ہوا بولا۔ "میں آپ سے متفق ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ آپ کے دوستوں میں صرف ریاض ہی ایک ایسا ہے جو چھینکتا ہی نہیں۔"

"لیکن آپ نے خصوصیت سے ریاض ہی کا ذکر کیوں چھیڑا....؟"

"وہ ایک ماہر نشانہ باز ہے۔" حمید بولا۔

"لیکن اشرف شاید گولی کا شکار نہیں ہوا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" حمید جلدی سے بولا۔

"اور یہ مطلب بھی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"گویا آپ کو بھی اس پر شبہہ ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"دیکھیے ہم پھر بہک گئے۔" روحی ہنس کر بولی۔ "مجھے کسی پر بھی شبہ نہیں اور اگر ہو بھی تو میں اس کا اظہار نہیں کروں گی۔ یہاں ہر آدمی اپنی راہ کا کانٹا ہٹا دیتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ کبھی اس فعل کی حیثیت انفرادی ہوتی ہے اور کبھی اجتماعی.... اجتماعی حیثیت کو ہم قانون کہتے ہیں.... کیا آپ کے ہاتھ خون سے رنگین نہیں، میرا خیال ہے کہ خود آپ نے اب تک دو تین درجن خون ضرور کئے ہوں گے۔"

"شاید اس سے زیادہ۔" حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"پھر....!" وہ حمید کو سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "میں کیوں اپنے شبہے کا اظہار کروں۔ جس طرح آپ آزادی کا سانس لے رہے ہیں اسی طرح اُسے بھی لینے دیجئے۔ ممکن ہے اُسے بھی اشرف سے کوئی ایسی ہی شکایت رہی ہو۔ بہتیرے جرائم ایسے بھی ہیں جن کے معاملے میں قانون بے بس نظر آتا ہے۔"

"تو کیا ریاض کو اُس سے کوئی ایسی ہی تکلیف پہنچی تھی؟"

"آپ نے پھر ریاض کا نام لیا۔ میرا اشارہ خاص طور سے کسی کی طرف نہیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ اشرف بھی کسی نہ کسی ایسے جرم کا مرتکب ضرور ہوا ہوگا جس کی سزا قانون کے پاس نہ ہو۔"

"بہر حال آپ کو اشرف سے محبت نہیں تھی؟"

"یہ ایک الگ سوال ہے اور پھر یہ ضروری نہیں کہ منگنی کی محرک محبت رہی ہو۔ اشرف کافی مالدار بھی تو تھا۔"

حمید کا دل چاہا اُس کا گلا گھونٹ دے۔ اُس نے کنکھیوں سے فریدی کیطرف دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔

حمید نے ویٹر کو بلا کر مینو منگوایا۔ کھانے کے دوران میں بہت کم باتیں ہوئیں۔ کم اس لئے ہوئیں کہ روحی کام کی باتوں کے جواب غیر واضح دے رہی تھی۔ کھانے کے بعد کافی آئی۔ حمید نے پھر اشرف کا تذکرہ چھیڑا۔ وہ دراصل روحی کو غصہ دلانا چاہتا تھا۔

"تو یہ منگنی محض دولت کے لئے ہوئی تھی؟" حمید نے پوچھا۔

"دولت تو اب بھی بہر حال ہمارے ہی گھر آئے گی۔" روحی نے کہا۔

"اور آپ کی دوسری منگنی....؟"

"آپ مجھے چڑھا رہے ہیں۔" روحی کافی کی پیالی رکھ کر حمید کو گھورنے لگی۔

"قطعی نہیں.... میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپکے دل میں میرے لئے کتنی جگہ ہے۔"

"آپ کے لئے....!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا اشرف نے کبھی آپ سے رضیہ نامی کسی عورت کا تذکرہ کیا تھا....؟"

"رضیہ.... نہیں تو.... کیوں؟"

"ہمارا خیال ہے کہ اشرف کے قتل میں کسی عورت کا ہاتھ ہے۔"

"ہوگا۔" روحی نے بے پروائی سے کہا۔ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر روحی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی عورت ہی ہو لیکن وہ اشرف کی سوتیلی ماں ہوگی۔"

"اشرف کی سوتیلی ماں....؟" حمید چونک کر بولا۔ "لیکن اشرف نے کبھی کسی سوتیلی ماں کا ذکرہ نہیں کیا۔"

"نہ کیا ہوگا.... وہ ایک مظلوم عورت تھی۔ اُس پر سچ مچ ظلم ہوا تھا۔"

"حیرت ہے.... اشرف نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"تو پھر میں جھوٹ کہہ رہی ہوں گی۔" روحی ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

"یہ مطلب نہیں۔ ظاہر ہے کہ اشرف سے ہمارے بڑے قریبی تعلقات تھے لیکن اُس نے بھی کسی سوتیلی ماں کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیا آپ مجھے اس سلسلے میں کچھ اور بھی بتائیں گی؟"

"مجھے اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتی کہ وہ زندہ بھی ہوگی، یا مر گئی ہوگی۔ والدہ صاحبہ اس کے متعلق کچھ جانتی ہیں اور شاید انہوں نے آج ڈی۔ ایس۔ پی سٹی کو کچھ بتایا بھی ہے۔"

"ہوں....!" حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ساتھ ہی اُس نے کنکھیوں سے فریدی کی طرف دیکھا جو روحی کو بغور دیکھ رہا تھا اور اُس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا۔ اُس نے حمید کو اشارہ کیا کہ اب روحی کو رخصت کر دینا چاہیے۔

وہ کافی بھی ختم کر چکے تھے اور روحی کچھ اکتائی اکتائی سی نظر آرہی تھی۔

"کیا میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں؟" حمید نے کہا۔

"جی نہیں شکریہ.... میں کار لائی ہوں۔ ہم پھر بھی ملتے رہیں گے.... کیوں؟"

"اوہ.... ضرور ضرور۔ میں فلسفیانہ انداز میں سوچنے والی لڑکیوں کی پرستش کرتا ہوں۔"

"حالانکہ آپ مجھ سے شدید نفرت کرتے ہیں۔" روحی سنجیدگی سے بولی اور حمید سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ وہ بُری طرح ہکلا رہا تھا۔

روحی کھڑی ہوگئی۔ دفعتاً حمید نے اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار محسوس کئے۔ اُس کا رخ کاؤنٹر کی طرف تھا۔ حمید نے مڑ کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا۔ وہاں روحی کا پرستار ریاض موجود تھا۔ حمید پھر روحی کی طرف مڑا لیکن وہ اُس کے قریب نہیں تھی۔ لاؤنج کے دروازے پر اُس کی ہلکی سی جھلک دکھائی دی اور دوسرے لمحے میں وہ لاؤنج کے اندر تھی۔

وہ بھی ویٹر کو اشارہ کرتا ہوا لاؤنج میں چلا گیا۔ فریدی اس نئے وقوعے سے ناواقف نہیں تھا وہ ریاض کی طرف متوجہ ہو گیا۔

روحی حمید کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"میں نہیں چاہتی کہ ریاض مجھے یہاں دیکھے۔"

"کیوں....؟"

"بور کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اشرف کا سوگ مناؤں۔ ویسے بھی وہ میرا خالہ زاد بھائی تھا۔"

"تو کیا آپ ریاض سے خائف ہیں؟"

"نہیں.... لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ مجھے اور زیادہ بور کرے۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اُسے اٹھا کر باہر پھینک دوں؟"

"آپ....!" روحی ہنسنے لگی۔ "آپ اُس سے زیادہ طاقتور نہیں معلوم ہوتے۔"

لاؤنج میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ دفعتاً کسی نے پشت سے روحی کو آواز دی۔

وہ دونوں چونک کر مڑے دروازے میں ریاض کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

"اوہ.... ریاض.... یہ سارجنٹ حمید ہیں۔" روحی اُس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"میں جانتا ہوں۔" ریاض خشک لہجے میں بولا۔ "لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"کیوں؟ تم سے مطلب....؟" روحی تیز لہجے میں بولی۔

"تمہیں آج یہاں نہ ہونا چاہئے۔"

"بکواس ہے تم اپنا کام دیکھو۔"

"دنیا کا خون سفید ہو گیا ہے۔" ریاض ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اُس کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے۔

"تم لوگ مجھے مار ڈالو گے۔ کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔" روحی نے جھنجھلا کر کہا۔ "دنیا کا خون سفید ہو یا سیاہ.... میرا خون کافی گاڑھا ہے.... تم مطمئن رہو۔"

"میں تمہارے اس رویہ کی شکایت پھوپھی صاحبہ سے کروں گا۔"

"آہا.... تو کیا آپ کی پھوپھی صاحبہ مجھے کھا جائیں گی۔"

"تم اپنے بزرگوں کی توہین کرتی ہو۔"

"ریاض مجھے بور نہ کرو.... تم جا سکتے ہو۔"

"بہتر ہے.... کاش تم آدمی بن سکتیں۔" ریاض نے کہا اور واپس جانے کے لئے مڑا۔

"اوہو ٹھہرو۔" روحی آگے بڑھتی ہوئی بولی۔ "کیا گھر جا رہے ہو۔ میں بھی چلتی ہوں۔ میں نے کہا تھا تم سے کہ آج رات باہر نہ جانا۔ کتنی سردی ہے۔ تمہیں پہلے ہی نزلے کی شکایت تھی۔"

حمید حیرت سے منہ کھولے کھڑا رہ گیا۔ اُسے توقع تھی کہ روحی ریاض کو چلا جانے دے گی۔ لیکن وہ خود اس طرح اُسکے ساتھ جا رہی تھی جیسے ابھی اُنکے درمیان بڑی خوشگوار گفتگو ہوتی رہی ہو۔

فریدی لاؤنج کے دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

وہ کون تھی

حمید اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"دیکھا آپ نے....؟"

"ہاں آؤ....!" فریدی باہر نکلتا ہوا بولا۔ حمید نے کھانے کے دام چکائے اور پھر وہ دونوں باہر آ گئے۔

"آپ نے ہماری گفتگو بھی سنی تھی؟" حمید نے پوچھا۔

"ایک ایک لفظ۔" فریدی کیڈی میں بیٹھتا ہوا بولا۔

"اب آپ کو یقین آیا....؟"

"کس بات پر....؟" فریدی نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔

"اس بات پر کہ شہتوت کے درخت میں مرغی کے انڈے لٹکتے ہیں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

فریدی ہنسنے لگا۔ کیڈی پھر سڑک پر نکل آئی تھی۔

"لڑکی اپنے ماحول سے اکتائی ہوئی معلوم ہوتی ہے.... اور بس۔"

"بہتر ہو گا کہ آپ ایک پرائیویٹ پاگل خانہ کھول لیں۔"

"اسی فکر میں ہوں۔ سب سے پہلے تمہارا نام رجسٹر کروں گا۔" فریدی نے کہا۔

"ڈفر! یہ تو سوچو اگر واقعی اُس کا ہاتھ اس واردات میں ہوتا تو وہ اتنی بے باکی سے اپنے

خیالات کا اظہار نہ کرتی۔"

"مجھے اُس سے نفرت ہے۔"

"محض اس لئے کہ اُس کے اندر تم سے بھی زیادہ آدم خوری کے جراثیم موجود ہیں۔ تم ساتھ ہی ساتھ حساس ہو اور اُس نے اپنی حس مردہ کرڈالنے کی کوشش کی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے کیڈی روک دی اور اُتر کر بوتھ کے اندر چلا گیا۔

حمید سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اُسے آج تھکن سی محسوس ہونے لگی تھی حالانکہ آج وہ آفس بھی نہیں گیا تھا۔ وہ اب بھی روحی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں یہ بات اُس کے ذہن میں بیٹھ گئی تھی کہ اس قتل میں روحی کا ہاتھ ضرور ہے۔ وہ قاتل کو اچھی طرح جانتی ہے ہوسکتا ہے کہ وہ ریاض ہی ہو۔ اُس نے کسی عورت کے ذریعہ شاہد کو پھانس کر سازش میں لپیٹ لیا ہو۔ کیا وہ عورت روحی ہوسکتی ہے؟ لیکن نہیں! روحی کافی ذہین اور چالاک ہے۔ وہ کسی ایسے معاملے میں اس طرح نہیں الجھ سکتی جس میں اُس کے پہچان لیے جانے کا امکان ہو.... پھر....؟ بہر حال آگے بڑھنے کے لئے اُس کا پتہ لگانا ضروری تھا۔ روحی نے اشرف کی کسی سوتیلی ماں کا بھی تذکرہ کیا تھا۔ مگر اشرف کی سوتیلی ماں بہر حال اتنی کمسن نہیں ہوسکتی کہ اُس کا جادو شاہد پر چل سکے۔

دوسری طرف واردات کی نوعیت بھی اُس کے ذہن میں تھی۔ فریدی کے خیال کے مطابق کوئی تیسرا شخص بھی اشرف کے مکان میں موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ اُسی تیسرے آدمی نے دروازے کا تالا کھول کر دوسرا تالا اگلے دروازے میں لگایا ہوگا اور شاید وہ اُس وقت بھی مکان ہی میں موجود رہا ہو۔ جب شاہد اور وہ عورت باہر کے کمرے میں تھے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ نامعلوم آدمی اچھی طرح جانتا تھا کہ اشرف کے نوکر دو بجے سے پہلے واپس نہیں آسکتے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہتی ہے کہ اشرف کی موت گیارہ اور ایک کے درمیان میں واقع ہوئی تھی۔ گیارہ بجے شاہد اُس عورت کے ساتھ وہاں پہنچا تھا اور پونے بارہ تک وہاں ٹھہرا تھا۔ لیکن اس دوران میں اُس نے دھماکے کی آواز نہیں سنی تھی۔ تو پھر اشرف اُس وقت تک زندہ تھا لیکن اس بات سے بے خبر کہ اُس کے مکان میں اُس کے لئے کیا ہو رہا ہے۔ شاہد وہاں سے تنہا واپس ہوا تھا اور وہ عورت وہیں رہ گئی تھی لیکن کوئی عورت بھی اس وزنی تجوری کو نہیں دھکیل سکتی تھی۔ لہٰذا تیسرے آدمی کا وجود ثابت ہو جاتا ہے اور پھر باہر کے کمرے میں سگار کی راکھ بھی تو ملی تھی جس

کے متعلق فریدی نے اُسی وقت رائے قائم کرلی تھی۔ رہ گیا شاہد تو وہ سگار پیتا ہی نہیں۔ عورتیں بھی سگار نہیں پسند کرتیں۔

فریدی ٹیلی فون بوتھ سے واپس آگیا تھا اور کیڈی پھر چل پڑی تھی۔ حمید کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"میں نے جگدیش کو فون کیا تھا۔ وہ مجھے کوئی نئی اور دلچسپ اطلاع دینا چاہتا ہے۔"

"تو اب ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"ہوٹل ڈی فرانس.... جگدیش وہیں آئے گا۔ کوتوالی میں نہیں ملنا چاہتا۔ اس بار اُس کا صاحب سرپٹ دوڑ رہا ہے اور اُس نے تہیہ کرلیا ہے کہ اس کیس کو محکمہ سراغ رسانی تک ہرگز نہ پہنچنے دے گا۔"

"مجھے تو یہ کیس سلجھتا نظر نہیں آتا۔" حمید بڑبڑایا۔

"بظاہر حالات ایسے ہی ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "شاہد والی عورت بہت ضروری ہے۔"

"اور اگر وہ سرے سے غپ ہی نکلی تو....؟"

"ممکن ہے لیکن فی الحال ہمیں یہی سوچنا چاہئے ہم اپنی معلومات کے دائرے سے باہر تو عمل نہیں کرسکتے۔"

"اگر کسی عورت کا وجود ہے بھی تو وہ خود ہی اشرف کی زندگی کی خواہاں رہی ہوگی۔" حمید نے کہا۔ "ہوسکتا ہے اشرف سے اُس کے تعلقات رہے ہوں اور وہ اُس کی منگنی کی خبر پاکر بھڑک اٹھی ہو۔"

"خیر اسی لائن پر سوچو۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن اس چیز کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ رضیہ نے شاہد پر دو ڈھائی ماہ قبل ہی سے ڈورے ڈالنے شروع کردیئے تھے اور قتل اُس رات کو ہوا جس دن منگنی کا اعلان کیا گیا تھا۔ دوسری طرف یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہمیں اشرف کی زندگی میں کسی ایسی عورت کے وجود کا علم نہیں ہوسکا جس سے اُس کے جنسی تعلقات ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اشرف بڑا محتاط آدمی تھا۔ اگر وہ واقعی ایسا ہی محتاط تھا تو اُس عورت کے لئے دو ماہ قبل ہی منگنی کے امکان کا اندیشہ کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ اشرف نے محتاط ہونے کی بناء پر ہرگز اُس پر یہ بات ظاہر نہ ہونے دی ہوگی۔ یہ بات یہاں ختم ہوگئی۔ اب اس کے لئے صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے وہ یہ کہ عورت نہ صرف اُسی کے طبقے کی رہی ہو بلکہ اُس سے قریبی تعلقات رکھنے والوں سے بھی متعارف رہی ہو جن کے ذریعہ اُسے منگنی کا علم دو ماہ قبل ہی ہوگیا لیکن حمید

صاحب اس نظریئے میں ایک بہت بڑی کمزوری ہے اگر وہ جانی پہچانی ہوئی عورت ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے کاندھے پر رکھ کر بندوق نہ چلاتی۔ کیونکہ اس میں پہچان لیے جانے کا خطرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ شاہد اُسے شناخت کرنے کے لئے زندہ ہے!"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ وہ عورت بھی اس بساط پر صرف ایک معمولی سا مہرہ تھی۔ شاطر تو کوئی اور ہی ہے میرا خیال ہے کہ وہ عورت روزانہ نظر آنے والی کوئی سوسائٹی گرل بھی نہ ہوگی۔"

"اشرف کی سوتیلی ماں۔" حمید بڑبڑایا۔

"یہ ایک نئی اطلاع ہے سوال یہ ہے کہ اگر اشرف کی کوئی سوتیلی ماں بھی تھی تو اُس نے کبھی اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔ پھر بھی یہ اطلاع تمہیں روحی سے ملی ہے جسے تم قریب قریب پاگل سمجھتے ہو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ پھر اپنے خیالات میں اُلجھ گیا تھا۔

ہوٹل ڈی فرانس میں پہنچ کر انہیں زیادہ دیر تک جگدیش کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جگدیش کچھ پریشان سا نظر آرہا تھا۔ وہ چپ چاپ آکر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔

حمید اور فریدی سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے لیکن اُس نے خود ہی سلسلہ گفتگو نہیں شروع کیا۔

"کیا خبر ہے؟" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"پہلی خبر تو یہ کہ کوتوال صاحب مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہوگئے ہیں۔"

"خیر یہ خبر میرے لئے کافی پرانی ہوچکی ہے اور وہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔ تم مطمئن رہو۔ اچھا دوسری خبر....؟"

"بیگم ارشاد نے معاملے کو الجھادیا ہے۔"

"کیوں....؟" فریدی چونک کر بولا۔ حمید بھی جگدیش کو گھور رہا تھا کیونکہ اُس نے روحی کی ماں کا حوالہ دیا تھا۔

"انہوں نے۔" جگدیش سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔ "ایک نئی کہانی سنائی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اشرف کے والد کی ایک داشتہ تھی اور اُن کی موت کے بعد اُس نے جائیداد میں حصہ لینا چاہا تھا لیکن اُس کی کوششیں ناکام رہی تھیں۔ اُس کے ایک بچہ بھی تھا۔"

"ہوگا....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اس میں کون سا الجھاوا پیدا ہوتا ہے۔"

"سنئے تو.... وہ عورت دراصل شاہد کی ماں ہے سعیدہ.... جلال آباد کے سرکاری ہسپتال میں میٹرن ہے۔"

"کیا....؟" حمید اچھل پڑا۔

"جی ہاں.... آج کوتوال صاحب جلال آباد گئے تھے لیکن وہ عورت کہتی ہے کہ وہ اشرف کے والد سے واقف ہی نہیں۔"

"آہم....!" فریدی بڑبڑایا۔ "حالات تیزی سے روشنی میں آرہے ہیں لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ وہ شاہد کی ماں ہی ہے۔"

"شاہد نے اُس کا پتہ بتایا تھا دوسری طرف بیگم ارشاد نے بھی وہی نام اور پتہ بتایا۔"

"بہت خوب اور سعیدہ اس سے انکار کرتی ہے۔ اُس نے شاہد کو تو اپنا بیٹا تسلیم کرلیا ہے نا۔"

"جی ہاں اسے وہ تسلیم کرتی ہے۔"

"ہوں.... اچھا.... تو اب تمہارے صاحب کیا فرماتے ہیں؟"

"فرمائیں گے کیا.... جھک مار رہے ہیں۔ شاہد جوں کا توں اپنے پچھلے بیان پر قائم ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" حمید بڑبڑا کر رہ گیا۔

"تم بھی یہی کہہ رہے تھے کہ شاہد کا بیان غلط تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"قطعی! بے سروپا.... بے بنیاد۔"

"خیر تمہیں ان خیالات پر افسوس کرنے کا موقع دیا جائے گا۔" فریدی خشک لہجے میں بولا اور کرسی سے اٹھ گیا۔

"کہاں چلے؟" حمید نے پوچھا۔

"تم میرا انتظار نہ کرنا۔"

وہ اُن دونوں کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ کیڈی اسٹارٹ کی اور پھر کچھ دور پر اُسے ایک پٹرول پمپ کے سامنے روک دیا۔ ٹنکی بھرائی اور پھر چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد کیڈی پرنسٹن روڈ پر جارہی تھی۔ جلال آباد کا فاصلہ ساٹھ میل تھا۔ پولو گراؤنڈ والی سنسان سڑک پر پہنچتے ہی کیڈی کی رفتار بہت تیز ہوگئی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ جلال آباد کے سرکاری ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں داخل ہورہی تھی۔ فریدی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ سعیدہ ڈیوٹی ہی پر تھی۔ اس لئے اُس تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ یہ ادھیڑ عمر کی ایک باوقار اور تمکین عورت تھی۔ فریدی کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اُس کے چہرے پر تشویش یا پریشانی کے آثار

قطعی نہیں تھے۔ حالانکہ اُسے اپنے لڑکے کے لئے پریشان ہونا چاہئے تھا۔ فریدی نے جب اُ
اپناوزیٹنگ کارڈ دیا تو وہ کچھ اکتائی ہوئی سی نظر آنے لگی۔ پھر بولی۔

"دیکھئے! آپ کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے اور مجھے آپ کے یہاں کے ڈی۔ایس۔پ
سے ہدایت ملی ہے کہ میں محکمہ سراغ رسانی کے کسی فرد سے کوئی بات نہ کروں۔"

"اور یہ محض اس لئے کہ میں شاہد کو بے گناہ سمجھتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "وہ بیچارا ایک
بہت بڑی سازش کا شکار ہو گیا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اُسے بچانے کی کوشش کروں۔ شا
آپ میرے نام سے واقف نہ ہوں گی۔"

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "تو آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"کیا بیگم ارشاد نے جو اطلاع دی ہے صحیح ہے؟"

"کون بیگم ارشاد؟ میں انہیں نہیں جانتی۔"

"دیکھئے! یہ شاہد کے حق میں درست نہیں۔"

"شاہد....!" اُس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ پھر بولی۔ "میں ایسے ناخلف کو پھانسی ہی پر دیک
پسند کروں گی جس نے میری تربیت پر بٹہ لگایا۔"

"میں آپ کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہوں۔ مگر وہ بے چارا بے گناہ ہے۔ اگر آپ نے میر
مدد نہ بھی کی تو میں اُسکی بے گناہی ثابت کروں گا۔ ہاں اس طرح ذرا دشواریاں بڑھ جائیں گی۔"

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"یہی کہ مجھ سے کچھ چھپایئے نہیں۔"

"مم.... میں کچھ نہیں چھپا رہی ہوں۔"

"دیکھئے! آپ ایک بڑی حقیقت چھپا رہی ہیں۔ اشرف کے والد سے آپ کی باقاعدہ شاد
ہوئی تھی۔"

"کک.... نن.... نہیں.... نہ جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں.... میں کسی اشرف یا اُس
والد کو نہیں جانتی۔"

"آپ کی مرضی۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "آپ نے صرف پھانسی کا نام سنا ہے۔ ک
کو پھانسی ہوتی دیکھی نہیں۔ گردن ربر کی طرح کھینچتی ہے اور جسم جھولتا رہ جاتا ہے۔ پھر جلا
ٹانگیں پکڑ کر اُس طرح جھٹکا دیتا ہے شاہد جوان آدمی ہے۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کے بعد بھی اُس
جسم پھڑکتا رہے گا۔"

"خاموش....!" سعیدہ سینے کے بل چیخ کر دیوار سے ٹک گئی۔ اُس کے چہرے پر پسینے کی
ننھی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں اور وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"کسی کی موت کی خبر سے متاثر نہ ہونا اور بات ہے اور کسی کو مرتے دیکھنا اور....!"

"مم.... میں اپنے کوارٹر میں جانا چاہتی ہوں۔" اُس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

فریدی نے سہارے کے لئے اپنا داہنا بازو پیش کیا اور وہ دونوں باہر آئے۔ کوارٹر ہسپتال کے
کمپاؤنڈ میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فریدی کے سامنے بیٹھی مضمحل آواز میں کہہ رہی تھی۔

"عرفان سے میری سول میرج ہوئی تھی۔ شادی کا سرٹیفکیٹ میرے پاس موجود ہے اور
شاہد عرفان ہی کا لڑکا ہے یعنی اشرف مرحوم کا سوتیلا بھائی ہے۔ یہ چند آدمیوں کے کمینہ پن کی
ایک لمبی داستان ہے لیکن میں مختصراً بتاؤں گی۔ شاہد چھ ماہ کا تھا کہ عرفان چل بسے۔ اشرف پانچ
سال کا تھا اور اُس کی ماں زندہ تھی۔ بیگم ارشاد کی بہن.... میں نے جائیداد میں بٹوارہ چاہا لیکن
اشرف کی ماں کے عزیزوں نے طوفان برپا کر دیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ عدالتی چارہ جوئی ہونے پر وہ
شاہد کو ناجائز اولاد ثابت کرا دیں گے۔ حالانکہ سرٹیفکیٹ کی موجودگی میں وہ اسے کسی طرح نہ
ثابت کر سکتے۔ لیکن میں نے اسے گوارا نہ کیا کہ میرے بچے کی حیثیت اتنے گندے انداز میں
موضوع بحث بنے۔ یہ میری شرافت کی توہین تھی۔ میں نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا اور گمنامی کی زندگی
بسر کرنے لگی۔ شادی سے قبل بھی میں نرس تھی۔ اس واقعے کے بعد میں دوبارہ اس زندگی میں آ گئی۔"

سعیدہ اٹھ کر ایک کمرے میں آ گئی۔ واپسی پر اُس کے ہاتھ میں شادی کا سرٹیفکیٹ تھا۔ فریدی
اُسے چند لمحے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا شاہد کو ان واقعات کا علم ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نے اُسے کبھی کچھ نہیں بتایا.... اور نہ پھر اس کے بعد سے کبھی عرفان
کے اعزا سے میرا سامنا ہوا۔ میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بیگم ارشاد کو میری موجودگی کا
بھی علم ہوگا.... آہ! بے شک کسی نے میرے بچے کو بُری طرح پھنسا دیا ہے۔ میں کیا کروں؟"
اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"اگر آپ میری ہدایت پر عمل کریں گی تو سب ٹھیک ہی ہوگا۔ دیکھئے فی الحال آپ اس
سرٹیفکیٹ کو بھول جایئے اور اپنے اسی بیان پر اڑی رہیئے کہ آپ عرفان سے واقف تک نہیں
تھیں۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں یہ سرٹیفکیٹ اپنے ہی پاس رکھوں۔ ہو سکتا ہے کہ بیگم
ارشاد کے دوسرے اشارے پر آپ کے گھر کی تلاشی لی جائے۔ اگر یہ سرٹیفکیٹ پولیس کے ہاتھ
لگ گیا تو پھر شاہد کی گلو خلاصی محال ہو جائے گی اور ہاں صرف یہی نہیں بلکہ ہر ایسی چیز ضائع

کردی جائے جس سے آپ کا اور عرفان کا تعلق ظاہر ہو سکے۔ مثلاً پرانے خطوط وغیرہ۔ فوٹو گراف تحائف، جن پر آپ کے اور عرفان کے نام موجود ہوں۔"

"لیکن اگر عرفان کے دوسرے اعزا نے میرے خلاف شہادت دی تو؟" سعیدہ نے کہا۔

"فکر نہ کیجئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس صورت میں جلال آباد کے کم از کم ڈیڑھ سو معززین اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ ہمیشہ سے جلال آباد ہی میں رہتی آئی ہیں اور یہیں کے ایک خاندان میں آپ کی شادی ہوئی تھی۔"

فریدی کی چال

دوسری صبح سرجنٹ حمید اور انسپکٹر فریدی میں پھر تکرار ہوگئی۔ فریدی نے اُسے پچھلی رات کے واقعات بتادیئے تھے۔ وہ اس وقت ناشتے کی میز پر تھے۔

"اور اس کے باوجود بھی آپ اپنے پچھلے نظریئے پر قائم ہیں۔" حمید نے کہا۔ "سعیدہ نے آخر اتنی بڑی حقیقت کو چھپانے کی کوشش کیوں کی؟"

"اس حقیقت کو تو وہ بیس بائیس برس سے چھپائے رہی ہے۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا کہ شاہد کو اس کا علم نہ رہا ہو۔" حمید نے کہا۔ "اوہ وہ ایک چالاک ترین قاتل ہے۔"

"اتنا چالاک کہ پھنس جانے کے لئے اپنا کوٹ چھوڑ گیا تھا۔" فریدی طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نئے انکشاف پر وہ چکرا گیا تھا۔ بات حقیقتاً سوچنے کی تھی۔ اگر شاہد واقعی قاتل تھا تو اُس نے مقتول سے کوٹ بدلنے کی حماقت کیوں کی۔ اگر معاملہ صرف شناختی کارڈ کا ہوتا تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ اُس کی بے احتیاطی سے شناختی کارڈ جائے واردات پر گر گیا ہوگا۔

"کچھ نہیں بیٹے۔" فریدی اُس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولا۔ "ہم ایک قدم بڑھے ہیں۔ اب ہمیں بیگم ارشاد کے متعلق سوچنا ہے۔ اُس نے پولیس کو غلط اطلاع کیوں دی۔ صاف صاف کیوں نہیں بتایا کہ سعیدہ سے عرفان کی سول میرج ہوئی تھی اور یہ کہ اُسے سعیدہ کی موجودہ حالات کا علم کب ہوا۔ وہ اس کے جلال آباد کے قیام کے متعلق کب سے جانتی ہے اور اُسے اس کا علم کیونکر ہوا۔ تم نے ابھی تک مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ اُن پانچوں میں سے ریاض اور

نیفن کے علاوہ اور کون سگار پیتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں پیتا۔" حمید نے کہا۔

"اچھا تو اب ہم اپنا طریقہ کار بدل دیں گے۔ اُن لوگوں سے تو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکتا۔ کیونکہ ڈی۔ ایس۔ پی نے اُن کے ہونٹ سی دیئے ہیں۔"

"پھر ہم کہاں ٹکریں ماریں گے؟" حمید بیزاری سے بولا۔ "ان تین دنوں میں میری روح بُری طرح کچلی گئی ہے۔"

"گھبراؤ نہیں.... جلد ہی تمہیں تمہارے معیار کی تفریحات نصیب ہوں گی۔ ناشتہ ختم کر چکے ہو تو اٹھو۔"

لباس تبدیل کر کے وہ باہر نکلے۔ حمید کو حیرت ہو رہی تھی کہ فریدی آج اُن گلیوں کے چکر کیوں لگا رہا ہے جن کے متعلق سوچنا بھی کم از کم اُس کے طبقے کے لوگوں کے لئے باعث ننگ ہو سکتا ہے۔ ان گلیوں میں جابجا غلاظت اور گندگی کے ڈھیر تھے ہر نئے موڑ پر ایک نئی قسم کی بدبو کا احساس ہوتا تھا۔ دن کے وقت بھی وہاں قریب قریب تاریکی ہی تھی۔

فریدی نے ایک بھدی سی عمارت کے بد وضع صدر دروازے پر دستک دی۔ حمید ناک پر رومال رکھے کھڑا تھا۔ اُس نے کراہت سے اُس اونچی عمارت پر نظر ڈالی اور فریدی کو گھورنے لگا۔

دو تین بار دستک دینے پر دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا۔ پٹوں کے درمیان سے نکلنے والا سر کسی سال خوردہ بڑھیا کا تھا۔ اُس نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا اور منہ کھول کر کھڑی ہوگئی۔ فریدی جیب سے فاؤنٹین پن نکال کر کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر کچھ لکھنے لگا۔ پھر اُس نے وہ ٹکڑا بڑھیا کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اُسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ بڑھیا ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔

"بہری ہے۔" فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

"انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ اگر لنگڑی بھی ہو تو مجھے ذرہ برابر افسوس نہ ہوگا۔ آپ اسی لائق ہیں۔ البتہ بدبو سے میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"بس اتنے ہی میں گھبرا گئے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس نے جیب سے دوسرا رومال نکال لیا جو "ایسنس آف روز" کی خوشبو سے بسا ہوا تھا۔ تین چار منٹ گذر گئے۔ فریدی شاید کسی کا منتظر تھا۔

دروازہ پھر کھلا۔ اب اُن کے سامنے ایک بھاری بھرکم آدمی کھڑا تھا جس کے جسم پر خاکی

گابرڈین کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ تھی۔ چہرہ بڑی حد تک بدنما اور بھدا تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"باہر آؤ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تھوڑی سی گفتگو اور تھوڑی سی تفریح۔"

وہ باہر آ گیا۔ دروازہ کسی نے اندر سے پھر بند کر لیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" فریدی نے کہا۔

سڑک پر پہنچ کر انہوں نے ایک ٹیکسی رکوائی۔

"مجھے ایک لڑکی کی تلاش ہے۔" فریدی ٹیکسی میں بیٹھتے ہی بولا۔

"اوہ.... تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" گرانڈیل آدمی نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن میں اب دوسرا دھندا کر رہا ہوں۔ یہ دھندا تو اب شریفوں میں چلا گیا ہے۔"

"سگار....!" فریدی سگار کیس اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"شکریہ....!" اُس نے سگار لے کر ہونٹوں میں دبا لیا اور عجیب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا کوئی نئی مصیبت۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج کل میں محنت مزدوری کر رہا ہوں۔"

"تم جو کچھ بھی کر رہے ہو۔" فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔ "مجھے اس سے غرض نہیں۔ میں چھوٹے موٹے معاملات میں ہاتھ نہیں لگاتا۔"

"پھر.... لیکن کسی بڑے معاملے سے میرا کیا تعلق۔"

"تم غلط سمجھے.... میں تمہیں کوتوالی نہیں لے جا رہا ہوں۔"

"دوسری صورت میں بھی مجھے جہنم ہی کی توقع رکھنی چاہیئے۔" اُس نے کہا۔

"نہیں.... میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔ مجھے اس لڑکی کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری ضرورت ہے۔"

"اب میرے پاس لڑکیاں نہیں ہیں.... آپ یقین کیجیئے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم اُسے جانتے ہو۔"

"نام کیا ہے؟"

"نام.... مجھے نام میں شبہ ہے۔ ویسے وہ بعض اوقات خود کو رضیہ کہتی ہے۔ کچھ اس قسم کی ہے کہ لوگ اُسے کافی تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں۔ عمر بیس اور پچیس کے درمیان۔ ایک خاص پہچان یہ

ہے کہ اُس کے داہنے کان کی لو دوہری معلوم ہوتی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر مایوسی سے سر ہلا کر بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں ایسی کسی لڑکی کو نہیں جانتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایسی لڑکی آپ کو مادام کے ہوسٹل میں ضرور مل جائے گی۔"

"کیا بکواس ہے۔" حمید نے کہا۔ "وہ تو کالج گرلز کا ایک پرائیویٹ ہوسٹل ہے۔ مادام رووانو ایک معزز عورت ہے۔"

"حضور والا۔" وہ تلخ لہجے میں بولا۔ "یہی تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان معزز ہستیوں نے ہماری روٹیوں پر لات ماری ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "مجھے اس کا علم نہیں تھا۔"

"ان کا کاروبار صرف اونچے طبقے تک محدود ہے۔" اُس نے کہا۔ "اسی لئے کسی کو ان کا علم نہیں۔ رووانو کے ہوسٹل کی ساری لڑکیاں دھندا کرتی ہیں۔ لیکن کسی کے منہ میں دانت ہیں کہ انہیں طوائفیں کہہ کر پکارے گا۔ انہیں آپ سوسائٹی گرلز بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ عام طور پر بہت کم دکھائی دیتی ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ آپ قانونی طور پر مادام رووانو کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتے۔"

"کیوں....؟"

"آپ کو کہیں سے کوئی ثبوت ہی نہ ملے گا۔"

"آخر لوگ ان لڑکیوں تک کیونکر پہنچتے ہوں گے؟"

"چیٹر لیز ہوٹل کے منیجر کے ذریعہ۔"

"کیا....؟" حمید یک بیک چونک پڑا۔

فریدی نے اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا اور پھر اجنبی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ حمید کو اچھی طرح یاد نہیں کہ پھر اُن دونوں کے درمیان اور کیا گفتگو ہوئی۔ اُس کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں تھیں۔ اُس کی آنکھیں خود بخود کبھی پھیلتیں اور کبھی سکڑ جاتیں۔ ذہن بار بار "چیٹر لیز ہوٹل" دہرا رہا تھا۔

پھر اُس نے تھوڑی دیر بعد ان دونوں کو ٹیکسی سے اُترتے دیکھا۔ وہ بھی اُتر گیا۔ لیکن وہ اندر ہی اندر بُری طرح کھول رہا تھا اور اُس کی زبان کچھ اُگل دینے کے لئے بے قرار تھی۔ اجنبی نے فریدی سے مصافحہ کیا اور ایک طرف چلا گیا۔ وہ دونوں فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے تھے۔

"کس ہوٹل کا نام لیا تھا اس نے؟" حمید نے پوچھا۔

"اوہ ٹھیک یاد آیا" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم چیٹرلیز ہوٹل کے نام پر چونکے کیوں تھے؟"

"کیا آپ جانتے ہیں چیٹرلیز ہوٹل کا مالک کون ہے؟"

"ہاں.... آں.... شاید.... جہانگیر بہرام جی۔"

"جی نہیں.... وہ کئی ماہ پیشتر کی بات ہے۔ اب اُس کا مالک فیض ہے۔"

"گڈ لارڈ....!" فریدی چونک پڑا۔

"فیض....!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہ سگار بھی پیتا ہے اور ہے بھی کمینہ خصلت۔"

"ہوں.... اچھا تو اب کھیل شروع ہونے جا رہا ہے۔" فریدی نے ایک گذرتی ہوئی ٹیکسی کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور حمید سے بولا۔ "اس ڈی۔ ایس۔ پی کے بچے سے بھی سمجھ لوں گا۔"

وہ دونوں گھر واپس آگئے اور فریدی حمید کو نیچے چھوڑ کر اوپری منزل پر چلا گیا جہاں اُس کی تجربہ گاہ تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے حمید کو اوپر سے آواز دی اور پھر جب حمید اوپر پہنچا تو اُسے فریدی کی بجائے تجربہ گاہ میں ایک بوڑھا نظر آیا جس کی سفید مونچھیں نچلے ہونٹ کو بھی ڈھکے ہوئے تھیں اور ڈاڑھی صاف تھی۔ نہ صرف ڈاڑھی بلکہ چندیا تک صاف تھی۔

"لعنت ہے! ایسے میک اپ پر کہ سر تک منڈ جائے۔" حمید بڑبڑایا۔

"بیٹے تب تو میک اپ مکمل ہے اور میں اس سے مطمئن ہوں۔ گھبراؤ نہیں بال محفوظ ہیں۔ سر پر پلاسٹک کا خول ہے اور یہ سو فیصدی میری ایجاد ہے تم بھی جلدی سے کوئی الٹا سیدھا میک اپ کر ڈالو۔ اگر ڈی۔ ایس۔ پی کے بچے نے راستہ نہ بند کر دیا ہوتا تو اس کی نوبت ہی نہ آتی۔"

"کیا میں بوڑھا بن جاؤں۔" حمید نے بڑی سعادت مندی سے پوچھا۔

"بکو مت.... چلو ادھر آؤ۔"

حمید میک اپ کے دوران میں طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔

"وہ آدمی کون تھا....؟" حمید نے پوچھا۔

"گرجن.... تم اُس سے واقف نہیں۔ یہاں کے مشہور بدمعاشوں میں سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اب اُس نے لڑکیوں کا کاروبار ترک کر دیا ہو لیکن دو ایک قمار خانے تو اب بھی چلا رہا ہے۔"

"لیکن اگر ہمیں وہ لڑکی رودانو کے ہوسٹل میں بھی نہ ملی تو....؟"

"فکر نہ کرو.... الجھی ہوئی ڈور کا سرا دریافت کرنے کیلئے ہر گانٹھ پر انگلی رکھنی پڑتی ہے۔"

"اب آپ کیا کرنے جا رہے ہیں؟"

"میں وکیل ہوں اور تم میرے محرر.... کیا سمجھے۔ بس فی الحال اتنا ہی۔"

میک اپ کرنے کے بعد انہوں نے لباس تبدیل کیے اور فریدی نے گیراج سے اپنی وہ چھوٹی کار نکالی جس کا استعمال شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ حمید خاموش تھا۔ اُس نے سوچا کچھ پوچھنا بیکار ہے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ بعض اوقات وہ بھی فریدی کی اس حرکت سے کافی محظوظ ہوتا تھا۔ وہ کچھ بتائے بغیر اُسے ایسی جگہوں پر لے جاتا جہاں پہنچ کر اُسے تحیر خیز اختتام رکھنے والی کہانیوں کا سا مزہ آجاتا تھا۔

اور پھر روحی کے مکان کے سامنے کار رکتے دیکھ کر اُسے سچ مچ حیرت ہوئی۔ وہ دونوں کار سے اترے اور پورٹیکو سے گذر کر برآمدے میں آئے۔ فریدی نے جیب سے وزیٹنگ کارڈ نکالا جس پر "ایس کے ناگر سیٹھ" تحریر تھا۔

"بیگم صاحبہ سے ملنا ہے۔" اُس نے نوکر کو وزیٹنگ کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

دو تین منٹ بعد وہ اندر بلالئے گئے۔ ڈرائینگ روم میں بیگم ارشاد تنہا تھیں اور کچھ مضطرب سی نظر آرہی تھیں۔

"میں خاتون سعیدہ کا وکیل ہوں۔" فریدی نے اپنا تعارف کرایا۔

"کون خاتون سعیدہ....؟" بیگم ارشاد نے پیشانی پر شکنیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہی جس کی آپ نے توہین کی ہے اور اب وہ میری وساطت سے آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کرنے جا رہی ہیں۔"

"وہ جھوٹی ہے۔ اُس نے پولیس کو غلط بیان دیا ہے۔"

"جی ہاں.... انہوں نے پولیس کو بتایا ہے کہ وہ کسی ایسے عرفان کو نہیں جانتیں جس سے اُن کے ناجائز تعلقات رہے ہوں۔"

"لیکن آپ اُس کے بیان کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں؟"

"میں مجبور ہوں۔ میرے پاس ٹھوس دلائل ہیں۔ ثبوت ہے، شہادتیں ہیں.... گواہ ہیں۔"

"میں ایسے گواہ پیش کر سکتی ہوں جو....!"

"جی ہاں۔" فریدی اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ "جو شہادتیں دیں گے کہ عرفان سے اُن کی سول میریج ہوئی تھی۔"

"یہ غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں.... اگر ثبوت تھا تو وہ یہاں سے بھاگ کیوں گئی تھی؟"

"وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اُن کے بچے کی شخصیت ناجائز اولاد کی حیثیت سے زیر بحث آئے۔"

اسی لئے انہوں نے جائیداد پر لات مار دی تھی۔ لیکن اب جب کہ اُن کے بچے کو ایک سازش کا شکار بنایا گیا ہے وہ کس طرح خاموش رہ سکتی ہیں۔"

"سازش! کیسی سازش....؟" بیگم ارشاد چونک پڑیں۔

"کھلی ہوئی سازش ہے.... اشرف کے اعزا نے خاتون سعیدہ کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ انہیں معلوم تھا کہ شاہد قانونی طور پر عرفان کے ترکے کا حصہ دار ہے۔ لہٰذا انہوں نے پولیس کو غلط راستے پر ڈال دیا تاکہ پولیس چھان بین کر کے اصل حقیقت معلوم کر لے اور شاہد کو قاتل ٹھہرائے۔ آخر آپ نے ناجائز تعلقات والی کہانی پولیس سے کیوں دہرائی۔ خیر اب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میرے لئے یہ ثابت کر دینا مشکل نہ ہو گا کہ اشرف کو اُن لوگوں نے قتل کیا ہے جو شاہد کو راستے سے ہٹا دینے کے بعد اُس کے وارث ہو سکتے ہیں۔"

"کیا....؟" بیگم کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بولیں۔ "یہ شاہد کون ہے؟"

"خاتون سعیدہ کا لڑکا۔ جسے پولیس نے شبہے میں گرفتار کیا ہے۔ اُس کا کوٹ مع اُس کے شناختی کارڈ کے جائے واردات پر پایا گیا تھا۔ آپ لوگوں نے اُسے پھنسانے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ کون ایسا احمق ہے کہ واردات کرنے کے بعد نہ صرف اپنا کوٹ چھوڑ جائے گا بلکہ اس میں شناختی کارڈ بھی پڑا رہنے دے گا۔"

"غضب خدا....!" بیگم ارشاد کانپتی ہوئی بولیں۔ "میں اپنے بھانجے کے قتل کی سازش کروں گی؟"

"سب کچھ ہو سکتا ہے محترمہ! کون جانے کہ آپ نے اپنا دامن پاک ظاہر کرنے ہی کے لئے ایک دن قبل اُس سے اپنی بیٹی کی منگنی کا اعلان کرا دیا ہو۔ اتنا یاد رکھئے کہ میں عدالت میں سارے تانے بانے کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ ناگر کو وہی لوگ جانتے ہیں جن سے اُس کا سابقہ پڑ چکا ہے۔ آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا تھا کہ سعیدہ جلال آباد کے ہسپتال میں میٹرن ہے؟"

"اشرف کی موت کے بعد کسی نے کہا تھا۔" بیگم اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولیں۔

"کس نے کہا تھا....؟"

"مجھے یاد نہیں.... بہتیرے لوگ تھے۔ مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا کہ سعیدہ زندہ ہے یا مر گئی۔"

"زندہ ہیں اور اُن کی شادی کا سرٹیفکیٹ بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ آپ براہِ کرم یاد کر کے بتائیے کہ سعیدہ کے متعلق کس نے اطلاع دی تھی؟"

"مجھے افسوس ہے کہ یہ قطعی یاد نہیں۔ میرے حواس ٹھکانے نہیں تھے۔"

"کیا اشرف کو مسٹر ارشاد پسند کرتے تھے۔ حالانکہ اشرف ایک آوارہ لڑکا تھا؟"

"براہِ کرم خاموش رہئے۔" بیگم ارشاد نے طیش میں آ کر کہا۔ "آپ اشرف کو کیا جانیں۔"

"وہ میرا مستقل مؤکل تھا۔ اُس کی جلال آباد کی جائیداد کے مقدمے میں ہی کرتا تھا۔ عیاشیوں کے لئے وہ وہیں آتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ارشاد صاحب اُسے پسند نہ کرتے رہے ہوں گے۔ کیونکہ وہ اُس کی حرکتوں سے واقف تھے۔"

"ارشاد صاحب۔" بیگم بُرا سا منہ بنا کر بولیں۔ "انہیں اتنا سلیقہ ہوتا تو وہ اپنے بھانجے کے لئے ضد نہ کرتے جس کی حالت اظہر من الشمس ہے۔"

"اچھا تو وہ فیض صاحب کو پسند کرتے ہیں؟" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔

"ان باتوں سے آپ کو کیا سروکار....؟" بیگم اچانک اُسے گھورنے لگیں۔

"کچھ نہیں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "بہتر ہے کہ آپ خاتون سعیدہ سے اپنی غلط بیانی کی معافی مانگ لیں۔ ورنہ میں دعویٰ دائر کر دوں گا۔"

حمید کا کارنامہ

سرجنٹ حمید شدت سے بور ہو رہا تھا اور فریدی رووانو کے گرلز ہوسٹل کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اس دوران میں وہ زیادہ تر تنہا ہی باہر نکلتا تھا۔ بہرحال حمید خوش تھا کہ چلو پیچھا چھوٹا۔ ایسے کیسوں میں اُس کا دل بالکل نہیں لگتا تھا جس میں دھول دھپے کے مواقع نہ نصیب ہوں۔ منطقی استدلال کے ذریعہ مجرم تک پہنچنا اُس کے خیال کے مطابق مکھیاں مارنے کے مترادف تھا۔ اُس نے کئی بار فریدی کو سمجھایا کہ یہ کیس سول پولیس ہی کے لئے زیادہ مناسب رہے گا۔

فریدی کے منطقی استدلال کی بناء پر اُس نے یہ بھی تسلیم کر لیا تھا کہ قاتل فیض ہی ہو سکتا ہے لیکن ثبوت.... ثبوت کوئی بھی نہیں تھا۔ حالات اور امکانات سراسر فیض ہی کی گردن کی طرف اشارہ کرتے تھے لیکن محض حالات ہی تو سب کچھ نہیں ہوتے۔ عدالت کیلئے ثبوت چاہئے۔

حمید کو اب تک کسی ایسی لڑکی کے وجود پر یقین نہیں تھا جس کے داہنے کان کی لو دوہری ہو۔ اُس کی دانست میں اگر شاہد کی کہانی صحیح بھی تھی تو اسے اس سازش میں پھانسنے والی روحی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مرد تو عورت کے معاملے میں بالکل اُلو ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شاہد کو ان حالات میں بھی اُس کی رسوائی منظور نہ ہو۔

اسی خیال کے تحت حمید ابھی تک روحی سے ملتا رہا تھا اور اس دوران میں اُس نے اُس کی فطرت کا اچھی طرح مطالعہ کیا تھا۔ وہ جلد اکتا جانے والی لڑکیوں میں سے تھی۔ ہر لحظہ زندگی میں نئے پن کی طلب گار۔ کھردری اور صاف بات کہنے والی.... رومان اُس کی زندگی کا جزو لازم تھا۔ مگر اُس معنی میں نہیں جو اردو میں مستعمل ہے اُسے عشقیہ قسم کی گفتگو سے الجھن ہونے لگی تھی۔

سرجنٹ حمید نے آج اُسے آر لکچو میں مدعو کیا تھا اور وہیں اُس کا منتظر تھا۔ روحی نے آتے ہی بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آج مجھے دن میں کئی بار ایک ناخوشگوار منظر دیکھنا پڑا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ناقابل برداشت حد تک ناخوشگوار نہ رہا ہوگا۔"

"قطعی تھا.... لیکن مجبوری تھی۔ مجھے گھر ہی پر رہنا پڑا۔"

"کیا مصیبت تھی؟"

"میری ایک کزن آج کل میرے یہاں آئی ہوئی ہیں۔ اُن کی گود میں بچہ بھی ہے۔"

"ماشاءاللہ....!" حمید نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اور وہ اُسے بُرا سا منہ بنا کر گھورنے لگی۔

"آپ کے لہجے میں بڑا بوڑھیا پن ہے۔" اُس نے کہا۔ "خیر ہوگا.... میری کزن بار بار بچے کو دودھ پلانے لگتی تھیں۔"

"واقعی بڑا حسین منظر ہوگا۔" حمید بولا۔

"وہ دودھ پلاتے وقت ایسا بُرا منہ بنا کر بیٹھ جاتی ہیں جیسے کتے کے پلے کو دودھ پلا رہی ہوں۔"

"سبحان اللہ....!" حمید شرارت سے مسکرایا۔

"خدا تمہیں غارت کرے۔" روحی نے جھنجھلا کر حمید کے ہاتھ پر جھپٹا مارا اور اتنے زور سے چٹکی لی کہ اُس نے بلبلا کر اٹھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ کیونکہ وہ بہرحال مجمع میں تھا۔

"مجھے غصہ آتا ہے تو میں پاگل ہو جاتی ہوں۔" وہ اُسے گھورتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"تم مجھے ٹیز کرتے ہو۔"

"ایک میں ہی نہیں.... میں نے سنا ہے کہ فیض بھی کرتا ہے۔"

"تم نے فیض کا نام کیوں لیا....؟" وہ اُسے گھورنے لگی۔ "کیا اب فیض پر شبہ ہے؟ اُس دن ریاض کے متعلق....؟"

"میں کسی پر شبہ نہیں کر رہا ہوں۔" حمید نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔ "میں نے سنا تھا کہ آج کل آپ فیض سے کچھ کھنچی کھنچی سی ہیں۔"

"یہ کھنچی کھنچی سی ہونا کیا بلا ہے؟"

"پتہ نہیں۔" حمید مایوسی سے سر ہلا کر بولا۔ "ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ چلی میں حلوے کے خت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے چائے کی پیالیاں لے کر درختوں پر چڑھ تے ہیں اور ناشتہ کر کے پھر اُتر آتے ہیں۔ بظاہر تو یہ ایک بہت ہی معمولی سا معاملہ ہے لیکن اس ہنالولو کی خارجی پالیسی پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ ویسے ہمارے یہاں خارجیوں کیلئے کوئی جگہ نہیں۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔" روحی اٹھتی ہوئی بولی۔

"اررر.... بیٹھیے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ چلتی ہیں.... ورنہ.... یہاں تک پہنچتیں؟"

"کیا مطلب....؟" وہ پھر بیٹھ کر اُسے گھورنے لگی۔

"کہہ دوں دل کی بات....؟" حمید بڑے رومینٹک انداز میں بولا۔

"کہہ بھی چکیے۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"جب میں پانچ برس کا تھا....!" حمید کہتے کہتے رک گیا اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل ں۔ اُس نے فریدی کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا جس کے ساتھ ایک بڑی حسین لڑکی تھی اور یدی اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے چل رہا تھا۔ روحی بھی اُسی طرف مڑ کر دیکھنے لگی۔ پھر وہ بد کی طرف مڑی۔

"کیوں.... وہ کون ہیں؟"

"آہ.... ہہ.... ہا....! کوئی نہیں۔" حمید ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"بڑا شاندار آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"خونی اور قاتل ہے۔"

"آپ لوگوں کو تو ہر ایک خونی اور قاتل معلوم ہوتا ہے۔" روحی جھنجھلا کر بولی۔

وہ دونوں ایک خالی کیبن میں چلے گئے اور فریدی نے پردہ کھینچ دیا۔ حمید کرسی پر بے چینی سے ہلو بدلنے لگا۔

"شاید آپ اُس لڑکی کو جانتے ہیں؟" روحی نے کہا۔

"نہیں میں نہیں جانتا۔"

"تو پھر آپ.... اُس کے حسن سے متاثر ہوئے ہیں۔"

"نہیں! وہ آپ سے زیادہ حسین نہیں ہے۔"

"پھر کیوں اُسے اس طرح گھور رہے تھے؟"

"میں اُس آدمی کو پہچانتا ہوں۔ وہ خود کو بڑا خشک بنا کر پیش کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

جیسے اُسے عورتوں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو..... لیکن....!"

"ایسے آدمی بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔"

"بے حد۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ اور پھر اُس نے ویٹر کو بلا کر کھانے کے لئے کہا۔ اُس کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ روحی اس وقت کسی طرح جلدی سے ٹل جائے تاکہ وہ فریدی اور اُس کی پارٹنر کی طرف متوجہ ہو سکے۔ کھانے کے دوران میں وہ قطعی خاموش رہا۔ وہ جانتا تھا اگر باتیں چھڑ گئیں تو پھر روحی کا اٹھنا قیامت پر منحصر ہوگا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ وہ بور ہو کر چلی جائے۔ حمید اُس کی باتوں کے جواب میں "ہوں ہاں" کرتا رہا۔

لیکن جب وہ کھانا ختم ہو جانے کے بعد بھی نہ اٹھی تو حمید کو تاؤ آگیا.... اور اُس کے ذہن میں ایک دوسری تدبیر کلبلانے لگی۔ اُس نے دو تین ٹھنڈی آہیں بھریں اور آنکھوں سے دو آنسو گالوں پر ڈھلک آئے۔ روحی حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔

"مجھے اس وقت اشرف کی یاد ستا رہی ہے۔" حمید گلوگیر آواز میں بولا۔

"تو یہاں بیٹھ کر رونا....!" روحی چاروں طرف جھینپی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی "یہ کیا بیہودگی ہے۔ لوگ دیکھ رہے ہیں۔"

"میں آپ کی طرح بے درد تو نہیں۔" حمید نے جیب سے رومال نکال لیا اور پھر بولا "آپ کو اشرف سے بالکل محبت نہیں تھی۔"

"بکواس ہے.... مجھے اشرف کے کتے سے بھی محبت تھی لیکن میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"اسی لئے آپ نے اُسے قتل کرا دیا۔" حمید نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اُسے تو نہیں کیا۔ لیکن تمہیں ضرور کر دوں گی۔" وہ اپنی مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

"اب آپ کی منگنی ریاض سے ہوگی یا فیض سے؟"

"تم عجیب آدمی ہو..... بور نہ کرو۔"

"کیا میں اپنا نام پیش کر سکتا ہوں؟" حمید نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"تم سے تو وہی شادی کرے جو اپنی زندگی سے بیزار ہو۔"

"کیا آپ نہیں ہیں؟"

"میں کیوں ہوتی۔"

"میں بہت اُداس ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں چیخ چیخ کر نہ رونے لگوں۔"

"جہنم میں جاؤ۔" روحی اٹھتی ہوئی بولی۔

"وہاں بھی کبھی کبھی ملتی رہئے گا۔"

"تم مجھے ٹیز کر رہے ہو۔"

"دیکھئے میں اس وقت بہت مغموم ہوں۔ لہٰذا مجھے ہنسنے پر مجبور نہ کیجئے۔"

روحی نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن صرف منہ بنا کر رہ گئی۔ حمید نے اُسی وقت سر اٹھایا جب وہ ں سے چلی گئی۔ اب وہ شرارت آمیز نظروں سے فریدی والے کیبن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس ذہن پر بہت زور دیا کہ کوئی نئی شرارت سوجھ جائے مگر ناکام رہا پھر اُس نے کیبن کا پردہ سرکتے ھا اور جلدی سے اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ فریدی اور اُس کی ساتھی کیبن سے نکلے۔ پتہ ں فریدی نے حمید کو دیکھا نہیں تھا یا جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا وہ دونوں رقص گاہ کی ف چلے گئے۔

حمید نے جلدی جلدی بل ادا کیا اور اُس نے بھی رقص گاہ کی راہ لی۔ ہال میں ہلکی ہلکی موسیقی ج رہی تھی۔ حمید نے انہیں داہنے بازو کی ایک میز پر بیٹھے دیکھا۔

فریدی کی پشت حمید کی طرف تھی اور وہ آگے جھکا ہوا اپنی ساتھی سے کچھ کہہ رہا تھا اور وہ ر مسکرائے جا رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں نشیلی تھیں اور اُس کے اوپری ہونٹ کے کونے بار بار کنے لگتے تھے۔ لڑکی واقعی بڑی دلکش تھی۔ دفعتاً حمید سوچنے لگا کہ کہیں وہ پُراسرار لڑکی رضیہ نہ ۔ لیکن کیا وہ اتنی آزادی سے باہر نکل سکتی تھی۔ ساتھ ہی حمید کی نظریں ایک دوسرے آدمی پر پڑیں جو فریدی کی میز سے کچھ فاصلے پر کھڑا ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ حمید نے سوچا ن ہے کہ وہ بھی فریدی کے شناساؤں میں سے ہو۔ لیکن اُس کے دیکھنے کا انداز اس قسم کا نہیں ۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار ضرور تھے لیکن اُن میں خوف کی بھی آمیزش تھی۔ دفعتاً وہ زی سے مڑا.... اور دروازے سے نکل گیا۔ حمید کے پیر بھی غیر ارادی طور پر اٹھ گئے۔

اُس آدمی نے باہر نکل کر گیرج سے کار نکالی اس دوران میں حمید تیزی سے کمپاؤنڈ کے باہر چا باہر دو تین ٹیکسیاں موجود تھیں۔

جیسے ہی اس کی کار باہر نکلی۔ ایک ٹیکسی اُس کے تعاقب میں لگ گئی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس بھاگ دوڑ کا انجام مایوسی کی شکل میں نہ ظاہر ہو۔ مگر وہ ان دونوں کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر وہاں سے اس طرح چلا کیوں آیا۔

اگلی کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ حمید ٹیکسی ڈرائیور کو برابر ہدایت دیتا جا رہا تھا۔ اگلی کار مختلف کوں سے گذرتی ہوئی مادام روانو کے گرلز ہاسٹل کے سامنے رک گئی اور حمید کا دل شدت سے

دھڑکنے لگا۔ اُس نے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ٹیکسی رکوائی۔

مادام روڈانو کا ہاسٹل کسی ویران جگہ پر نہیں تھا۔ خاصی پُر رونق سڑک تھی جس پر دورو عمارتیں تھیں۔

حمید نے اُسے کار سے اُتر کر ہاسٹل کی عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اُ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس کا تعلق پولیس سے ہے لہٰذا وہ بھی خاموشی سے بیٹھا رہا۔ اُس آدمی اپنی کار سڑک ہی پر چھوڑ دی تھی۔ اس لئے حمید کو توقع تھی کہ وہ پھر واپس آئے گا۔ لیکن واپس انتظار بہت طویل ہو گیا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ گذر گیا پھر وہ دوبارہ عمارت سے برآمد ہوا۔ اس بار تنہا نہیں تھا۔ کوئی دوسرا بھی آہستہ آہستہ اُس کے سہارے چل رہا تھا۔ اُس نے اُسے کار کی پچھ سیٹ پر بٹھا دیا اور خود اگلی پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔

حمید کی ٹیکسی پھر تعاقب کرنے لگی تھی لیکن اس بار زیادہ دیر نہیں لگی۔ شاید دس منٹ ب اگلی کار پھر ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔ حمید ٹیکسی والے کو رکے رہنے کی ہدایت دے ٹیکسی سے اُتر گیا۔ اگلی کار سے وہ دونوں بھی اُترے۔

اس بار پھر ایک دوسرے کو سہارا دے رہا تھا اور وہ رینگتی ہوئی رفتار سے عمارت کی طرف بڑ رہے تھے۔

اندھیرا ہونے کی وجہ سے حمید کے لئے کوئی خاص خطرہ نہیں تھا۔ وہ اُن کے پیچھے لگا ر جب وہ اوپری منزل پر جانے کے لئے زینے طے کر رہے تھے تو حمید نے کسی عورت کی کراہ اُس کے کان کھڑے ہو گئے۔ تو وہ کوئی عورت تھی؟.... زینے پر بھی اندھیرا تھا۔ اوپر پہنچ کر ایک طویل کاریڈور میں چلنے لگے۔ کاریڈور بھی نیم تاریک ہی سا تھا۔ اکثر دروازوں کے شیشو سے کمروں کے اندر سے روشنی کاریڈور میں آ رہی تھی لیکن یہ اتنی نہیں تھی کہ کسی کا چہرہ آ سکے۔ حمید کو بس دو دھندلے سے سائے نظر آ رہے تھے۔ ایک دروازے کے سامنے وہ رکے حمید دیوار سے چپک گیا۔ اُسے قفل کی کنجی گھمانے کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور پھر دونوں سا تاریکی میں ڈوب گئے۔ لیکن پھر ذرا سی ہی دیر میں کاریڈور کے دروازوں میں سے ایک او بھی شیشے روشن ہو گئے۔ نیچے کار ایک ایسی جگہ پر چھوڑی گئی تھی کہ حمید کو پھر اُس آدمی کی وا کی توقع تھی۔ وہ تیسری منزل کے زینوں کے نیچے کھسک گیا۔ اب وہ بالکل تاریکی میں تھا اور یہا سے اُس کمرے کا دروازہ صاف نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور آدمی باہر نکل آ اُس کی پشت پر دروازہ بند ہو گیا اور اب وہ نیچے جانے والے راستے کی طرف جا رہا تھا۔ حمید

آہستہ آہستہ زینوں کی طرف گیا اور اُسے نیچے جاتے دیکھتا رہا اور جب اُس نے کسی کار کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تو اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ اُسی کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ جو کوئی بھی اندر ہے وہ تنہا ہی ہوگا کیونکہ وہ اُن کی آمد پر دروازے کے قفل میں کنجی گھمانے کی آواز سن چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ خالی کمرے ہی مقفل رکھے جاتے ہیں۔ اُس نے دروازے پر رک کر آہٹ لی۔ اندر کی روشنی ابھی گل نہیں کی گئی تھی۔ حمید نے انگلی سے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے....؟" اندر سے ایک نحیف سی آواز آئی۔

"ذرا کھولنا تو....!" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں اس طرح کہا جیسے جلدی میں کوئی بات رہ گئی ہو۔

"تم بھی زندگی کے تلخ کیے دے رہے ہو۔" حمید نے بڑبڑاہٹ سنی اور ساتھ ہی قدموں کی چاپ بھی سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور حمید دوسرے ہی لمحے میں اندر تھا۔ اُس نے سامنے کھڑی ہوئی عورت کو ہٹا کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ اُسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ یہ ایک خوبصورت اور نوجوان عورت تھی۔ چہرے سے اضمحلال اور نقاہت کے آثار ظاہر تھے جیسے وہ بیمار ہو۔

"تم کون ہو....؟" اُس نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"شش....!" حمید نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سرگوشی کی۔ "خطرہ قریب ہے۔ گدھے نے غلطی کی کہ تمہیں یہاں لے آیا۔"

"تم کون ہو....؟" اُس نے پھر دوہرا دیا۔ اسی دوران میں حمید کی نظر اُس کے داہنے کان پر پڑی اور وہ خوشی کے مارے بے ہوش ہو جانے سے بال بال بچا۔ کان کی لو دوہری تھی۔

"بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ۔" وہ مضطربانہ انداز میں اپنی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اگر پانچ منٹ خیریت سے گذر گئے تو پھر ہم خطرے سے باہر ہوں گے۔"

عورت تھوک نگل کر رہ گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔" حمید نے زبردستی اُسے پلنگ پر بٹھا دیا۔ پھر تیزی سے دروازے کے قریب آیا اور ذرا سا درہ کر کے باہر جھانکنے کے بعد پھر پلنگ کی طرف پلٹ آیا۔

"جاسوسوں کا جال.... ایک جاسوس ہوسٹل کی لڑکی کو لئے آر لکچنو میں بیٹھا ہے۔ ہاسٹل کی تلاشی.... یہ گدھا بھی اندھا ہو گیا تھا.... احمق کہیں کا۔"

"آخر تم ہو کون....؟"

"چلو اٹھو....!" حمید گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا میری بھی گردن تڑواؤ گی۔ چپ

چاپ نکل چلو.... ورنہ ابھی یہاں بھی پولیس دھری ہوگی۔"

منہ کی کھائی

تقریباً گیارہ بجے ٹیکسی فریدی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور حمید نے سہارا دے کر اُس عورت کو ٹیکسی سے اُتارا.... اُس کا جسم بخار سے پھنک رہا تھا۔ حمید نے دس دس کے تین نوٹ ٹیکسی والے کی طرف بڑھا دیئے۔ وہ حیرت سے اُن نوٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے جھک کر اُسے ایک لمبا سا سلام کیا اور نوٹ جیب میں رکھ کر ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔

"مجھ سے اب نہیں چلا جا رہا ہے۔" عورت کراہی۔

"بس بس.... اب آرام ہی آرام ہے۔" حمید نے کہا اور اُسے سہارا دے کر اندر لے جانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں آرام دہ بستر پر بیٹھی ہوئی حمید کو گھور رہی تھی۔

"تم کون ہو.... اور مجھے کہاں لے آئے ہو....؟" اُس نے پھر پوچھا۔

"میں آدمی ہوں اور تمہیں یہاں لے آیا ہوں۔" حمید نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"میں مر رہی ہوں اور تمہیں اپنے کام سے کام ہے۔" وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی اور کراہ کر لیٹ گئی۔ پھر وہ بڑبڑانے لگی۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو کبھی اس چکر میں نہ پڑتی۔ زندگی حرام ہو گئی۔ تم جانتے ہو میں کئی راتوں سے نہیں سوئی۔"

وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی اور اُس کی بڑبڑاہٹ برابر جاری رہی۔ اُس کی نظریں تو حمید کے چہرے پر تھیں مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود سے باتیں کر رہی ہو۔ "یا تو مجھے گولی مار دی جائے یا پھر پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔ میں اس حالت میں کب تک رہوں گی۔ میں برباد ہو گئی۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم لیٹو تو۔" حمید چہک کر بولا.... وہ دل ہی دل میں اپنی عقلمندی پر نازاں تھا۔

"مجھے نیند نہیں آتی۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"ٹھہرو.... میں تمہیں ایک ہلکی سی خواب آور دوا دیتا ہوں۔" حمید نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔ فریدی کے کمرے سے اُس نے خواب آور دوا کی شیشی اٹھائی اور پھر اُسی کمرے میں واپس آگیا۔

دوا پینے سے قبل گلاس ہاتھ میں لے کر عورت نے کہا۔ "خدا کرے یہ زہر ہو۔"

پھر اُس نے دوا اپنے حلق میں انڈیل لی اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے لیٹ گئی۔ دونو کر ابھی تک

جاگ رہے تھے۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ برآمدے میں منڈلا رہے ہیں۔ اُس نے انہیں ڈانٹ کر بھگا دیا اور وہ ہنستے ہوئے بھاگ گئے۔ شاید وہ اپنے دلوں میں سوچ رہے ہوں کہ فریدی صاحب کے آنے پر خاصی تفریح رہے گی۔ سارے ہی نوکر اس بات سے واقف تھے کہ فریدی عورتوں کے معاملے میں اکثر حمید کو جھاڑتا رہتا تھا۔ حمید کچھ دیر تک کمرے میں ٹھہرا رہا جب اُس نے دیکھا کہ عورت اونگھ رہی ہے تو چپ چاپ باہر نکل کر کمرہ مقفل کر دیا۔

اب وہ بڑی بے چینی سے فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس طرح اُس کے کمرے کے سامنے آرام کرسی ڈال کر بیٹھ گیا جیسے اُس کی واپسی پر بڑی گہری باز پرس کرے گا۔ اُس کا دل خوشی سے ناچ رہا تھا اور ذہن میں نئی نئی شرارتیں جنم لے رہی تھیں.... وہ اس ڈرامائی انداز کے متعلق سوچنے لگا جس میں وہ رضیہ کو فریدی کے سامنے پیش کرے گا۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب اُس نے فریدی کے قدموں کی آہٹ سنی اور پھر جیسے ہی وہ اندرونی برآمدے میں داخل ہوا حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ فریدی کے چہرے پر تھکن اور گہرے تفکرات کے آثار تھے۔

"کہاں تھے اب تک....؟" حمید نے گرج کر فریدی کے لہجے کی نقل اتاری اور فریدی کے ہونٹوں پر مضمحل سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں آوارگی نہیں برداشت کر سکتا۔" حمید نے پھر اُسی لہجے میں کہا۔

"مت بکو۔" فریدی آرام کرسی میں گرتا ہوا بولا۔ "میں مر جانے کی حد تک بور ہو چکا ہوں۔"

"اچھا تو سنئے لطیفہ۔" حمید منہ بنا کر بولا۔ "اُس کی بڑھیا ماں شام سے کئی چکر لگا چکی ہے۔ جناب اُس لڑکی کو کہاں چھوڑا....؟"

"کیسی لڑکی....؟"

"جسے آر لکچو میں کھانا کھلا رہے تھے۔"

"اوہ.... تو تم نے دیکھا تھا۔ وہی تو ساری مصیبت کی جڑ ہے۔"

"اناڑی ہیں نا.... آپ.... لڑکیوں کے معاملے میں ہمیشہ مجھ سے مشورہ لیا کیجئے۔"

"جانتے ہو وہ کون تھی....؟"

"رووانو کے ہوسٹل کی ایک لڑکی۔"

"تب تو....!" فریدی سنبھل کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "آج تم بہت کچھ جانتے ہو۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ نے اُس سے کن کٹی لڑکی رضیہ کے متعلق معلومات بہم

پہنچائی ہوں گی۔"

"اچھا پھر....؟" فریدی اُسے گھور رہا تھا۔

"پھر حضور نے روانو کے ہوسٹل پر چھاپہ مار کر اُسے چھاپہ خانہ بنا دیا ہوگا۔"

"اوہ....!"

"اور پھر.... چڑیا پھر سے اُڑ گئی.... فف.... فف.... فریدی صاحب۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"شاید تم.... لیکن تم سامنے کیوں نہیں آئے؟"

"یہ صرف قیاسات تھے! سرکار۔" حمید فخریہ انداز میں گردن اکڑا کر بولا۔ "میں آپ کے پیچھے نہیں لگا رہا۔"

"میرے ہی فرزند ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا پھر چونک کر بولا۔ "دیکھو شاید کوئی پھاٹک ہلا رہا ہے۔"

حمید اٹھ کر باہر آیا۔ پھاٹک کے باہر کسی کار کی ہیڈ لائیٹس دکھائی دے رہی تھیں اور کوئی پھاٹک ہلا رہا تھا۔ حمید نے قریب جا کر دیکھا یہ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی تھا اور اس کے ہمراہ انسپکٹر رمیش کے علاوہ دو سب انسپکٹر بھی تھے۔

حمید انہیں اپنے ساتھ ڈرائنگ روم میں لے آیا اور پھر وہ فریدی کو اطلاع دینے کے لئے اندر چلا گیا۔ واپسی پر وہ بھی فریدی کے ساتھ ہی تھا۔

فریدی کو دیکھ کر کوتوال کے ہونٹوں پر ایک طنز آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب بتایئے!" ڈی۔ ایس۔ پی چہک کر بولا۔ "وہ لڑکی بھی اپنے بیان سے پھر گئی۔"

"میں نہیں سمجھا۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔

"وہی جس نے آپ کو....!"

"لڑکی کے متعلق میں سمجھ گیا ہوں۔" فریدی نے بات کاٹ کر کہا۔ "اُس نے بیان کیا بدلا ہے؟"

"اب وہ کہتی ہے کہ آپ اُسے آر لکچو میں اتفاقاً مل گئے تھے اور اُس نے آپ سے ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہاسٹل میں کوئی ایسی لڑکی تھی جس کے داہنے کان کی لو دوہری رہی ہو۔"

"اگر اُس نے بیان بدل دیا ہے تو اس پر حیرت نہ ہونی چاہئے۔ اُس نے مجھے یہ سب کچھ یہ سمجھ کر نہیں بتایا تھا کہ میں سی۔ آئی۔ ڈی کا آدمی ہوں اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے کسی آدمی نے اُسے ناکام تلاشی کی داستان سنا دی ہو۔"

"اُونہہ ہوگا....!" ڈی۔ ایس۔ پی بولا۔ "لیکن مادام روانو نے آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کرنے کی دھمکی دی ہے۔"

"خوب....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اُسے بھی دیکھ لیا جائے گا۔"

"کیا دیکھ لیا جائے گا....؟"

"روانو کے ہاسٹل میں لڑکیوں کا بیوپار ہوتا ہے۔"

"چلئے یہ دوسری رہی۔" ڈی۔ ایس۔ پی طنزیہ ہنسی کے ساتھ بولا۔ "ارے صاحب زادے میں آپ سے عمر میں کافی بڑا ہوں اور تجربہ کار بھی۔ آپ ہٹ دھرم ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا ہے اُسے ثابت کرنے کے لئے آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے ایک بار کہہ دیا کہ شاہد مجرم نہیں ہے لہٰذا.... میں پھر سمجھتا ہوں کہ خود پر دوسروں کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔"

"اوہ....!" حمید بھنا کر بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ رضیہ کا وجود سرے سے ہے ہی نہیں۔"

"رضیہ نہیں ریکھا کہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "رضیہ تو فرضی نام تھا۔ جو شاہد کو بتایا گیا تھا۔"

"چلئے ریکھا ہی سہی۔" حمید نے اُسی تیز لہجے میں کہا۔ "کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ ہاسٹل میں ریکھا نام کی کوئی لڑکی نہیں تھی؟"

"نہیں تھی۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے حمید کے لہجے پر جز بز ہو کر کہا۔

"دیکھئے.... اتنے وثوق سے نہ کہئے۔" حمید نے دھیمے پڑتے ہوئے کہا۔ "فریدی اور حمید ایک ہی شخصیت کے دو پہلو ہیں۔ ان میں سے اگر ایک دھوکا کھاتا ہے تو دوسرا اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان دونوں عظیم ہستیوں کے نام ہمیشہ ایک ہی ساتھ لیے جاتے ہیں۔"

فریدی اُسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟" ڈی۔ ایس۔ پی پھر اکھڑ گیا۔ اُسے حمید کا لہجہ بہت گراں گذر رہا تھا۔ اگر وہ براہِ راست اُس کا ماتحت ہوتا تو نہ جانے اب تک کیا ہو رہتا۔

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فریدی صاحب کے متعلق آپ کی رائے درست نہیں۔ ان سے غلطیوں کا امکان بہت کم ہے اور اگر کوئی غلطی ہو بھی جاتی ہے تو شہر کا ماحول اتنا پُرسکون نہیں ہوتا۔ بعض عمارتیں بدروئیں کی آگ اگلنے لگتی ہیں[1] اور شہر جہنم بن جاتا ہے۔"

"میں بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنے نہیں آیا ہوں۔" ڈی۔ ایس۔ پی جھنجھلا کر بولا۔

[1] حوالے کے لئے "لاشوں کا آبشار" جلد نمبر 9 ملاحظہ فرمائیے۔

"اگر آپ لوگ اپنی موجودہ روش ترک نہیں کرنا چاہتے تو آپ بھگتیں گے۔"

"ہمیں بھگتنے ہی کی تنخواہ ملتی ہے۔" حمید مسکرایا۔

"تم حد سے بڑھ رہے ہو.... مجھے بدتمیزی پسند نہیں۔"

"حمید....!" فریدی نے اُسے ڈانٹا۔

"ہم دونوں کئی مہینوں سے بھگت رہے ہیں۔" حمید بڑبڑایا۔ پھر ڈی۔ ایس۔ پی سے بولا۔

"آپ میرے بزرگ ہیں۔ اگر میں نے ریکھا کا وجود ثابت کردیا تو....!"

"حمید بکواس مت کرو۔" فریدی نے کہا۔ "میں رودانو کے دعویٰ کا بے چینی سے منتظر رہوں گا۔"

"شاید میں اس سے پہلے ہی کھیل ختم کردوں۔" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔ "صرف دس منٹ میرا انتظار کیجئے۔"

فریدی نے پھر اُسے عجیب نظروں سے دیکھا۔ حمید کمرے سے جاچکا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں وہ سب خاموشی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی کے چہرے سے اکتاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ فریدی نے سگار سلگا لیا تھا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ تھوڑی دیر تک قدموں کی آواز سنائی دی اور حمید ریکھا کو سہارا دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ پولیس والوں کو دیکھ کر ریکھا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ریکھا سے ملئے۔" حمید کی آواز سناٹے میں گونجی اور ڈی۔ ایس۔ پی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ فریدی کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار تھے لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ مسکرانے لگا۔ "اس کا داہناں کان بھی ملاحظہ فرمایئے۔" حمید نے ڈی۔ ایس۔ پی سے کہا۔

اُس نے آگے بڑھ کر دیکھا اور کچھ بڑبڑاتا ہوا پھر سیدھا ہوگیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" اُس نے عورت سے پوچھا۔

"ریکھا۔"

"یہ تمہیں کہاں سے لائے ہیں۔"

"میں عمارت کا نام نہیں جانتی۔"

ڈی۔ ایس۔ پی نے گھور کر حمید کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک کہتی ہے۔" حمید نے کہا۔ "اسے بہت جلدی میں ہوسٹل سے نکالا گیا تھا یہ بیمار ہے۔"

"تم رودانو کے ہوسٹل میں تھیں....؟" ڈی۔ ایس۔ پی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"تمہیں وہاں سے کون لے گیا تھا....؟"

"رمیش....!"

"رمیش کون ہے؟"

"میرا ایک دوست....!"

"وہ کہاں رہتا ہے....؟"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"پچھلی سنیچر کی رات کو تم کہاں تھیں۔ گیارہ اور دو کے درمیان میں۔"

جواب فوراً ہی نہیں دیا گیا۔ ریکھا اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی تھی۔ پھر تھوک نگل کر بولی۔

"میں جاوید بلڈنگ میں تھی لیکن قتل سے میرا کوئی سروکار نہیں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ رمیش کیا کرنا چاہتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ صرف رمیش تھا....؟"

"نہیں.... رمیش نہیں تھا.... شاہد تھا۔"

"شاہد کون ہے؟"

"یونیورسٹی کا ایک طالب علم۔ رمیش نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ شاہد کو بیوقوف بنانا چاہتا ہے۔ اسی کے کہنے سے میں نے شاہد سے دوستی کی تھی اور اُسے بتایا تھا کہ میں اشرف کی بیوی ہوں۔"

"جاوید بلڈنگ کا مالک کون ہے؟"

"میں پہلے نہیں جانتی تھی۔ رمیش نے مجھے بتایا تھا کہ شاہد اُس کا دوست ہے اور خود کو عورتوں سے دور رکھتا ہے۔ اُس نے مجھے اشرف کے متعلق بتایا تھا کہ وہ ایک فرضی نام ہے۔ اُس نے سنیچر کی رات کو دس بجے مجھے جاوید بلڈنگ کی کنجی دی اور کہا کہ میں شاہد کو وہاں لے آؤں۔ میں اور شاہد کیفے کاسینو میں بیٹھے ہوئے تھے اور رمیش نے مجھے الگ بلا کر کنجی دی تھی۔ مجھے بُری طرح پھانسا گیا ہے اور وہ شاہد تو بالکل ہی بے گناہ ہے۔ میں نے اُس واقعے سے تین دن پیشتر رمیش کے کہنے سے اُس کا شناختی کارڈ بھی اڑا لیا تھا۔"

"تم نے یہ سب کچھ کیا.... لیکن رمیش سے اس کی وجہ نہیں پوچھی۔"

"وہ شاہد کو بے وقوف بنانا چاہتا تھا اور اس کی شکست کی کوئی ایسی نشانی اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا جسے دکھا کر وہ اُسے چھیڑ سکے۔ اس لئے اُس نے اس کا کوٹ بدلوایا تھا۔ میں وہی کہہ رہی ہوں جو

رمیش نے مجھ سے کہا تھا اور سازش کا علم تو مجھے دوسرے دن کے ایک شام کے اخبار سے ہوا تھا اور پھر میں رمیش کے اشاروں پر ناچتی رہی۔"

"تم شاہد کے ساتھ ہی وہاں سے روانہ ہوگئی تھیں یا شاہد وہاں رکا رہا تھا....؟"

"وہ پہلے چلا گیا تھا۔"

"رمیش اس وقت کہاں تھا اور تم وہاں کیوں رک گئیں تھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں دروازہ باہر سے مقفل کر کے واپس چلی گئی تھی۔"

"مگر شاہد تو کہتا ہے کہ وہ تنہا واپس گیا تھا۔"

"ٹھیک کہتا ہے۔ میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔ مجھ سے رمیش نے کہا تھا کہ میں اُس وقت تک مکان میں ٹھہری رہوں جب تک وہ اس سڑک سے گذر نہ جائے۔"

"تم نے اس دوران میں تجوری گرنے کا دھماکہ سنا تھا....؟"

"میں نے قطعی کچھ نہیں سنا۔"

"رمیش کو تم کب سے جانتی ہو....؟"

"چھ ماہ سے۔"

"تم بھی قتل میں شریک سمجھی جاؤ گی۔"

"مجھے پرواہ نہیں.... میں اس دوران میں اپنی زندگی سے عاجز آ گئی ہوں۔ مگر وہ لڑکا بالکل معصوم ہے۔"

"جو کچھ کہو.... سوچ سمجھ کر کہو۔ تمہارا بیان تمہارے خلاف عدالت میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔"

"میں ہوش میں ہوں۔" ریکھا نے کہا۔ "میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ سزا سے بچ سکوں۔"

"تمہیں سزا سے بچانا میرا کام ہے۔" فریدی پُر سکون لہجے میں بولا۔

"اسی اطمینان پر تو وہ آپ کے اشاروں پر ناچ رہی ہے۔" ڈی۔ایس۔پی تلخ لہجے میں بولا۔

"میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" ریکھا نے کہا۔

"رمیش کہاں رہتا ہے؟" ڈی۔ایس۔پی نے ریکھا سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔ پہلے میں سمجھی تھی کہ وہ جاوید بلڈنگ ہی میں رہتا ہے۔"

"تم اُس سے کس طرح ملی تھیں؟"

"مادام روِوانو نے تعارف کرایا تھا۔"

"تم کس کالج میں پڑھتی ہو....؟"

"کسی میں بھی نہیں۔" اُس نے تلخ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "اسے ہوسٹل سمجھنے والے گدھے ہیں۔ وہاں لڑکیوں کا بیوپار ہوتا ہے۔"

"خوب پڑھایا ہے۔" ڈی۔ایس۔پی فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"شکریہ....!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"تم اسے کہاں سے لائے تھے؟" ڈی۔ایس۔پی نے حمید سے پوچھا۔

"اسے آپ تک پہنچا دینے کے بعد ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور فریدی کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"کیا مطلب....؟" ڈی۔ایس۔پی کی پیشانی پر پھر بل پڑ گئے۔

"ہمارا کہنا صرف یہ تھا کہ شاہد بے گناہ ہے اور وہ نادانستگی میں اس سازش کا شکار ہوا ہے۔ ہم نے سازش کرنے والوں میں سے ایک آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اب ہم آپ کے کسی معاملے میں دخل نہ دیں گے۔ آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

"یہ تمہیں کہاں سے لائے ہیں....؟" ڈی۔ایس۔پی نے ریکھا سے گرج کر پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ مجھے ہوش نہیں تھا۔ رمیش مجھے ہوسٹل سے ایک عمارت میں لے گیا تھا۔ میں اس وقت بھی بخار میں پھنک رہی ہوں۔"

"اچھا میں اسے کوتوالی لے جا رہا ہوں۔" ڈی۔ایس۔پی نے فریدی سے کہا۔

"شوق سے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن میں بھی چلوں گا۔ اگر اس نے بھی اپنا بیان بدل دیا تو کیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اسی وقت میرے سامنے اس کا بیان روزنامچے میں درج کیا جائے گا۔"

"کیا مطلب....؟"

"اوہو! چونکہ آپ تک ہماری وساطت سے پہنچی ہے۔ اسی لئے میں یہی مناسب سمجھوں گا کہ بیان میرے سامنے ہی لکھا جائے۔"

ڈی۔ایس۔پی کچھ نہ بولا۔ فریدی نے اُسکے ہمراہ جانے سے قبل حمید کو الگ لے جا کر بولا۔

"فرزند.... میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ اب تم اُس عمارت پر نظر رکھو.... رمیش پھر وہاں واپس آئے گا.... بس تم چلے ہی جاؤ۔"

"ہات تیری کی۔" حمید پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "کاش میں اس عورت کو کسی کنوئیں میں پھینک دیتا۔"

آخری مرحلہ

حمید رات بھر اُس عمارت کے قریب جھک مارتا رہا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر اس طرح جھک مارنے کا سلسلہ کب اور کس طرح ختم ہوگا۔ کیونکہ اُس نے فریدی کو اُس جگہ کا پتہ یا نشان بتایا ہی نہیں تھا۔ اُس نے فریدی کی چھوٹی کار عمارت سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑی کردی تھی اور خود اس کے اندر بیٹھا رہا تھا۔

صبح ہوتے ہوتے اُس کی جان پر بن گئی۔ پائپ کا تمباکو بھی ختم ہو چکا تھا اور ساری دکانیں بند تھیں۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اُس عمارت کے سامنے والی عمارت میں ایک ڈیری تھی۔ سورج طلوع ہونے سے قبل ہی ڈیری کے دروازے کھل گئے اور حمید کو سامنے ہی میز پر ٹیلی فون رکھا ہوا دکھائی دیا۔ اُس کی جان میں جان آئی اور وہ کار سے اُتر کر ڈیری کی طرف جھپٹا۔

اور پھر وہ فریدی کو فون کر رہا تھا۔ فریدی گھر ہی پر موجود تھا۔ حمید نے اُسے بتایا کہ اب وہ اور زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ ابھی تک رمیش نہیں دکھائی دیا۔ فریدی نے جگہ سے متعلق پوچھ کر حمید کو وہیں انتظار کرنے کے لئے کہا۔ وہ خود آرہا تھا۔

حمید ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف مڑا اور ساتھ ہی اُس نے سامنے والی عمارت کے سامنے ایک کار رکتی دیکھی۔ اُس پر سے اُتر کر عمارت میں داخل ہونے والا رمیش ہی تھا۔ حمید پھر تیزی سے فون کی طرف جھپٹا۔ ڈیری والا اُسے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"معاف کیجئے گا۔" حمید منکسرانہ انداز میں بولا۔ "ایک ضروری بات رہ گئی۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ اپنی پیشانی کی شکنیں مٹا کر زبردستی مسکرایا۔

حمید پھر فریدی کو فون کرنے لگا۔ اُس نے اُسے رمیش کی اطلاع مبہم الفاظ میں دی اور یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ شاید اُسے اُس کا تعاقب کرنا پڑے۔ لہٰذا وہ فی الحال وہیں ٹھہرے۔ فریدی نے اُس کے خیال کی تائید کرتے ہوئے فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔ حمید سڑک پر نکل آیا۔ اب وہ اپنی کار بیک کر کے پٹرول پمپ کی طرف لے جارہا تھا جو وہاں سے قریب ہی تھا۔ اُس کی نظریں اب بھی عمارت کے زینوں کی طرف تھیں۔ اُس نے کار کی ٹنکی بھروائی۔ پھر انجن اسٹارٹ کر کے نیچے اُتر آیا اور انجن کھول کر اس طرح اُس پر جھک پڑا جیسے اُس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو۔ دس منٹ گزر گئے لیکن رمیش واپس نہ آیا۔ اُس کی کار بدستور اُسی جگہ کھڑی تھی جہاں وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔

بیس منٹ گزر گئے۔ حمید کو تشویش ہوئی۔ اُس نے کار وہیں چھوڑ دی اور تیزی سے عمارت کی طرف آیا۔ چند لمحے زینوں کے قریب کھڑے رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اُس پر چڑھنے لگا۔ اس وقت اوپر راہداری سنسان نہیں تھی دن نکل آیا تھا اور وہاں دو چار بچے نظر آرہے تھے۔ دروازے بھی کھل گئے تھے۔

حمید نے مطلوبہ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر کواڑوں کو دھکا دیا جو کھل گئے۔ کمرہ خالی تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے جلدی میں کمرے کی ساری چیزیں الٹ پلٹ کر رکھ دی ہوں۔ اُس نے بڑی تیزی سے کمرے کی ساری چیزوں کا جائزہ لیا اور پھر وہ باہر نکل آیا۔

وہ راہداری کے آخری سرے تک بڑھتا چلا گیا اور پھر ساری حقیقت اُس پر ظاہر ہوگئی۔ راہداری کے اختتام پر بائیں طرف ایک راہداری تھی۔ جس کا سلسلہ دوسری طرف نیچے جانے والے زینوں کے سرے پر ختم ہو گیا تھا۔ اُس نے جھنجھلا کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مار لیا۔ کاش اُسے معلوم ہوتا کہ عمارت میں دوسری طرف بھی زینے ہیں۔

وہ پندرہ بیس منٹ تک وہاں رمیش کے متعلق پوچھ گچھ کرتا رہا۔ لیکن کسی نے بھی تسلی بخش جواب نہ دیئے۔ رمیش کو کمرے میں داخل ہوتے یا نکلتے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود کو بُرا بھلا کہتا ہوا نیچے اُتر آیا اور نیچے آتے ہی ایک بار پھر اُس کی کھوپڑی گردن سے اکھڑ کر ہوا میں معلق ہوگئی۔ رمیش کی کار غائب تھی اس کا مطلب تھا کہ اس دوران میں خود رمیش کی نظر حمید پر رہی تھی۔ جیسے ہی وہ اوپر پہنچا رمیش کار بھی لے اڑا۔ اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوسکتی تھی کہ حمید نے کار کے نمبروں پر بھی دھیان دینے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی۔

اب وہ وہاں رک کر کرتا ہی کیا۔ پچھلی رات کی کامیابی کا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ وہ گھر کی طرف چل پڑا اور گھر پہنچ کر اگر وہ فریدی پر نہ برس پڑتا تو اُسے خود اپنی ذات سے شکایت ہوتی۔

واقعات بتانے کے بعد وہ بڑے زور سے گرجا۔ جب ایک عمارت میں دو طرفہ زینے ہوں تو دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سمجھے جناب۔"

"سمجھا فرزند....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن ریکھا والے معاملے میں تم تنہا تھے۔"

"نہیں.... ہم دو تھے۔ اگر رمیش آپ کو خوفزدہ نظروں سے نہ دیکھتا تو میں کبھی اُس کا تعاقب نہ کرتا۔ اُس کے اس طرح دیکھنے ہی سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ کے ساتھ والی عورت رودانو ہوسٹل ہی کی ہوسکتی ہے وہ آپ کے ہتھے کس طرح چڑھ گئی تھی؟"

"بہت آسانی سے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "بس دو تین گھنٹے وہاں ٹھہر کر اُن کا طریقہ کار

سمجھنا پڑا تھا۔ عمارت کے سامنے کسی نہ کسی کی کار پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ پھر ایک لڑکی عمارت سے نکل کر ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف جاتی ہے۔ جب وہ ٹیکسی میں بیٹھ لیتی ہے تو عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی کار بھی اُس کے پیچھے لگ جاتی ہے اور پھر یہاں عمارت کے سامنے ایک دوسری کار آ کھڑی ہوتی ہے۔ ٹھیک اُسی جگہ پر جہاں پہلی کار کھڑی تھی۔ پھر ایک دوسری لڑکی عمارت سے باہر آتی ہے اور وہ کار بھی وہاں سے کھسک جاتی ہے۔ بہر حال میری کار پانچویں نمبر پر تھی۔ پانچویں لڑکی ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہوتی ہے اور میری کار اُس کا تعاقب کرتی ہے پھر وہ ایک جگہ اُتر کر ٹیکسی کے دام چکاتی ہوئی آر لکچو میں داخل ہو جاتی ہے اور میں بھی اُس کی تقلید کرتا ہوں۔ وہ پلٹ کر دیکھتی ہے اور میں مسکراتا ہوں۔"

"اور میں مر جاتا ہوں۔" حمید سینے پر ہاتھ مار کر چیخا۔

"ہم دونوں مل بیٹھتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد ایک ایسی لڑکی کا تذکرہ چھیڑتا ہوں جس کا داہنا کان خاص قسم کا ہے۔ وہ مجھے اُس لڑکی کا نام بتاتی ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید میں بہت پرانا گاہک ہوں۔"

"بہر حال کل رات آپ نے مزے کیے۔"

"کیا کہنے ہیں۔" فریدی نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"نیند سے میرا بُرا حال ہے۔" حمید نے کہا۔ "اس لئے اب میں سونا چاہتا ہوں۔"

"بہتر ہے.... اب تم سو ہی جاؤ۔" فریدی بولا۔ "اس سلسلے کی دوسری اطلاع یہ ہے کہ ڈی۔ایس۔پی نے صلح کر لی ہے اور وہ فی الحال ہمارے کہنے پر کنوئیں میں بھی چھلانگ لگا دینے سے گریز نہ کرے گا۔"

"آپ اُسے یہی مشورہ دیجئے۔" حمید نے کہا اور خواب گاہ کی راہ لی۔ نیند نے اُس پر اس بُری طرح حملہ کیا تھا کہ اُس نے ناشتے کی بھی پرواہ نہیں کی۔

شام کو شاید تین بجے تھے جب اُس کی آنکھ کھلی وہ خود سے نہیں جاگا تھا۔ بلکہ فریدی اُسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" حمید کروٹ لے کر منمنایا۔

"اول تو تم عورت نہیں ہو۔" فریدی نے اُسے دوبارہ جھنجھوڑا۔ "اور اگر ہو بھی تو یہ تمہارے مصیبت کے دن نہیں۔"

حمید حلق پھاڑ کر چیختا ہوا پلنگ پر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔

"قبر میں بھی نہ سونے پاؤں گا۔"

"ذرا آنکھیں کھولو پیارے! یہ قبر نہیں پلنگ ہے۔"

حمید نے پلنگ سے چھلانگ لگائی اور گرتے گرتے بچا۔

"میں پتہ نہیں کب اپنے کیکر فردار کو پہنچوں گا۔" اُس نے آنکھیں کھول کر کہا جو انگارہ ہو رہی تھیں۔

"یہ کیکر فردار کیا بلا ہے؟"

"مجھے صاف نہیں دکھائی دیا تھا۔ کیفر کردار....!"

"چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"کیا....؟ میں اب کہیں نہ جاؤں گا۔"

"میں ناشتے کی میز کا تذکرہ کر رہا تھا۔ تم صبح سے بھوکے ہو۔"

حمید مر بھکوں کی طرح ناشتے پر ٹوٹا تھا۔ ناشتہ ختم کر کے پائپ کے تین چار کش لینے کے بعد اُس کا ذہن کچھ صاف ہوا تو اُس نے ریمش کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق بھی چیٹر لیز ہوٹل ہی سے ہے۔" فریدی نے کہا۔ "آج ہم وہاں بھی چھاپہ ماریں گے۔ اُس آدمی پر قابو پائے بغیر ہم اس سازش کے سرغنہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ فیض ہی ہو سکتا ہے؟"

"قطعی! وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ اشرف کو روحی کی ماں پسند کرتی تھی اور روحی کا باپ فیض کے حق میں تھا۔ کیونکہ فیض اشرف سے زیادہ مالدار ہے۔ ظاہر ہے کہ اشرف ختم ہو گیا۔ اب روحی کے باپ ہی کی پسند کو ترجیح دی جائے گی.... اپنی دانست میں فیض شاہد کو بھی پھنسا چکا ہے۔ لہٰذا اشرف کی جائیداد بھی روحی ہی کی طرف آئے گی۔ اس کے علاوہ روحی کم دولت مند نہیں۔ کیا سمجھے۔ دو بڑی جائیدادوں کا مسئلہ ہے۔"

"لیکن پھر بھی فیض کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں۔" حمید نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن اب وہ بچ نہیں سکتا۔ پہلے تو میں اُسے روانو والے معاملے میں ماخوذ کروں گا جس کے لئے کافی سے زیادہ ثبوت بہم پہنچا چکا ہوں۔ روانو نے اقبال جرم کر لیا ہے کہ چیٹر لیز ہوٹل اس کی ناجائز تجارت میں برابر کا شریک تھا۔"

"تب تو معاملہ ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا۔ "لیکن فیض اس سے بھی اپنی لاعلمی ظاہر کر سکتا

ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کی ساری ذمہ داری منیجر پر ڈال دے۔"

"یہ بھی ممکن ہے، فکر نہ کرو۔ ہمیں نئے حالات کا منتظر رہنا چاہئے۔"

آٹھ بجے کے قریب چیئرلیز ہوٹل کا محاصرہ کر لیا گیا۔ منیجر بوکھلا کر اپنے آفس سے نکل آیا۔

"میں آپ کو حراست میں لیتا ہوں۔" فریدی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کیوں! کس لئے؟"

"آپ مادام روانو کی لڑکیوں کی تجارت میں شریک رہے ہیں۔"

"یہ غلط ہے۔"

"یہ مادام روانو کا بیان ہے اور آپ کے تین گاہکوں نے بھی شہادت دی ہے۔"

منیجر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

حمید دوسری ہی دھن میں تھا۔ وہ مسافروں کے رہائش کے کمرے کھنگالتا پھر رہا تھا۔ اچانک ایک کمرے کی کھڑکی میں اُسے رمیش کا چہرہ نظر آگیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ حمید ایک ہی جست میں کمرے کے اندر پہنچ گیا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔" اُس نے ریوالور نکال کر کہا لیکن شاید رمیش اُس سے بھی زیادہ پھرتیلا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ دونوں گتھے ہوئے زمین پر آرہے۔ اس کش مکش میں ریوالور چل گیا لیکن گولی دروازے کے شیشے کو توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ حمید نے محسوس کر لیا کہ رمیش کافی طاقتور ہے۔ اگر اُس نے ریوالور کی نال کا رخ اُس کی طرف کر دیا تو کھیل ختم ہو جائے گا۔ اب حمید اپنی تمام تر قوت ریوالور سے چھٹکارا پانے کے لئے صرف کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ریوالور اُن دونوں ہی کے ہاتھ سے نکل جائے۔

"بیکار ہے۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "تم نکل نہیں سکتے۔ ہوٹل گھرا ہوا ہے۔" اُس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

پھر حمید نے اپنے داہنے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور ریوالور دور جا پڑا۔ ساتھ ہی رمیش نے حمید کی ناک اتنے زور سے دبائی کہ اُس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور پھر وہ تڑپ کر نکل گیا۔ قبل اس کے کہ حمید اٹھتا اُس کی پیشانی پر ایک ٹھوکر پڑی اور وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ رمیش کمرے سے نکل چکا تھا۔ حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا بھیجا نکل آیا ہو۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُس نے کاریڈور میں بہت سے قدموں کی آوازیں سنیں۔

"ارے.... تم....!" اُس نے فریدی کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں۔

"نکل گیا.... وہ نکل گیا۔" حمید چیخا۔

"کون....؟"

"رمیش....!"

"باہر نہیں جا سکتا.... ہائیں۔" اچانک فریدی چونک پڑا۔ نہ صرف فریدی بلکہ اُس کے ساتھی بھی چوکنے ہوگئے۔ کہیں قریب ہی سے فائر کی آواز آئی تھی۔ حمید تو جلدی سے نہ اٹھ سکا لیکن وہ سب باہر نکل گئے.... وہ کاریڈور میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ فریدی بارود کی بو محسوس کر رہا تھا۔ کاریڈور تاریک تھا۔ فریدی نے ٹارچ کی روشن کی روشنی کا دائرہ ایک ایسے آدمی پر پڑا جو فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ اُسکے داہنے شانے سے خون ابل رہا تھا۔ اتنے میں حمید بھی وہاں پہنچ گیا۔

"ارے.... یہ تو رمیش ہے۔" اُس نے بے ساختہ کہا۔

رمیش ابھی زندہ تھا اور اُس کی سانس رک رک کر چل رہی تھی۔

تین چار آدمیوں نے اُسے اٹھا لیا اور نیچے لے جانے لگے۔

"دیکھو.... یہاں کہیں سوئچ ہوگا۔" فریدی بولا۔ "روشنی کر دو۔"

ڈھونڈنے والوں کو سوئچ ملے تو.... لیکن کاریڈور کا ایک بھی بلب روشن نہ ہو سکا۔ فریدی کاریڈور کے کمروں کے بند دروازوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالنے لگا۔ یہ سارے کمرے غالباً خالی تھے ورنہ فائر کی آواز پر اُن میں رہنے والے ضرور باہر نکل آتے۔

"ہوسکتا ہے کہ اُس نے خود ہی گولی مار لی ہو۔" حمید بڑبڑایا۔

"گولی پشت سے چلائی گئی ہے۔ سامنے سے نہیں۔" فریدی نے کہا پھر اُس نے بند دروازوں کو دھکے دینے شروع کئے۔ کچھ تو کھل گئے اور کچھ مقفل تھے۔ آخر کار ایک کمرے میں انہیں ایک ریوالور پڑا ہوا مل گیا۔ یہ کمرہ خالی تھا۔ فریدی نے ریوالور کے دستے کو رومال سے پکڑ کر اٹھایا۔

اتنے میں ڈی۔ ایس۔ پی بھی وہاں آگیا۔

"غالباً گولی اسی ریوالور سے چلائی گئی ہے۔" فریدی ریوالور کی نال ناک کے قریب کیے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نال سے بارود کی بو آرہی ہے اور اسمیں پانچ گولیاں ہیں۔ ایک چیمبر خالی ہے۔"

تھک ہار کر وہ پھر نیچے ہال میں آگئے جہاں تقریباً ساٹھ ستر آدمی موجود تھے۔ اُن میں سے کچھ ہوٹل میں قیام کرنیوالے اور کچھ روزانہ کے گاہک تھے۔ اُنکے چہرے اُترے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے دو فائروں کی آوازیں سنی تھیں اور ایک زخمی کو پولیس کی گاڑی پر بار ہوتے دیکھا تھا۔

فریدی کی عقابی نظریں مجمعے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور

پیشانی پر رگیں اُبھر آئی تھیں۔ اچانک اُس کی نظریں ایک طویل القامت سکھ پر رک گئیں۔ سکھ نے بھی شاید اسے محسوس کر لیا اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ فریدی نے اشارے سے اُسے اپنے قریب بلا لیا۔

"آپ لوگوں کو ذرہ برابر بھی تمیز نہیں۔" سکھ نے پنجابی لہجے میں کہا۔ "میں کوئی کتا ہوں.... جو اس طرح انگلی کے اشارے سے بلاتے ہو۔"

"سردار جی.... میں کتوں کا بڑا شوقین ہوں.... اگر انگلی کے اشارے پر آنے والا کوئی کتا تمہاری نظر میں ہو تو مجھے بتاؤ.... ہر قیمت پر خرید لوں گا۔"

"کیا سمجھتے ہو مسٹر! زبان کو لگام دو۔ میں بھی کرنل ہوں۔" سکھ بگڑ کر بولا۔

"معاف کیجئے گا کرنل صاحب۔ شاید آپ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"نہیں بتاتا.... تم سے مطلب....؟"

دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا گھونسہ اُس کے جبڑے پر پڑا۔ اگر اُس کے پیچھے کھڑے ہوئے لوگ اُسے سنبھال نہ لیتے تو وہ کافی فاصلے پر گرا ہوتا۔ اُس نے سنبھلتے ہی کرپان نکال لی۔

"تمہیں اس کرپان کے لئے بھی جواب دہ ہونا پڑے گا دوست....!" فریدی نے قہقہہ لگایا۔ "میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ تم نے اپنا کھیل خود ہی ختم کر دیا۔ ورنہ ثبوت کے لئے اب بھی مجھے سر مارنا پڑتا۔"

قبل اس کے کہ دوسرے لوگ کچھ سوچ سمجھ سکتے سکھ نے فریدی پر حملہ کر دیا۔ اُس کا یہ فعل اضطراری معلوم ہو رہا تھا۔ فریدی نے کرپان والے ہاتھ پر تھپکی دے کر پھر اُس کے منہ پر ایک گھونسہ جڑ دیا۔ اتنی دیر میں مجمع تتر بتر ہو چکا تھا۔ اس بار وہ فرش پر چت گرا اور اُس کی پگڑی اُتر کر دور جا گری۔ کرپان اُس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھا اور ایک کرسی فریدی پر کھینچ ماری۔ فریدی جھکائی دے کر اُسے بھی بچا گیا۔ سکھ نے دوسری کرسی اٹھائی لیکن اب وہ سکھ نہیں معلوم ہو رہا تھا کیونکہ اُس کے ننگے سر پر انگریزی وضع کے بال نظر آ رہے تھے۔ کرسی اٹھنے سے پہلے ہی فریدی نے اُس کی گردن دبوچ لی۔

"فیض....!" اُس نے اُسے زمین پر گراتے ہوئے کہا۔ "اب یہ ڈاڑھی اور مونچھیں بھی فضول ہیں۔"

دوسرے لمحے میں اُس نے مصنوعی ڈاڑھی نوچ کر الگ کر دی۔

فیض پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ وہ کسی پاگل کتے کی طرح فریدی کو نوچ رہا تھا۔ لیکن تین

چار ہی گھونسوں نے اُسے ٹھنڈا کر دیا۔

اُس کے ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔ پہلے ہوٹل کے منیجر کو یونہی لے جانے کا خیال تھا مگر اس واقعے کے بعد اُسے بھی ہتھکڑیاں پہننی پڑیں۔

❁

دوسری صبح ممکن ہے کہ فریدی کے لئے خوشگوار رہی ہو لیکن حمید اپنی زندگی سے بیزار نظر آ رہا تھا۔ پچھلی رات کی چوٹ بُری طرح دکھ رہی تھی۔ سر پھٹا تو نہیں تھا لیکن حمید کے بیان کے مطابق بھیجا ضرور ہل گیا تھا اور اُس ہلتے ہوئے بھیجے میں یہ بات نہیں سما رہی تھی کہ آخر فیض وہاں سکھ کے بھیس میں کیا کر رہا تھا۔

فریدی رات سے اب تک نہیں آیا تھا۔ حمید سر کی تکلیف کی وجہ سے کوتوالی نہیں گیا تھا۔

تقریباً دس بجے فریدی واپس آیا۔

"بڑے بڑے انکشافات ہوئے ہیں۔" فریدی نے اُسے بتایا۔ "فیض ایک خاصے بڑے گروہ کا سرغنہ ہے اور مادام رووانو تو دراصل اُس کی تنخواہ دار نوکر تھی۔ ریمش اُس کے بدمعاشوں میں سے ہے۔ فیض براہِ راست رووانو کے ہوسٹل سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ یہ کام اُس نے منیجر سے لیا تھا اور رووانو یہی سمجھتی تھی کہ ہوٹل کے مالک سے ان معاملات کا کوئی تعلق نہیں۔ اُس نے ریمش کے ذریعہ ریکھا سے بھی کام لیا اور اُس رات کو خود فیض ہی اشرف کے گھر میں موجود تھا۔ ریکھا اور شاہد کے رخصت ہو جانے کے بعد اُس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ میں نے گولیوں کے متعلق غلط نہیں کہا تھا.... اور ہاں.... روحی کی ماں کو سعیدہ کے متعلق فیض ہی نے بتایا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ سعیدہ کا راز ظاہر ہونے کے بعد کوئی بھی شاہد کے بیان کو صحیح تسلیم نہ کرے گا۔"

"لیکن....!" حمید بولا۔ "آخر وہ سکھ کے بھیس میں ہوٹل میں کیا کر رہا تھا؟"

"کیا تم نہیں سمجھے؟ ریمش پر اُسی نے گولی چلائی تھی۔ وہ ایسے آدمی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا جو کبھی اُس کے خلاف گواہی دے سکے۔ اگر حالات نہ بگڑتے تو شاید وہ اُس کی ضرورت نہ محسوس کرتا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ریکھا پولیس کے ہتھے چڑھ گئی ہے اور کوئی ریمش کی بھی نگرانی کر رہا ہے تو اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ ریمش ہی کو ٹھکانے لگا دے کیونکہ ریمش کے بعد اُس کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی نہ رہ جاتا۔ اسی مقصد کے تحت وہ کل دوپہر کو ایک سکھ کے بھیس میں مسافر کی حیثیت سے ہوٹل میں داخل ہوا۔ ریمش ہوٹل ہی میں تھا۔ لیکن شاید شام تک اُسے اس پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہ مل سکا۔ اتنے میں ہم نے ہوٹل کا محاصرہ کر لیا اور شاید ریمش تمہارے ہاتھ لگ گیا۔ اس کے بعد اُس کے لئے موقع ہی موقع تھا۔ میرا خیال ہے کہ فیض محاصرے کے بعد

سے رمیش ہی کے کمرے کے آس پاس منڈلاتا رہا ہوگا۔"

"لیکن جب اُس کے پاس کرپان بھی موجود تھی تو اُس نے گولی چلانے کی حماقت کیوں کی؟" حمید نے کہا۔

"ہم اُسے بدحواسی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ واقعی اگر وہ گولی نہ چلاتا تو ایک حد تک محفوظ رہ سکتا تھا۔ مگر حمید صاحب یہ تو سوچو کہ ہمارے لئے کتنی پریشانیاں بڑھ جاتیں۔ اسے میں حقیقتاً ایک خوشگوار اتفاق ہی کہوں گا کہ وہ ہمیں ایک سکھ کے بھیس میں مل گیا۔ ورنہ رمیش کی موت کے بعد یہ ثابت کرنا بڑا دشوار ہو جاتا کہ فیض ہی اس سازش کا روح رواں تھا۔"

"کیا رمیش مر گیا؟"

"نہیں زندہ ہے اور اُس نے اپنا بیان دے دیا ہے۔ اسی کے بعد تو فیض کو بھی سب کچھ اگلنا پڑا۔ ورنہ وہ بڑا مستقل مزاج آدمی ہے۔"

"اب بے چاری روحی کا کیا ہوگا؟" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کچھ بھی نہیں.... میرا خیال ہے کہ اُس کا ٹائپ عام عورتوں سے بہت مختلف ہے۔ شاید وہ ساری عمر شادی نہ کرے۔"

"اور آپ بھی اسی ٹائپ کے مرد ہیں۔" حمید دردناک آواز میں بولا۔ "کاش آپ دونوں کی شادی ہو سکے۔ یقین مانئے.... وہ آپ کے لئے آپ سے بھی زیادہ خبط الحواس بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"

"شٹ اپ....!"

"خیر گھبرایئے نہیں.... میں چپڑی اوٹی کا.... اررر.... ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا۔ غلط سلط بولنے لگا ہوں۔ شاید میرا لاشعور کھوپڑی کے اوپر آ گیا ہے۔"

فریدی اُسے بڑبڑاتا چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا.... اور حمید نے پھر چادر سے منہ ڈھک لیا۔

ختم شد